

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو!

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور صاحبان امر
(ائمہ اہل بیتؑ) کی۔ (سورۃ النساء آیت ۵۹)

شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ

رُحائِلِم ریس لِحَقِیقِین

علامہ آفتاب حسین جوادؒ

ناشر

مرکز مطالعات اسلامی پاکستان



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ
اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور
صاحبان امر (ائمہ اہل بیت) کی۔“ (سورۃ نساء، آیت: ۵۹)

شہادت ثالثہ در تشہد

کے متعلق

شرعی فیصلہ

رشحات قلم

رئیس المحققین

حجة الاسلام علامہ آفتاب حسین جوادی

ناشر

مرکز مطالعات اسلامی پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شہادتِ ثالثہ و تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ	:	نام کتاب
حجتہ الاسلام علامہ آفتاب حسین جوادی	:	مؤلف
مرکز مطالعات اسلامی پاکستان	:	ناشر
16 اصغر مال اسکیم راولپنڈی	:	
0314-5075399, 03361003276	:	
اپریل 2017ء	:	سن اشاعت
	:	قیمت



حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بلند و بالا مقام و مرتبہ اور ان کی امامت کا مژدہ سناتے ہوئے فرمایا:

يا علي والذی بعثنی بالنبوۃ واصطفانی علی جمیع البریۃ لو ان عبداً عبد اللہ الف عام ما قبل الذلک منہ الا بولايتک وبولاية الائمة من ولدک وان ولايتک لا یقبلها اللہ تعالیٰ الا بالبراءۃ من اعدائک واعداء الائمة من ولدک

(کنز الفوائد کراچی، صفحہ ۱۸۵۔ کتاب الیقین سید ابن طاووس، صفحہ ۵۶)

اے علی! اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام مخلوق میں سے مجھے پسند فرمایا، اگر کوئی بندہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہے خدا اس کی بندگی قبول نہ کرے گا جب تک آپ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کرتا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں ائمہ اطہار کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کیا ہو اور صرف آپ کی امامت کے اقرار کو بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا جب تک آپ اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزارگی کا اظہار نہیں کرے گا۔

مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

هلک فی رجلان محب غال و مبغض قال

(نہج البلاغہ، جلد ۳، صفحہ ۹۲۱)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

فہرست مندرجات

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
1	تقریظ علامہ سید محمد تقی نقوی مدظلہ	۹
2	تقریظ علامہ شیخ محسن علی نجفی مدظلہ	۱۵
3	تقریظ آیہ اللہ حافظ سید ریاض حسین نجفی مدظلہ	۱۷
4	نقش اول	۱۹
5	ملت جعفریہ میں انتشار کے اصل محرکات و اسباب	۲۰
6	تمہید سدید	۲۷
7	ستم بالائے ستم	۲۹
8	ولایت علی کا غلط استعمال	۳۲
9	اذان میں شہادتِ ثالثہ کا جواز	۳۳
10	برسبیل تذکرہ	۳۹
11	محمد و آل محمد کا بتایا ہوا تشہد	۴۴
12	جناب ابوبصیرؓ سے مروی طویل تشہد	۴۸
13	حضرت ابوبصیرؓ کی زیر بحث روایت	۵۰
14	فقہ الرضا کے مطابق دو رکعتی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہ پڑھی جائے	۵۴
15	اصول حدیث کا ایک اہم ضابطہ	۵۵

کھٹار اول

ہم اس موقع پر ان تمام علماء مکتبہ آل محمد، سکالر و دانشوران، ہمدردان قوم و ملت اور شیعہ یان حیدر کرار کے نہایت ممنون اور شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے کتاب ”شہادتِ ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ“ مؤلف: علامہ آفتاب حسین جوادی کو شرفِ پزیرائی بخشا جس کی وجہ سے ایک ماہ کی قلیل مدت میں ہی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا۔ اب ششم ایڈیشن اضافہ کے ساتھ شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم ان حضرات کے بھی سپاس گزار ہیں جنہوں نے ہمارے ادارہ ”مرکز مطالعات اسلامی پاکستان“ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمایا ہے۔ خداوند عالم بظیفیل محمد و آل محمد علیہم السلام ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور انہیں اسی طرح خدمتِ مذہبِ اہل بیت کے جذبے سے سرشار و سر فراز فرمائے

آمین یا رب العالمین

۱۰۳	۳۴	نجس چڑے پر نماز
۱۰۴	۳۵	قرآنی دوسو تلوں کا انکار
۱۰۴	۳۶	اذان اور فقہ الرضا
۱۰۶	۳۷	فقہ الرضا نامی کتاب کے متعلق مراجع عظام کا فیصلہ
۱۱۱	۳۸	دوسری دلیل اور اس کا جواب
۱۱۲	۳۹	کتاب فقہ کامل کی حقیقت
۱۲۰	۴۰	برسبیل تنزل
۱۴۱	۴۱	ایک غیر معقول بات
۱۴۱	۴۲	تیسری دلیل اور اس کا جواب
۱۴۳	۴۳	چوتھی دلیل اور اس کا جواب
۱۴۹	۴۴	”هو الصلوة“ کا معنی و مفہوم
۱۳۰	۴۵	قابل غور بات
۱۳۰	۴۶	پانچویں دلیل اور اس کا جواب
۱۳۳	۴۷	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۳۰	۴۸	چھٹی دلیل
۱۳۰	۴۹	بدکلامی کی واضح نسیان
۱۳۳	۵۰	ساتویں دلیل
۱۳۷	۵۱	شیخ طوسی کی کتاب ”مصابح المجتہد“ میں بددیانتی
۱۳۹	۵۲	شیخ سناور کی کتاب ”المراسم فی الفقہ“ میں بددیانتی
۱۵۰	۵۳	آیت اللہ العظمیٰ حسین بروجردی کی طرف جھوٹی نسبت

۵۸	۱۶	اذان اور نماز میں فرق ہے
۵۹	۱۷	قابل توجہ نکتہ
۵۹	۱۸	نماز میں ”ذکر“ سے کیا مراد ہے؟
۶۱	۱۹	نیابت امام اور مرجعیت
		نیابت خاصہ
۶۲	۲۰	نیابت عامہ
۶۵	۲۱	جامع الاشراف مجتہد حاکم شرعی اور رئیس مطلق ہوتا ہے
۶۸	۲۲	فروعیات دین میں تقلید واجب ہے
۶۹	۲۳	حضرات مراجع عظام و اساطین علم و تحقیق کے فتاویٰ
۷۱	۲۴	چوتھی صدی (غیبت صغریٰ) سے تیرہویں صدی تک کے تمام فقہاء کا اتفاق
۷۸	۲۵	رواں صدی کے مراجع عظام و مجتہدین کے فتاویٰ
۸۷	۲۶	امام کی براہ راست تقلید کے دعویٰ کا ابطال
۸۸	۲۷	محبت کا تقاضا محبوب کی اتباع
۸۹	۲۸	کہیں ہم بنو امیہ کی روش پر تو نہیں چل رہے؟
۹۲	۲۹	ائمہ اہل بیتؑ نے نماز کو ہر قسم کے تغیر سے بچایا ہے
۹۵	۳۰	کیا شہادت ثلاثہ در تشہد بوجہ تہیہ ترک کی گئی؟
۹۷	۳۱	شہادت ثلاثہ کے جواز میں دیئے گئے دلائل کے جوابات
۹۷	۳۲	پہلی دلیل اور اس کا جواب
۱۰۲	۳۳	وضو بمطابق فقہ الرضا

تقریظ

استاد العلماء زین العابدین جتہ الاسلام و المسلمین علامہ سید محمد تقی نقوی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
سيد الانبياء والمرسلين محمد وآله الطاهرين صلوات الله عليهم

اجمعين

شکر ہے اس ذات والا صفات کا جس نے انسان کو ابدی سعادت کا مستحق بنانے کیلئے نظام ہدایت قائم فرمایا۔ انبیاء و رسل کو اس ہدایت کا ذمہ دار قرار دیا اور ختم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری پیغام ہدایت دے کر بھیجا قرآن مجید کو اس دین اسلام کا امین بنایا اور شریعت کو اس قدر کامل بنایا کہ اس میں کسی تبدیلی یا کمی بیشی کرنے کی ضرورت نہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولایت علی کا اعلان کر کے دین و شریعت کا حفاظتی نظام قائم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کرنے، نعمت کو تمام فرمانے اور اسلام کے پسندیدہ ترین دین ہونے کا حکم جاری کر دیا اور واضح کر دیا کہ اب میرا دین اور شریعت مکمل ہو چکی اب کوئی طاقت اس میں تنسیخ یا تغیر لانے کا حق نہیں رکھتی یہی وجہ ہے کہ وفات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب کبھی کسی حکمران یا جماعت یا فرد نے اس میں کمی بیشی کرنے کی سازش کی تو ائمہ ہدیٰ نے کامیاب نہ ہونے دیا امام حسینؑ کی قربانیاں اسی کا معراج ہیں گلستان خانوادہ تطہیر قربان ہو گیا خواتین اور بچے کوفہ و شام کے زندانوں میں مصائب برداشت کرتے رہے۔ لیکن یزیدیت کی چالیں الٹ دیں اور اسلامی شریعت کو محفوظ کر دیا۔ گزشتہ تمام ادوار میں یہ فریضہ ہر امام معصومؑ نے اپنے ساتھیوں سمیت اداء کیا اور تیسری صدی کے وسط میں جب امام زمانؑ نے بحکم خداوندی

54	آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی قدس سرہ کے ایک فتویٰ کی وضاحت	۱۵۲
55	تشہد نماز میں شہادت ثلاثہ سے متعلق مراجع و فقہاء عظام اور علماء اعلام کے فتاویٰ و ارشادات	۱۵۵
56	الحجۃ فکریہ	۲۳۸
57	ضمیمہ کتاب	۲۵۳
58	أصول حدیث کے قواعد سے جہالت	۲۵۹
59	ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ	۲۶۰

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مومن ان معصوم اور رہبر ہستیوں کی مکمل اطاعت کرے، مکمل اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیشہ ان پر کان دھرے اور وہ جو فرماتے جائے یہ اس پر من و عن عمل کرتا جائے اطاعت میں اپنی مرضی کو بنیاد نہ بنائے بلکہ ان مطاع ہستیوں کی مرضی کو بنیاد بنائے حرف بحرف ان کے ماتحت رہے۔

اپنی طرف سے ایک حرف کا اضافہ یا کمی نہ کرے واجبات، محرمات، مستحبات، مکرمات اور مباحات ہر ایک میں سراپا اطاعت ہو شریعت کا حکم جو معصومین سے ثابت ہو اسی پر پابند اور قانع رہے کسی غیر حرام کو حرام، کسی غیر مستحب کو مستحب، کسی غیر مکروہ کو مکروہ اور کسی ناجائز کو جائز کہنے کی جسارت نہ کرے۔ اور ان احکام کی شناخت کے لئے اولہ شرعیہ پر غور و خوض کرنے اور نتائج حاصل کرنے والی کوشش کا نام اجتہاد ہے اور اسکے لئے اس قدر علمی قابلیت و لیاقت اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے کہ بسا اوقات عالم کی زندگی کا بیشتر حصہ اس اجتہاد کی مہارت تک پہنچنے میں لگ جاتا ہے لیکن محنت کے ساتھ ساتھ اس کے لئے لطف خداوندی اور تائید ایزدی کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور اس تائید کے لئے اخلاقی طہارت اور تزکیہ نفس اور قلبی تقویٰ کا ہونا شرط ہے اور رب العالمین کا فضل و کرم ہے کہ ابتداء غیبت کبریٰ سے دور حاضر تک شیعہ قوم کی سرپرستی کرنے کے لئے ایسے اعلام موجود رہے جو تائید ایزدی اور ولی العصر کی نظر عنایت کے ساتھ اس عظیم منصب پر فائز ہوئے اور دشمنان حق کی زبردست سازشوں کے باوجود اپنے فرائض سے کما حقہ عہدہ برآ ہوئے اغیار نے تو شریعت کے احکام میں رد و بدل کیے اور عبادات میں خواہشات کے مطابق کمی بیشی کی لکن فقہ جعفری میں ایسا نہ ہوا۔ وہ ہر طرح سے محفوظ و مصون اپنا سفر کرتی رہی۔

نماز دین کا ستون ہے اور عبادت الہی میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے اس کی حفاظت کا فریضہ بہت ضروری ہے چنانچہ اس کی حدود، وقیود، شرائط، ارکان، واجبات، مستحبات،

غیبت کبریٰ اختیار کی۔ تو یہ ذمہ داری ایسے علماء و فقہاء کے ذمہ لگادی جو تقویٰ و عدالت اور علم و عمل میں اس عظمت کے مالک ہو کہ ان سنگین ذمہ داریوں کو ادا کر سکیں آپ نے انہیں فقہاء کرام کو امت کے لئے مرجع قرار دیا اور فرمایا کہ ایسے فقہاء ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں جب کہ ہم ان پر حجت ہیں اور عوام پر لازم ہے کہ وہ ان کی تابعداری و تقلید کریں اور دین و شریعت میں ان کے ارشادات کو تسلیم کریں جو ان کو رد کرے گا وہ ہمیں رد کریگا۔ چنانچہ غیبت کبریٰ کی ابتداء سے آج تک فقہاء با کردار و علماء بال تقویٰ ان فرائض کو ادا کر رہے ہیں اور ہر قسم کی قربانی دے کر شریعت کے احکام کی صحیح تشریح و توضیح اور حفاظت کرتے آ رہے ہیں اگر کوئی شیطانی قوت کوئی چال بناتی ہے تو ان کی باریک بین نگاہیں اس کا رد و تلاش کر لیتی ہیں اور دشمن کی سازش کا پردہ چاک کر کے حق کو روشن رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ہر صاحب دانش کیلئے روشن ہے کہ دین کے اصول کی نسبت اس کے فروع اور شریعت کے احکام کا معاملہ اس لحاظ سے نازک ترین کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کے مصالح کا علم اپنے پاس رکھا ہے یا اپنے معصوم نمائندوں کو عطا فرمایا ہے۔ عوام پر فرض کیا ہے کہ تم شریعت کے احکام پر عمل ک پابندی کرو اور ہر حکم کی حکمت و مصلحت شناسی کی زحمت میں نہ پڑو۔ ورنہ قیاس کا شکار ہو جاؤ گے اور شیطان کی طرح گمراہ ہو جاؤ گئے یہ ہی سبب ہے کہ آئمہ اہل بیت کے شاگردان اور ان کے مکتب کے تابعداران علماء و فقہاء ہمیشہ قیاس سے دور رہے اور قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ سے اس طرح استنباط احکام کرتے رہے کہ اس میں خواہشات و مفادات یا عقلی قیاسات اور ذاتی جذبات کا کوئی عمل دخل نہ دیا۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ آئمہ اثنا عشر کی ولایت و امامت پر ایمان کے بغیر یہ بات توحید عدل و رسالت پر ایمان بے فائدہ ہیں اور آخرت میں نجات کا باعث نہ بنے گی لیکن اس

مکروہات، مبطلات وغیرہ تمام امور کی اس طرح حفاظت کی گئی کہ صدیوں گزرنے کے باوجود کسی کی خواہش اس پر غالب نہیں آسکی اور کبھی کسی نے کوئی سازش کی تو فقہاء نے اس کو مسترد کر دیا۔ نماز کے واجبات میں سے ایک اہم واجب تشہد ہے اس کے واجب اجزاء توحید و رسالت کی شہادت اور محمد آل محمد پر صلوات ہے جو رسول اکرم کے دور سے ہے اور ائمہ معصومین نے بھی اس طرح بیان کیا ہے اور ان کا فریضہ بھی یہی ہے کہ وہ شریعت رسول کو اسی طرح بیان کریں جس طرح رسول اکرم سے ہے شہادت ولایت پر ایمان کے بغیر نجات ناممکن ہے تاہم اسے نماز میں تشہد کا جزء واجب یا جزء مستحب قرار نہیں دیا گیا فقہاء کرام نے تشہد کے مستحبات کی تفصیل بھی ہمیشہ بیان کی لیکن اسے مستحبات میں بھی نہیں بتایا گیا فقہاء کرام آیات واحادیث کے پابند رہیں۔ اگر آیات یا حدیث میں کوئی امر ثابت ہو تو فقہاء اسکی نفی کی جرأت نہیں کر سکتے اور اگر ثابت نہ ہو تو اضافے کی جسارت بھی نہیں کرتے بنا بریں اگر شہادت ولایت کا مستحب ہونا تشہد میں ثابت ہو تو فقہاء کرام سے مخفی نہ رہتا اور ذمہ دار فقہاء اور مستحبات کی ادائیگی سے قلبی وابستگی بلکہ والہانہ عقیدت رکھنے والے اتقواء اس سے غافل نہ ہوتے۔ اذان وقامت میں مستحب مطلق کی نیت سے شہادت ولایت کے جواز کا فتویٰ دینے والے فقہاء کرام کے لئے اگر کوئی گنجائش ہوتی تو تشہد کو بھی اس سے محروم نہ رکھتے لیکن فقہاء کرام کا تشہد میں اسکے جواز اور استحباب سے انکار کرنا دلیل ہے کہ ان کے پاس اولہ شرعیہ میں اسکی کوئی گنجائش نہ تھی یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے اذان واقامت میں شہادت ولایت شیعہ بیان علی کے ہاں جاری ہے لیکن تشہد نماز میں نہیں ہے۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے پاکستان کے کچھ علاقوں میں چند ایک غیر ذمہ دار افراد نے اسے ایک تحریک کی شکل دے دی ہے اور ہر مجلس میں اس

شہادت کو تشہد میں ادا کرنا کبھی واجب کبھی مستحب اور کبھی جائز قرار دیتے پھرتے ہیں اور اس خیال کی حمایت کرنے والوں کو غلیظ الفاظ، سب و شتم اور لعن و تہرا کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ جب کہ ذمہ دار علماء، فقہاء، خطباء و مقررین مسلسل قوم کو آگاہ کر رہے ہیں کہ یہ تحریک دراصل ایک سازش ہے جو دشمنان تشیع اور اعداء اسلام طاقتوں کی طرف سے اٹھائی گئی ہے جو شیعہ قوم میں تفرقہ ڈالنے، مہرہیت سے جدا کرنے، مرکز کو کمزور کرنے اور وحدت کو پارہ پارہ کرنیکی ایک چال ہے۔ جس سے وہ اپنے منحوس منصوبے کامیاب کرنے چاہتے ہیں۔ جو کام وہ قتل و غارت اور دہشت گردی سے نہیں لے سکے وہ اس سازش کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے ملت جعفریہ اور شیعہ اثنا عشریہ خیر البریہ کے ہر فرد مومن و مومنہ کا فریضہ ہے کہ وہ اس سازش سے آگاہ، ہوشیار رہے اس کا شکار ہونے سے بچے دوسروں کو بچائے اور جو لوگ سازشی کردار ادا کر رہے ہیں ان کو روکے اور ان کے گزند سے قوم و ملت کو محفوظ رکھے حتیٰ اس سازش کی پشت پر انقلاب اسلامی سے شکست کھانے والے ذلیل اور کمینے دشمن کا ہاتھ ہے چونکہ اسکے شیطانی وسائل زیادہ ہیں اس لئے یہ محاذ وقتی نہیں طویل عرصہ تک چل سکتا ہے۔ تاہم قدرت کی طاقت ایسی عظیم قوت ہے کہ باطل اپنے تمام وسائل سمیت اس سے شکست کھاتا ہے اور نصرت الہی حق کا ساتھ دیتی ہے اور امام العصر کی نظر عنایت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے بزرگان کے ادوار میں بھی یہ سازش بار بار سر اٹھاتی رہی لیکن پاش پاش ہوتی رہی اور امید قوی ہے کہ اب بھی تاریک بکوت ثابت ہوگئی اور حق اپنی عظمت کے ساتھ سر بلند رہے گا۔

ہمارے محترم برادر، میدان تحقیق کے بہترین شاہ سوار ”تحقیقی دستاویز“ جیسی عظیم تالیف پیش کرنے والے مرد مجاہد حضرت مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب نے بروقت اقدام فرمایا ہے اور شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ جیسی بہترین پیش کر کے نہ فقط اپنا

فریضہ ادا کیا ہے بلکہ علماء کرام و طلاب عظام کے لئے قیمتی استدلالات کا خزینہ اور بہترین حوالہ جات کا ذخیرہ مہیا فرما دیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ رب العزت ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور دردملت رکھنے والے مخلصین کو اس کتاب سے استفادہ کرنے کی طرف متوجہ کرے اور سازش کا قلع قمع کر کے فقہ و فقہاء کرام کی عظمت کو بلندیاں عطا فرمائے۔

بحق سید الانبیاء والمرسلین والائمة الطاہرین والشہداء والصدیقین
صلوات اللہ علیہم اجمعین

سید محمد تقی نقوی

سید محمد تقی نقوی

تقریظ

مفسر قرآن، جہ الاسلام و المسلمین علامہ شیخ محسن علی نجفی دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز اہل بیت متنازعہ نہیں ہے اللہ کی عبادت کس طرح کی جائے؟ یہ سو فیصد توقیفی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایات ملنے پر موقوف ہے۔ نماز میں رکعتوں کی تعداد اور رکوع و سجود کا طریقہ اور ان میں پڑھے جانے والے اذکار سب توقیفی ہیں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث مشہور ہے

﴿ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ﴾ ۱

نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔

چنانچہ رسول کریم ﷺ کی نماز ہم تک ائمہ اہل بیت کے ذریعے تواتر سے پہنچی ہے اس میں اختلاف کے لئے کوئی محجاش نہیں ہوتی۔

لہذا جس طرح نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھنے اور تشهد میں محمد وآل محمد پر درود پڑھنا واجب ہونے پر اختلاف نہیں اسی طرح تشهد میں شہادتین اور محمد وآل محمد پر درود کے علاوہ کسی اور چیز کے واجب اور ضروری نہ ہونے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ علیؑ اور آل علیؑ کی ولایت کے بغیر کسی کا قبلہ رخ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اور اسکی عبادت باطل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس کی عبادت ایسی ہے جسے غیر اللہ کی عبادت ہو۔ ۲

چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں میں تشہد میں کوئی اختلاف رہا نہ ہی دنیائے تشیع میں کسی جگہ اختلاف موجود ہے۔

حتیٰ پاکستان میں بھی بہت سے علاقوں میں اس پر کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا نماز اہل بیتؑ متنازع نہیں ہے۔ جناب مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب نے اعلائے کلمہ حق کے لئے جو کاوش کی ہے وہ نہایت ہی قابل قدر ہے ان کی یہ کتاب جہاں کچھ لوگوں کے لئے اتمام حجت ہے وہاں حق پر استقامت کرنے والے مؤمنین کے لئے تائید ہے تاکہ وہ اس بات پر یقین و اطمینان پیدا کریں کہ تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کو اپنانے کے لئے جس سلسلے پر تکیہ کیا ہے وہ ہی پوری تاریخ میں اور پوری دنیا میں قابل اعتماد سلسلہ ہے۔ خداوند کریم مولانا صاحب قبلہ کے قلمی جہاد کو قبول فرمائے آمین۔

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

محمد

حسن علی غنئی

اسلام آباد

۵ صفر ۱۴۲۶ھ

تقریظ

وفاق المدارس کے سربراہ آیت اللہ حافظ سید ریاض حسین غنئی دام ظلہ

مکتب اہل بیت الحمد للہ ایک ایسا مکتب اور مذہب ہے جس کے سارے عقائد اور احکام محکم اذلہ سے ثابت ہیں۔ عقیدہ توحید سے لے کر قیامت تک اور طہارت سے لے کر دیات تک کے سارے احکام کو غیر متزلزل اذلہ کے ساتھ علماء کرام محققین اور مجتہدین کرام نے ثابت کیا ہے۔

اس الٰہی مذہب کو بدنام کرنے کے لئے ہر دور میں لوگ آتے رہے اور سعی لاحاصل کرنے کے بعد وہ خود ہی حرف غلط کی طرح مٹتے رہے مگر مذہب حقہ شیعہ قائم و دائم ہے اور انشاء اللہ تاقیامت رہے گا۔ اس آخری دور میں چند غیر ذمہ دار لوگوں نے ممبر حسینی پر غیر ذمہ دارانہ گفتگو کرنی شروع کر دی اور نماز جیسی توقیفی عبادت میں کمی بیشی کرنے لگے اور اپنے لاشعور میں دشمن کے آلہ کار بن کر مذہب حقہ کے خلاف سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ تشہد نماز میں شہادت ثالثہ پڑھنا واجب اور نہ پڑھنے والا نعوذ باللہ ایسا اور ویسا ہے۔ اس غلط پروپیگنڈے کا جواب ایک تو یہ تھا کہ ان کے مقابلے میں منبر پر ویسی زبان کا استعمال کیا جائے جو یقیناً مفید ہونے کی بجائے مزید مضر ہوتی اور ملت کی صفوں میں مزید انتشار کا باعث بنتی۔ اس کا دوسرا اور مثبت پہلو یہ تھا کہ اس مسئلہ پر ایک مستند کتاب تحریر کی جائے اور اس مسئلہ کی تاریخی اور شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے چنانچہ فاضل محقق مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب حفظہ اللہ نے یہ بیڑا اٹھایا اور دقیق مطالعہ اور مربوط روایات پر علمی بحث کر کے سارے پروپیگنڈے کو نقش بر آب کر دیا۔ ایک ایک روایت پر بحث کی ہے کہ یہ صحیح ہے یا

ضعیف اس کے راوی کون اور کیسے لوگ ہیں نیز وہ کتاب جس سے وہ روایات نقل کی گئی ہیں معتبر ہے یا غیر معتبر اور اپنی اس علمی اور تحقیقی کاوش سے یہ ثابت کیا کہ نماز وہی ٹھیک اور درست ہے جو ائمہ کے زمانے سے لے کر آج تک سارے علماء و مجتہدین اور تمام مؤمنین پڑھ رہے ہیں۔

غیر ملت جعفریہ کے افراد کو متوجہ رہنا چاہے کہ یہ ساری استعماری کوشش اس لئے ہے کہ عوام الناس کو مرجعیت، علماء اور مدارس سے دور کر دیا جائے۔ اگر یہ اپنے مراکز سے علیحدہ ہو گئے تو پھر استعمار اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہمیں چاہے کہ اپنی صفوں میں موجود وحدت کو قائم رکھتے ہوئے اپنے مراکز سے مربوط رہے اور دشمن کی کوشش کو ناکام بنائیں۔ اللہ رب العزت جناب مولانا آفتاب حسین جوادی صاحب کی اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ آمین

والسلام علی من اتبع الهدی



پہلے نمبر: جامعہ المدینہ منورہ

حافظ سید ریاض حسین نجفی

پہلے حوزہ علمیہ جامعہ المنظر لاہور

نقشِ اول

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ اعزاز بخشا ہے کہ ہم نے اپنی استعداد و بساط کے مطابق مذہبِ اہل بیتؑ کا نہایت مدلل و مبرہن انداز میں دفاع کیا اور ناصیبت و خارجیت کو ہر موڑ پر علمی میدان میں شکستِ قاش سے دو چار کیا ہے جیسا کہ جدلِ احسن کے بیچ و تاب اور اس کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھنے والا نگاہ بینا اور بیدار مغز طبقہ ہماری تحریروں سے بخوبی شناسا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری شہرہ آفاق تالیفات ”تحقیقی دستاویز“ اور ”السیف البارق“ وغیرہا اس پر شاہد و ناطق اور دلیلِ صدق ہیں۔ کچھ عرصے سے ہم بڑی مستعدی سے شیعہ دشمن عناصر کے مذموم عزائم پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور تسلسل کے ساتھ اس جدوجہد میں مصروف عمل ہیں لِّلہ الحمد علی ذالک لیکن ہمیں نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمارے اندر سے ہی چند عاقبت نا اندیش لوگوں نے ثناتِ آمیز وطن و تفضیل اور طوفانِ بدتمیزی برپا کر رکھا ہے جس سے شیعہ عوام نہ صرف داخلی انتشار کا شکار ہوئے بلکہ اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک دوسرے کو دشمن و لاییت علی، منکرِ اہل بیتؑ اور مقصر وغیرہ کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔ یہ فتنہ اتنا سخت اور خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی تاکہ ہماری سابقہ تالیفات سے جہاں اہل حق کو اپنے بیرونی دشمنوں سے دفاع کرنے کا موقع ملا وہاں ہماری اس سعیِ تبلیغ سے شیعہ عوام اپنے داخلی انتشار و خلفشار کے اصل محرکات سے بھی آشنا ہو سکیں کیونکہ جب تک کوئی قوم داخلی حوالے سے مستحکم نہیں ہوتی وہ بیرونی دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بنا بریں اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے چند ناقابلِ تردید حقائقِ صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیئے ہیں۔ اللہ رب العزت بحق چہارہ معصومین علیہم السلام ہماری اس تحقیق اور کاوش کو مفید و بار آور ثابت فرمائے۔

ان ارید الا اصلاح و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ الیاب۔

ناچیز آفتاب حسین جوادی

کونکہ بنا دیا جائے جو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر راکھ بن کر خود بخود ختم ہو جائے۔ یہاں ہم سی آئی اے کے مضرت رساں اور تباہ کن منصوبے کے صرف وہی حصے نقل کریں گے جو صرف شیعہ کتب فکر کی بربادی کے لیے جو بن کیے گئے ہیں۔

امریکہ میں چھپنے والی کتاب A Plan to Divide and

Destroy the Theology میں سی آئی اے کے سابق چیف باب وڈورڈز

(Bob Wood Words) کے دست راست اور سی آئی اے کے شیعہ سیکشن کے

اہم رکن ڈاکٹر مائیکل برانٹ کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں اس نے چشم کشا

انکشافات کئے ہیں اور شیعیت کے خلاف مختص ہونے والے نوسولین ڈالر میں سی آئی

اے کے اہلکاروں پر خورد برد کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ سی آئی اے نے کولمبیا اور

افغان ڈرگ ٹریڈنگ سے بھی اس مد میں بھاری رقم اکٹھی ہے۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ نے

بہت سارے خفیہ معاملات سے پردہ اٹھایا۔ ہم اس طویل انٹرویو کے کچھ حصہ کا ترجمہ

پیش کر رہے ہیں تاکہ شیعہ عوام اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ گزشتہ کئی صدیوں سے عالم اسلام مغربی حکومتوں کے زیر

اثر رہا ہے ہر چند گزشتہ صدی میں اکثر ممالک نے آزادی حاصل کر لی لیکن ان کی آزادی،

استقلال، سیاست، تعلیم اور کلچر پر مغرب کی گرفت مضبوط تھی۔ خصوصاً ان ممالک کا سیاسی اور

اقتصادی نظام ہمارے کنٹرول میں تھا۔ آزادی کے بعد ان ممالک نے اپنی تعلیم، تہذیب و

ثقافت پر قابل ذکر توجہ نہ دی اور مغربی نظام کو اپنے معاشروں میں جاری رکھا۔ 1979ء

میں ایران کے اسلامی انقلاب نے ہماری طویل حکمت عملی کو بڑا دھچکا لگایا۔ ابتداء میں

ہمارے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شاہ ایران کی ناقص پالیسیوں، تشدد اور بے انتہا جبر و گھٹن کی

وجہ سے عوامی رد عمل ہے جس سے مذہبی عناصر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ شاہ ایران کے بیٹے

ملتِ جعفریہ میں انتشار کے اصل محرکات و اسباب

سیاسی اور مذہبی طور پر ملتِ اسلامیہ کے خلاف اسلام دشمن طاقتوں کی مطلق العنان ریشہ دوانیاں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ وہ کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں جس سے امت مسلمہ کو نقصان و زیاں نہ پہنچا سکیں۔ شیعہ دشمنی میں ان کا سینہ آگ پر پکٹنے والی ہڈیا کی طرح ہر وقت ابلتا رہتا ہے لہذا ان کی خفیہ مرکزی ایجنسی (سی۔ آئی۔ اے) ہر انداز سے چوکس رہتی ہے۔ ان مذموم مقاصد اور خون آشام عزائم کے لیے کروڑوں ڈالر کا بجٹ مختص بھی کیا ہوا ہے اس خفیہ ایجنسی نے شیعوں کے مابین ہی انتشار و افتراق پیدا کرنے کی خاطر بڑے منظم طریقے سے تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ مگر ہماری بد قسمتی دیکھئے کہ انہوں نے ہم شیعوں میں سے ہی ایک لابی تیار کی ہے جسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ تقریر و تحریر کے ذریعہ شیعہ مسلمات کی بیخ کنی کرے۔ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی مزید تشہید کر کے باہمی خانہ جنگی کی صورت اختیار کروانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ مجلس عزائم میں منبروں پر نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے پڑھنے کو بیان کرنا لازم قرار دیا جائے اور حربہ یہ استعمال کیا جائے کہ جو تشہد نماز میں ”علی ولی اللہ“ نہ پڑھے اسے منکر فضائل علی اور حرامی قرار دیا جائے اس سے تمام شیعہ حرامی قرار پائیں گے (العیاذ باللہ) ستم یہ کہ اب کچھ سادہ لوح بے خبر شیعہ عوام نے حرامی ہونے سے بچنے کے لیے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان گمراہ لوگوں کے فریب سے نکالے (امین)۔ مزید برآں ان کے علمی مراکز نجف و قم میں موجود مراجع عظام، مجتہدین کرام سے شیعہ عوام کو بد بین اور منحرف کر دے کیونکہ جب بزمِ خود ان کی علمی مرکزیت ختم ہو جائے گی تو تشیع خود بخود صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اسلام دشمن قوتوں کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کو دکھتا

کے بعد ہم اپنے منظور نظر لوگوں کو لے آئیں گے جو ہماری پالیسیوں کو جاری رکھیں گے۔ ابتدائی دو تین سالوں میں امریکہ کو اٹھائی جانے والی ہزیموں (امریکی سفارتی عملے کو ریغمال بنانے اور صحرائے طمس میں جہازوں کی تباہی) کے بعد اور دنیائے اسلام میں بڑھتی ہوئی اسلامی بیداری، مغرب کے خلاف نفرت اور خصوصاً مختلف ممالک جیسے لبنان، عراق، کویت، بحرین یا پاکستان میں شیعوں کے بڑھتے ہوئے انقلابی اثرات اور جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے بلاخری آئی اے کی ہائی اتھارٹی کا 1983ء میں اہم اجلاس ہوا جس میں لندن سے مشہور زمانہ برطانوی سیکریٹ سروس ایم آئی سکس کا نمائندہ بھی شامل ہوا (برطانیہ کو ان ممالک میں کام کرنے کا وسیع تجربہ حاصل ہے) اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ایران کا انقلاب محض شاہ ایران کی پالیسیوں کی جذباتی ردعمل نہیں بلکہ اس کے پیچھے اور بھی حقائق اور عوامل کارفرما ہیں جس میں سب سے مضبوط عامل شیعہ اسلام میں مذہبی سپریم اتھارٹی کے لیے سیاسی قیادت کا حصول اور 1400 سال قبل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حسین علیہ السلام کی شہادت ہے جس کی عزاداری شیعہ صدیوں سے بڑے گہرے رنج و غم کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہی دو فیکٹر ایسے ہیں جن کی وجہ سے شیعہ دیگر مسلمانوں کی نسبت زیادہ متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔ اس میٹنگ میں طے ہوا کہ شیعہ اسلام کو سمجھنے اور اس پروجیکٹ کی منصوبہ بندی اور عملدرآمد کیلئے اسے ایک علیحدہ مستقل شعبہ بنایا جائے چنانچہ اسکا ابتدائی بجٹ چار کروڑ امریکی ڈالر مختص کیا گیا۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ کے مطابق منصوبہ بندی کے تحت اس پروجیکٹ کو مکمل کرنے کیلئے تین مراحل رکھے گئے۔

① پہلا مرحلہ:- معلومات کا حصول (Data Collection) مکمل سروے اور

اعداد و شمار اکٹھا کرنا۔

② دوسرا مرحلہ: فوری مقاصد (Short Term Targets)

شیعوں کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنا اور بڑے پیمانے پر شیعہ سنی فساد کر کے انہیں سنی اکثریت سے الگ کر دینا تاکہ امریکہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔

③ تیسرا مرحلہ: طویل مقاصد (Long Term Targets) طویل المدت منصوبوں پر عملدرآمد کرتے ہوئے شیعیت کا مکمل خاتمہ۔

پہلے مرحلہ کے تحت دنیا بھر میں ریسرچ اسکالر بھیجے گئے جن میں سے چھ اسکالر صرف پاکستان بھیجے گئے (جن کے نام آرٹیکل میں تحریر ہیں ان میں ڈاکٹر شوم ویل کا بھی نام ہے کہ جس نے کراچی کی عزاداری پر ریسرچ کرتے ہوئے پی ایچ ڈی مکمل کی اور کراچی کی ایک شیعہ آبادی رضویہ سوسائٹی میں Paying Guest کے طور پر مقیم رہا اور ایک جاپانی نژاد عیسائی عورت نکومہ ہے جس نے بلوچستان کوئٹہ میں ہزارہ قوم اور شیعیت پر پی ایچ ڈی مکمل کی) ابتدائی سروے میں درج ذیل سوالات پوچھے گئے تھے۔

① دنیا کے کس کس علاقے میں کتنے شیعہ موجود ہیں؟ ان کے حالات، سماجی، معاشرتی رویے، ان کے عقائد اور اختلافات کیا کیا ہیں؟

② شیعوں کے داخلی تضادات کو کیسے ابھارا جائے؟

③ شیعہ سنی اختلافات کو کیسے بڑھایا جائے؟

تمام ممالک میں ابتدائی سروے اور شیعوں کے متعلق معلومات جمع ہونے کے بعد ڈاکٹر مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ درج ذیل مشترکہ نکات سامنے آئے۔

شیعہ مراجعین اس مذہب کی اصل قوت ہیں جو ہر دور میں مذہب کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہیں انہوں نے شیعیت کی طویل تاریخ میں کبھی کسی غیر اسلامی حاکم وقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اپنے دور کے مرجع وقت آیت اللہ شیرازی کے ایک فتویٰ ہی کی وجہ سے برطانیہ ایران میں داخل نہیں ہو سکا۔

اس نے کہا کہ عراق میں شیعیت کا سب سے بڑا علمی مرکز نجف میں تھا۔ صدام نے اسے خریدنے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ مجبوراً اسے وہ علمی مرکز بند کرنا پڑا اور آج تک وہاں تالے لگے ہیں جبکہ دنیا کے دیگر مذہبی علمی مراکز ہمیشہ حکام وقت کے ساتھ رہے جبکہ ایران کے علمی مرکز قم نے ظالم بادشاہ کا تختہ الٹا دیا اور عالمی قوت امریکہ سے پنجہ آزمائی میں مشغول ہے۔ لبنان میں آیت اللہ موسیٰ صدر کی تحریک نے لبنان سے امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کی فوج کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد اس کے لیے اب تک کی سب سے بڑی مزاحمت حزب اللہ کی صورت میں پیدا کر دی۔ ان باتوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ شیعیت سے براہ راست ٹکرانے میں نقصان زیادہ ہے اور کامیابی کا امکان بہت کم ہے لہذا درپردہ کام کیا جائے۔ چنانچہ پرانے برطانوی قول ”تقسیم کرو اور حکومت کرو“ کی بجائے ہم نے دوسرا اصول اپنایا کہ ”تقسیم کرو اور مٹا دو“ یعنی وجود ہی ختم کرو (یہاں اس نے طویل منصوبہ بندی کا ذکر کیا ہے ہم چیدہ چیدہ نکات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں)۔

❖ شیعیت کے خلاف ان افراد کو مربوط اور منظم کیا جائے جو شیعوں سے شدید نظریاتی اختلافات رکھتے ہیں۔ ایسے افراد کو مربوط اور منظم کر کے شیعوں کے غیر مسلم ہونے کا شوشہ اٹھایا جائے اور انہیں منفی پروپیگنڈے کے زور پر معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جائے، ان کے خلاف نفرت انگیز مواد تحریر کرایا جائے۔ کم پڑھے لکھے یا بالکل ناخواندہ افراد کو مجتمع کر کے ان کی قوت کو پروان چڑھایا جائے جب انکی تعداد قابل قدر ہو جائے تو شیعوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کرایا جائے۔

❖ دوسری طرف شیعہ مراہضین کے خلاف ایک بھرپور محاذ کھولا جائے جو خود شیعوں کے درمیان Fifth Column کے طرز پر ہو اور شیعیت کا چہرہ مسخ کیا جائے تاکہ یہ عوام میں غیر مقبول ہوں اور خود عام عوام کی نفرت کا شکار ہو جائیں۔

✽ اس سلسلہ میں ڈاکٹر مائیکل برانٹ لکھتا ہے کہ شیعیت میں جو عزاداری کی رسوم ہوتی ہیں جن میں وہ کر بلا کے واقعہ کی یاد میں جمع ہوتے ہیں اور ایک آدمی تقریر کرتا ہے اور کر بلا کے واقعہ کو بیان کرتا ہے، مجمع اسے سنتا ہے اور بعد میں نوجوان طبقہ سینہ کو بی و ماتم کرتا ہے۔ یہ مجلس پڑھنے والا آدمی اور یہ مجمع ہمارے لیے بہت اہم ہیں کیونکہ اسی مجلس اور عزاداری سے شیعوں میں جوش و خروش کی خاطر باطل سے لڑنے کی عظیم تمنا پیدا ہوتی ہے لہذا ہم نے کروڑوں ڈالر اپنے بجٹ میں مختص کئے، تقریر کرنے والے اور مجمع کو ہائی جیک کرنے کیلئے اور یہ کام اس طرح ہوتا ہے۔

پہلے مرحلہ میں ایسے شیعہ افراد کا کھوج لگایا جائے جو مفاد پرست ہوں، جن کے عقائد کمزور ہوں اور جو اثر و رسوخ اور شہرت رکھنے والے ہوں پھر ان کے ذریعہ عزاداری میں اثر و رسوخ حاصل کیا جائے اور ان افراد سے مندرجہ ذیل کام لئے جائیں:

① ایسے ذاکروں کو وجود میں لانا اور جو موجود ہیں ان کی سرپرستی کرنا جو شیعہ عقائد کی معرفت نہیں رکھتے۔

② ایسے شیعہ افراد تلاش کرنا اور ان کی مالی مدد کرنا جو تحریک کے ذریعہ شیعہ عقائد اور مراکز پر ضرب لگائیں اور شیعہ بنیادوں کو منہدم کرتے ہوئے اسے مراہمین کی افتراء (جھوٹ) قرار دیں۔

③ عزاداری میں ایسی رسومات کا اضافہ کرنا اور موجود رسموں کو تحفظ دینا جو خود شیعہ عقائد کے خلاف ہوں۔

④ عام معاشرہ میں عزاداری کا ایسا چہرہ پیش کرنا جس میں شیعیت کے علمی پس منظر اور خدمات کی بجائے ایسا محسوس ہو کہ شیعیت جاہل اور توہم پرستوں کا ایک ٹولہ ہے جو محرم کے مہینے میں عام انسانوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے پروگراموں

تمہید سدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا و سيد المرسلين و
على آله الطاهرين الائمة الراشدين و الاوصياء المرشدين و على نوابهم
حملة الدين و الفقهاء المجتهدين و المبلغين العاملين و المؤلفين
الصالحين۔

دین اسلام ایک جامع، عالمگیر، ابدی اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو چند اصول و
فروع کے مجموعے کا نام ہے جس کے بنانے کا حق صرف خداوند متعال کو ہے۔ اس نے
کسی نبی و وصی اور امام کو بھی دین سازی کا اختیار نہیں دیا ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ
دین بنانا خدا کا کام، اس کے بنائے ہوئے دین کو اس کے بندوں تک پہنچانا نبی اور
رسول کا کام ہے اسے پھیلانا اور مشکل وقت آنے پر اپنا سب کچھ قربان کر کے اسے زندہ
جاوید بنانا وصی و امام کا کام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (سورہ تحریم، آیت ۱)

اے نبی! جو چیز اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دی اسے آپ حرام کیوں
ٹھہراتے ہیں۔

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَا خَلْدَ لَهُ مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ (سورہ الحاقۃ، آیت ۴۳ تا ۴۶)

کی تشہیر پر کثیر رقم خرچ کی جائیں اور ذاکرین کی خوب خوب حوصلہ افزائی کی جائے اس
طرح شیعیت جو ایک منطقی قوت رکھنے والا مذہب ہے محض منتوں مرادوں والا مذہب بن
جائے اور اندر سے کھوکھلا ہو جائے اور اس طرح عام عوام میں نفرت اور خود شیعوں میں
انتشار، افتراق اور فساد پھیلے اور بالآخر ان پر مسلح جہادی قوتوں سے ایک فیصلہ کن وار کرا
کر انہیں ختم کر دیا جائے۔

۵ خوب تحقیق کر کے مرہیت کے خلاف مواد اکٹھا کیا جائے اور پھر مفاد پرست گم
نام مصنفین کو یہ مواد فراہم کر دیا جائے اور اس کی طباعت اور اشاعت پر بھرپور رقم خرچ کی
جائے اور ذاکرین اور عام شیعوں تک زیر زمین یہ مواد پھیلایا جائے۔ اس طرح منصوبے
کے آخری مرحلہ میں مرہیت کے خلاف خود شیعوں کی آواز بلند کروا کے 2010ء تک
مرہیت یا دوسرے لفظوں میں شیعیت کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور باقیماندہ شیعوں
کو تتر بتر کر دیا جائے یوں مرہیت جو آج تک حکمرانوں کے آگے سینہ سپر رہی ہے اس کو
خود شیعوں ہی کے ہاتھوں ختم کر دیا جائے۔ آخر میں مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ ان میں سے
کچھ منصوبوں پر عمل ہو چکا ہے اور کچھ ہو رہا ہے اور باقی پر آئندہ عمل درآمد ہوگا۔

اے موالیان حیدر کرا! وہ کون بد نصیب لوگ ہیں جو استعماری طاقتوں کے
ایماں پر صدیوں پڑھی جانے والی نماز، مناجات، دعا کو متنازع بنا کر مذہب اہل بیت علیہم السلام کو
مشکوک بنانے کی جہد نامشکور کر رہے ہیں۔ شیعیت کو کمزور کرنے کے لیے ہمارے علمی
مراکز نجف و قم کی مرہیت کے خلاف بڑے وسیع پیمانے پر مصروف عمل ہیں۔

آئیے ہم سب مل کر ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملا دیں تاکہ ہماری بعد
والی نسل مکتب تشیع میں مشکوک و شبہات کا شکار نہ ہونے پائے۔ ان حالات کو دیکھ کر دل
خون کے آنسو روتا ہے۔

ستم بالائے ستم

PA

<http://fb.com/ranajabirabbas>

سے تعلق رکھتا ہے جو مرجع تقلید سے مربوط ہے اس میں مقلد کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی ذاتی رائے کو فروعی احکام میں داخل کرے بلکہ مقلد کو اپنے جامع الشرائط مجتہد کے فتویٰ پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں تقریر کے علاوہ تحریر کا سلسلہ بھی جاری ہے اور کئدہ ناتراش رطب و یابس جمع کر کے اور تفسیر بالرائے کر کے اور ان آیات و روایات کہ جن کا اس مسئلہ سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ چند وضعی و جعلی روایتوں کا سہارا لے کر شیعہ بیان حیدر کراڑ کے مابین افتراق و تہمت کے لیے مصروف عمل ہیں اور مزید برآں رسالے و پمفلٹ لکھے جا رہے ہیں اور دوسری طرف سادہ لوح عوام کو تعلیمات آل محمدؐ سے برگشتہ کرنے کے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں ہم واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ چند لوگ عوام کی سادہ لوحی سے کھیل کر ملت جعفریہ کو ایک مہلک مرض میں مبتلا کرنے کے لیے آمادہ ہیں جب ان لرزہ آفرین باتوں کا خیال آتا ہے تو دل خون ہو کر رہ جاتا ہے اور شیعہ عوام کی مظلومیت کا یہ حال ہے کہ بقول آتش مرحوم

نہ پوچھ حال میرا چوب خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ مجھے کارواں روانہ ہوا

حالانکہ تمام امراض قلبیہ اور اسقام باطنیہ کا شافی علاج ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی پیروی میں مضمر ہے جبکہ یہ ایک اٹل فیصلہ ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے پیچھے پڑنے سے منع کر دیا گیا ہے ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اور جس بات کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑو۔“ (سورۃ اسراء، آیت ۳۶) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مذہب شیعہ کا دار و مدار اللہ کے قرآن اور چہارہ معصومین علیہم السلام کے عمل و فرمان پر ہے اور یہی شیعہ کا طرۃ امتیاز ہے۔ نماز تو قینی عبادت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت کا ایک ایک ذکر و فعل حکم شارع کا تابع اور پابند ہے اپنی صوابدید سے ایک فعل یا

جہالت اور بے خبری کا بین ثبوت ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ذرا اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ ایسے بے لگام لوگوں نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اس کی زد میں کون کون آتا ہے؟ آیا خود ان کے اپنے آباء و اجداد اور چودہ سو سال کے علماء اعلام اور تمام مؤمنین کرام کے علاوہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام بھی اس کی زد میں نہیں آتے؟ جو کہ صریح کفر و ارتداد کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ

اور جن چیزوں پر تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگاتی ہیں ان کے بارے میں نہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔“ (سورۃ نحل، آیت ۱۱۶)

کیونکہ یا تو ثابت کیا جائے کہ یہ ذوات مقدسہ اور ان کے نائبین یہ فقرہ تشہد میں پڑھتے تھے اصولی قاعدہ ہے کہ لا دلیل علی النافی فی احکام الشرع وانما الدلیل

علی المثبت ”شرعی احکام میں منع کرنے والے کے ذمہ دلیل نہیں (بلکہ) دلیل قائم کرنا تو ثابت کرنے والے کے ذمہ ہے“ لیکن اس سلسلے میں وہ ایک بھی صریح اور صحیح

حدیث پیش نہیں کر سکتے اس سے قطعاً عاجز اور سراسر قاصر اور یقیناً بے بس ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ثابت نہیں ہے ورنہ وہ ذوات مقدسہ اور ان کے نائبین بھی ان طہرانہ کلمات کی

پیٹ میں آجائیں گے۔ مالکم کیف تحکمون؟ آج ہر باشعور انسان ورطۃ حیرت میں ہے اور یہ سوچنے پر مجبور نظر آتا ہے کہ اس پندرہویں صدی میں نماز کے تشہد میں

شہادت ثالثہ کے پڑھنے اور شیعہ کے جلیل القدر فقہاء و علماء اعلام کے خلاف غیر مہذبانہ طرز تکلم کا اتنا زیادہ تکرار اور اصرار سے پروپیگنڈا آخر کیوں کیا جا رہا ہے؟ تو فوراً یہ

حقیقت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ دراصل اس کے پس منظر وہی سامراجی مقاصد کا رفرما ہیں جن کا ذکر ہم نے ابتدائی صفحات میں کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ فروعیات دین

ذکر کو بڑھا نہیں سکتے، چاہے وہ ذکر یا فعل کتنا ہی برحق اور صائب ہو اور جب شہادتِ ثالثہ کو نماز کے تشہد میں پڑھنے کا نہ حکم خدا و رسول موجود ہے اور نہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی امام کا کوئی قول و فعل موجود ہے تو پھر اب پندرہویں صدی میں جبرئیل امین علیہ السلام کوئی نئی شریعت لائے ہیں؟ اور کیا شریعتِ اسلامیہ منسوخ ہو گئی ہے؟

ولایتِ علی کا غلط استعمال

چاہیے تو یہ تھا کہ اس گئے گزرے دور میں محبت و پیار کے جذبات سے اپنے جوش مارتے سینے کے ساتھ لگا کر آپس میں اتفاق و اتحاد کی ترغیب دی جاتی لیکن بد قسمتی سے کچھ لوگ اپنی افتاد طبع کے مطابق شہادتِ ثالثہ اور ولایتِ علی کو بنیاد بنا کر اور ایک جذباتیت و حساسیت کی کیفیت پیدا کر کے مؤمنین کرام کو باہم دست و گریبان کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور چودہ سو سال سے ایک واحد اور متحد ملت کی شکل میں وجود رکھنے والی غیور قوم کو آج انتشار و افتراق کے گھناؤپ اندھیروں کے راستے پر لا کھڑا کر رہے ہیں۔ ہر پتھر دل کو رلا دینے کے لیے صرف یہی بات کافی ہے کہ طے شدہ منصوبے کے تحت ان بے رحم عناصر کی عجیب شاطرانہ چال ہے کہ انہوں نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے ہمارے مولائے کائنات، امام المتقین، باب مدیۃ العلم، مخزن فصاحت و بلاغت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ذات گرامی کو سامنے رکھا اور اپنے گھناؤنے منصوبوں کو پروان چڑھانے کے لیے ان کے پاک نام نامی کو استعمال کرنے کی جسارت کر کے شیعوں کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شیعہ ”امیر المؤمنین“ سے والہانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے عزائم و اہداف کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی دین دار موالی اور حیدر کراز کا حقیقی پیروکار ان کی اس سازش کے خلاف بات کرے تو اسے فوراً منکر علی اور دشمن ولایتِ علی ایسے دل

آزار القابات سے مطعون کرنے کی مذموم سعی کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہیں حقیقت کے جلوے دیکھنے کے بجائے تفریق و عداوت کی چنگاریوں میں دب چکی ہیں جبکہ ہمارا معیار زیست صرف اور صرف مکتب اہل بیت کے بالکل مطابق ہونا چاہیے اس بخلاف ہر عمل خود ولایتِ علی اور ولایتِ آئمہ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

یہ حق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کے بغیر دین کامل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مسلمان ولایتِ علی کو تسلیم نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ایمان ناقص ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ نماز کے تشہد میں اس کی شہادت بلکہ ہر وہ چیز جس پر ایمان لانا ضروری ہے نماز میں اس کا ذکر لازم نہیں ہوتا۔ اگر یہ اصول مان لیا جائے کہ جو نماز میں ولایتِ علی کی شہادت نہیں دیتا اس کا دین ناقص ہے تو پھر عہد رسول اکرم سے آج تک تمام اہل حق، پوری ملت تشیع بشمول آئمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے اصحاب اختیار و فقہاء ابرار کے سب پر یہی الزام لگایا جائے گا کہ ان کا ایمان ناقص ہے کیونکہ ان سب نے اپنی اپنی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی ادائیگی نہیں فرمائی۔ حالانکہ ہم نے تو سارا دین اس کی تفصیل اور نماز کے تمام احکام ان معصومین علیہم السلام سے حاصل کئے ہیں اور ان کی سیرت ہی ہمارا دین اور شریعت ہے۔ دل خون کے آنسو اس بات پر روتا ہے کہ شیعہ دشمن طاقتوں کے ناپاک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے حقیقی شیعہ ٹھہرے، مجتہدین و مراجع عظام اور حقیقی موالیان حیدر کراز، دشمن ولایتِ علی بے دین اور مقصر قرار پائے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہئے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بہیں حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ جو لوگ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی

بنیاد رکھ رہے ہیں یا اس کی ترویج و تشہیر میں سرگرم عمل ہیں وہ خود کبھی نماز کے نزدیک تک نہیں گئے اور اگر کبھی کبھی ان کو نماز پڑھ لینے کا موقع مل جائے تو ان کی اکثریت خود نماز میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھتی۔ یہ بات ہمارے مشاہدے میں آچکی ہے۔ یہ منافقت اور سازش نہیں تو اور کیا ہے؟

ج ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسان کیوں ہو
یہ بات اہل فکر و نظر کے لیے لمحہ فکریہ ضرور ہے۔

اذان میں شہادتِ ثالثہ کا جواز

اس سلسلہ میں بہت سی شرعی ادلہ سے قطع نظر ہم صرف ایک پہلو ”شعار تشیع“ کو ہی موضوعِ بحث بنا کر اذان میں شہادتِ ثالثہ کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اذان اور اقامت مستحب ہیں۔ ان میں شہادتِ ثالثہ کے بلا قصد جزئیات پڑھنے کے جواز پر بلاشبہ تمام مراجع عظام اور علماء اعلام کا اتفاق ہے اور اسے اذان و اقامت میں پڑھنے کو شعار تشیع اور شیعہ کا طرہ امتیاز قرار دیا ہے اور سب کا اسی پر تاہنوز تعامل مستزاد ہے۔ اتنے اہم ترین تعامل سے تغافل نہیں برتنا چاہیے البتہ باعتبار بلا قصد جزئیات کہنے کے عدم جواز پر دلیل درکار ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اذان و اقامت میں ”علی ولی اللہ“ پڑھنا شیعہ کا شعار اور نفاق و ایمان کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں تمام فقہاء کرام کی تصریحات کا استقصاء اور ان سب کو احاطہ تحریر میں لانا تو نہایت دشوار ہے لیکن صرف چند ایک کی فرمائشات یہ ہیں:

علمی دنیا میں فقہ و ادب کے بحر ذخارِ آیت اللہ فی العالمین سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی ۱۳۳۵ھ جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم نقلیہ و عقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر و دہانت فرمائی ہے۔ اذان میں یہ کلمات

کہنے کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ ھٰ علیٰ ان ذلک من قولہ خارج من لفظ الاذان جاز ھٰ اذان میں ان کلمات (شہادتِ ثالثہ) کو اس بنا پر کہا جائے کہ یہ جزء اذان نہیں ہیں تو کہنا جائز ہے۔ (رسائل المرتضیٰ، جلد اول، صفحہ ۲۷۹، مسئلہ نمبر ۱۷، طبع دار القرآن قم)

فقہ تبحر قاضی ابن براجم طرابلسی جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰؑ و شیخ طوسیؑ کے خصوصی تلامذہ میں نہایت نمایاں مقام رکھتے ہیں انہوں نے ”المہذب فی الفقہ“ جو حال ہی میں حضرت آیت اللہ شیخ جعفر سبحانی مدظلہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ حوزہ علیہ کے اساتذہ کی سرپرستی میں قم مقدس سے شائع ہوئی ہے اس کی جلد اول صفحہ ۹۰ باب الاذان و الاقامة میں شہادتِ ثالثہ در اذان کے استحباب کا فتویٰ دیا ہے اسی طرح جواہر الفقہ لابن البراج صفحہ ۲۵۷ مسئلہ نمبر ۱۵ طبع قم کو بھی دیکھا جاسکتا ہے اسی تسلسل کے ساتھ تمام فقہاء نے اس کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ مرجع الامت ساحتہ آیت اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئی (متوفی ۱۴۱۳ھ) شہادتِ ثالثہ کو اذان و اقامت میں پڑھنے سے متعلق بحث میں فرماتے ہیں: ھٰ لا ریب فی ان الشہادة لعلیٰ بالولاية وان لم تکن جزء من الاذان و الاقامة الا انها مستحبة بلا اشکال..... وقد جرت سیرة العلماء علی الشہادة بالولاية منذ عهد بعید من دون نکیر من احدہم حتی اصبح ذلک شعاراً للشيعة و ممیزاً لہم من غیرہم ھٰ بلاشبہ شہادتِ ولایت علیؑ اگرچہ جزء اذان و اقامت نہیں مگر بلا اشکال مستحب ہے اور کافی لے عرصے سے علماء شیعہ کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے اور کسی عالم نے (اذان و اقامت میں ولایت علیؑ کا) انکار نہیں کیا حتیٰ کہ آج یہ شہادت (ثالثہ اور اذان) شیعہ کا امتیازی نشان بن چکا ہے جس سے شیعہ دوسرے (اسلامی) فرقوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔“

آقائے خوئی قدس سرہ کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اذان و اقامت میں شہادتِ ثالثہ کی بجائے آوری پر ہر دور میں شیعہ مجتہدین و علماء کا اتفاق و اجماع رہا ہے۔

آجانب اسی موضوع پر مزید گفتگو کرتے ہوئے اپنے درس خارج کی تقریرات پر مشتمل استدلالی و اجتہادی کتاب ”مستند العروة الوثقی“ جلد ۲، صفحہ ۲۸۸، طبع جدید ایران میں (جو تقریباً چالیس جلدات سے متجاوز ہے) فرماتے ہیں: ﴿وقد اصبحت في هذه الاعصار من اجلي انحاء الشعار و ابرز رموز التشيع و شعائر مذهب الفرقة الناجية فهي اذن امر مرغوب فيه شرعاً و راجح قطعاً في الاذان وغيره﴾ ”ان زمانوں میں تو یہ مذہب شیعہ کا روشن ترین شعار اور مذہب تشیع کا واضح رمز اور فرقہ ناجیہ کی شناخت بن چکی ہے لہذا شرعاً اذان میں ولایتِ علی کی گواہی ایک مرغوب و پسندیدہ امر ہے اور اذان و اقامت میں قطعی طور پر مستحسن اور رائج ہے۔“

مرجع شیعان جہاں آیت اللہ العظمی سید محسن الحکیم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہ (متوفی ۱۳۹۰ھ) نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ”العروة الوثقی“ کی معتد بہ اور مشہور شرح ”مستمسک“ میں ﴿واما الشهادة لعلیٰ بالولاية و امرة المؤمنين فليست جزءاً منهما﴾ کی تشریح میں فرماتے ہیں: ﴿بل ذالك في هذه الاعصار معدود من شعائر الايمان و رمز الى التشيع فيكون من هذه الجهة راجحاً شرعاً بل قد يكون واجباً لكن لا بعنوان الجزئية من الاذان﴾ ”بلکہ اس دور میں اذان کے اندر شہادتِ ولایتِ علی علاماتِ ایمان میں سے ہے اور مذہبِ شیعہ کی پہچان ہے اس اعتبار سے یہ شہادت شرعاً رائج ہوگی بلکہ ایک لحاظ سے واجب ہو جائے گی لیکن بعنوان جزئییت نہیں۔“ (المستمسک شرح العروة الوثقی، جلد ۵،

صفحہ ۵۳۵، طبع نجف اشرف)

اسی طرح آیت اللہ العظمی سید شہاب الدین مرعشی نجفی (متوفی ۱۴۱۲ھ) نے بھی اذان میں ”علی ولی اللہ“ کہنے کو شیعہ کا شعار قرار دیا ہے جیسا کہ ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں: ﴿الشهادة الثالثة في الاذان من شعائر الشيعة﴾ ”اذان میں علی ولی اللہ پڑھنا شیعہ کے شعار میں سے ہے۔“

استاد الفقہاء آیت اللہ میرزا محمد باقر الزنجانی النجفی شہادتِ ثالثہ در اذان کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

﴿اخذ الامامية خلفاً عن سلف فجهروا بتلك الشهادة عقيب الشهادتين في الاذان على المئاذن وفي المساجد و اوقات الصلوات حتى صار ذلك شعاراً لهم﴾ شیعہ امامیہ نے شہادتِ ثالثہ کو نسل در نسل اپنے اکابرین سے حاصل کیا۔ نماز کے اوقات میں مسجدوں کے اندر گلدستہ اذان پر شہادتین کے بعد اس شہادتِ ثالثہ کا اعلان کیا حتیٰ کہ یہ شیعہ کا شعار بن گیا ہے۔

(سرالایمان الشهادة الثالثة في الاذان، صفحہ ۵۲، مطبعة الغری المدینہ نجف، ۱۹۵۵ء)
آیت اللہ سید تقی طباطبائی قمی دام ظلہ اپنی کتاب مبانی منہاج الصالحین، جلد ۴، صفحہ ۳۵۳، باب الاذان والاقامة، طبع دار السرور بیروت میں لکھتے ہیں: ﴿اضف الى ذلك كله ان ذكره في الاذان و الاقامة رمزاً و شعاراً للشيعة ولا اشكال في رجحان ذكره فيهما لكن لا بقصد كونه جزءاً منهما﴾

موجودہ دور کے نامور عالم آیت اللہ صادق شیرازی مدظلہ العالی نے اذان میں شہادتِ ثالثہ کی بجائے آوری کو سیرت فقہاء شیعہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارقام فرماتے ہیں: ﴿كما نص عليه الاخبار و سيرة الفقهاء الشيعة قدس الله اسرارهم و

لکنہا لیست جزاً من الاذان و الاقامة ﴿

جیسا کہ شہادتِ ثالثہ کے اذان میں کہنے پر اخبار وارد ہوئے ہیں اور شیعہ فقہاء کی سیرت بھی یہی ہے لیکن یہ اذان اور اقامت کا جز نہیں ہے۔

(شرح تبصرة المستعین جلد ۱، صفحہ ۹۰، طبع قم)

برصغیر کے مشہور مفسر و فقیہ سرکارِ آیۃ اللہ سید العلماء علامہ علی نقی القزویؒ قبلہ جن کی ذات گرامی شیعہ دنیا میں محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ اذان میں شہادتِ ثالثہ کہنے کے بارے میں کچھ استفسارات ان کی خدمت میں بھیجے گئے تھے جن کے آپ نے فیصلہ کن جوابات مرحمت فرمائے چنانچہ اس سلسلہ میں آنجناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”وہ اشہد ان علیاً ولی اللہ..... ﴿ جزو فرد کامل اذان ہے۔ بغیر اس کے اذان ناقص ہوگی جب کہ اسے ترک کرنے کی بطور پابندی و محو شعار خواہش ہو تو اس وقت اس میں اس کے استحباب کا زندہ رکھنا حفظِ شریعت اور حفاظتِ شعار کے تحت واجب و لازم ہے اور اس کے ترک کا پابند ہونا جائز نہیں ہے۔“

(تحقیق اذان، صفحہ ۵۱، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۵۵ھ)

عصر حاضر کے احنافِ گروپ کے عالم آقائے مرزا حسن الحارثی الاحقانی (متوفی ۱۳۲۱ھ) کا رسالہ عملیہ ”احکام الشیعہ“ حصہ اول مطبوعہ قدیم بیروت ہمارے

سید العلماء کے علمی مقام کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ آیۃ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ کے اساتذہ و شیوخ الاجازۃ میں سے ہیں جیسا کہ آقائے عجبی نے ”المسلمات فی الاجازات“ جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ تا صفحہ ۳۳۶ طبع قم میں ان کا تذکرہ اپنے شیوخ الاجازہ میں کرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ

ابتداء کرتے ہیں:

﴿العلامة الاديب اية الله السيد علي نقی بن السيد ابی الحسن.....﴾

پیش نظر ہے چنانچہ آپ صفحہ ۲۰۰ پر مسئلہ نمبر ۲۷۵ میں اس طرح لکھتے ہیں:

﴿الشهادة الثالثة وهي (اشهد ان علياً امير المؤمنين ولي الله)

ولو انها ظاهراً ليست من فصول الاذان و الاقامة و اجزائهما و لکنها رکن الایمان و کمال الدین و رمز التشیع فلا ينبغي ترکها بنیۃ الزینۃ و الاستحباب ﴿”شہادتِ ثالثہ (اشہد ان علیاً امیر المؤمنین ولی اللہ) اگرچہ بظاہر اذان اور اقامت کی فصول و اجزاء میں سے نہیں ہے لیکن یہ ایمان کا رکن، دین کا کمال اور شیعہ کی علامت ہے لہذا زینت و استحباب کی نیت سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مراجع عظام نے اپنی توضیحات مسائل میں اذان و اقامت دونوں میں شہادتِ ثالثہ (علی ولی اللہ) پڑھنے کا بالاتفاق حکم فرمایا ہے۔ نیز اس کی مواظبت پر عملی توازن بھی ثابت ہے۔ اس پوری کائنات میں جہاں کہیں بھی شیعہ موجود ہیں وہاں اوقاتِ نماز کے وقت تمام اذانوں میں بآواز بلند اس شہادت کا اظہار کیا جاتا ہے اگر کسی اذان میں اس شہادت کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ اہلسنت کی اذان تصور کی جاتی ہے، لہذا شعار تشیع ہونے کی وجہ سے اس کو اذان میں پڑھنا لازمی امر ہے بلکہ تحفظ شعار کے تحت اس کا پڑھنا واجب ہے۔

برسبیل تذکرہ

اب جو برادرانِ اہل سنت شیعہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنی اذان میں ”علی ولی اللہ“ کیوں پڑھتے ہیں؟ ہمیں اس کا تفصیلی جواب دینا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ بات نہایت بسیط و طویل بحث کی متقاضی ہے۔ اس سلسلہ میں دیگر ادلہ قطعیہ سے قطع نظر الحجة للخصم من مسلماته یعنی ”دلیل وہ دی جائے جو مسلماتِ خصم سے ہو“ کے تحت ہم صرف ایک دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ اہل سنت کی تمام عیدین اور جمعہ کے

ہے اس لیے اس کا ترک کر دینا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔“

(نزل الامار، ج ۱، صفحہ ۵۳، طبع سعید المطالع بنارس)

اسی طرح مولانا موصوف نے اپنی ایک دوسری تصنیف ”ہدیۃ المحدثی“ ج ۱، صفحہ ۱۱ طبع میور پریس دہلی میں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ سے نقل نہ ہونے کی وجہ سے اسے بدعت کہا ہے۔ اس درج بالا اعتراض کا جواب دسویں صدی ہجری کے مجدد حضرت احمد سرہندی فاروقی المعروف مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں دے دیا ہے۔ کم از کم برصغیر کا شاید ہی کوئی ایک اہل سنت ایسا ہو جو مجدد الف ثانی کے نام سے واقف نہ ہو ورنہ بہت سارے لوگ ان کے نام اور شخصیت سے آشنا ہیں بہر نوع سر دست الزام علی الخصم ان کی ایک عبارت ہدیۃ قارئین کی جاتی ہے اس پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔ چنانچہ ان کے دور میں قصبہ سامانہ (جو سرہند کے اطراف میں واقع ہے) کی جامع مسجد کے ایک بڑے خطیب نے خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چھوڑ دیا تھا جب اس بات کی اطلاع مجدد الف ثانی کو ہوئی تو آپ سخت برہم و چراغ پا ہوئے اور وہاں کے قاضی صاحبان اور عمائدین شہر کو سرزنش کی، ان کو تہدید آمیز طرز تحریر میں یوں مکتوب گرامی ارسال کیا کہ:

”شنیدہ شد کہ خطیب ان مقام در خطبہ عید قربان ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم را ترک کردہ و اسامی متبرکہ ایشاں را نخواندہ و نیز شنیدہ کہ چوں جمعے با و تعرض نمودند بسہو و نسیان خود اعتذار ناکردہ بتمرد پیش آمدہ و گفتہ کہ چہ شد اگر اسامی خلفاء راشدین مذکور نہ شدہ و نیز شنیدہ کہ اکابر و اہالی آن مقام درین باب مساہلہ و رزیدند و بشدت و بہ غلظت

عربی خطبات میں خلفاء راشدین کے اسماء کا تذکرہ کیا جاتا ہے جبکہ ان کا تذکرہ جمعہ المبارک اور عیدین کے خطبوں میں نہ عہد رسالتؐ میں کیا گیا اور نہ ہی خود خلفاء راشدین کے زمانے میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے بعض علماء نے اس معمول کے عمل کو بدعت کہا ہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے بلند پایہ امام ابواسحاق ابراہیم شاطبی بدعات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والہی لم التزم ذکر الخلفاء الراشدين منهم في الخطبة على الخصوص اذ لم يكن ذالك من شأن السلف في خطبهم ولا ذكره احد من العلماء المعتبرين في اجزاء الخطب وقد سئل اصبح عن دعاء الخطيب للخلفاء المتقدمين فقال هو بدعة ولا ينبغي العمل به و نص ايضاً عز الدين ابن عبد السلام على ان الدعاء للخلفاء في الخطبة بدعة غير محبوبة ﴿

(كتاب الاعتصام، ج ۱، صفحہ ۱۷، ج ۲، صفحہ ۱۱، الطبع الاولیٰ مطبعة المنار مصر، ۱۹۱۳ء)

میں اپنے خطبوں میں خلفاء راشدین کا پابندی سے ذکر نہیں کرتا چونکہ سلف کا اپنے خطبوں میں اس طرح کا معمول نہیں تھا اور نہ ہی معتبر علماء میں سے کسی نے اپنے خطبوں میں خلفاء راشدین کا ذکر کیا ہے اور امام اصبح سے دریافت کیا گیا کہ خطبوں میں خلفاء کی تعریف کرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے اور یہی سوال عز الدین ابن عبد السلام سے ہوا تو انہوں نے یوں صراحت کر دی کہ خطبوں میں خلفاء کی تعریف کرنا بدعت اور غیر پسندیدہ فعل ہے۔

مزید برآں ماضی قریب کے نامور عالم، مترجم صحاح ستہ، علامہ وحید الزمان الحیدر آبادی لکھتے ہیں: ﴿و ذکر الخلفاء فیہا لم ينقل عن السلف الصالحين فسر کہ اولیٰ﴾ اور خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں

بآن خطیب بے انصاف پیش نیا مدند وائی نہ یک بارکہ صد باروائے،
ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط
خطبہ نیست ولیکن از شعائر اہل سنت است ترک نہ کند آن را
بعمد و تمرد مگر کسی کہ دلش مریض و باطنش خبیث است اگر
فرض کنیم کہ بتعصب و عناد ترک نہ کردہ باشد وعید من تشبہ
بقوم فهو منهم را چہ جواب خواہد گفت؟

”معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں خطیب شہر نے عید قربان میں خلفاء
راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر چھوڑ دیا اور ان حضرات کے اسماء مبارکہ کو ذکر نہیں کیا،
نیز معلوم ہوا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے امام صاحب کو توجہ دلائی تو بجائے اس کے کہ
فراموشی وغیرہ کا کوئی عذر کرتے (اس کے برعکس) نہایت سختی اور متمادی انداز میں
جواب دیا اور کہا کہ اگر خلفاء راشدین کے نام نہیں لیے گئے تو کیا ہوا؟ نیز یہ بھی سنا گیا
ہے کہ وہاں کے حضرات نے بھی اس معاملے میں چشم پوشی اور نرمی اختیار کی ہے، سختی کے
ساتھ اس خطیب بے انصاف سے باز پرس نہیں کی افسوس صد افسوس، خلفاء راشدین کا
ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں مگر اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ خطبہ میں خلفاء
راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث، اگر
بالفرض بر بناء تعصب و عناد اسماء خلفاء راشدین کو ترک نہیں کیا ہو تب بھی من تشبہ
بقوم فهو منهم کہ ”جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار
ہوگا“ کا کیا جواب ہوگا؟“

(ملاحظہ ہو: (۱) مکتوبات امام ربانی، ج ۱، صفحہ ۴۳، ۴۲ مکتوب نمبر ۱۵، طبع امرتسر، ۱۹۱۰ء

(۲) مکتوبات شیخ الاسلام حسین احمد مدنی جلد ۳ ص ۷۲ طبع دیوبند)

نیز عصر حاضر کے مولوی محمد یوسف لدھیانوی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب ”آپ کے
مسائل اور ان کا حل“ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ طبع دیوبند میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا
ہے کہ ”خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر خیر مندوب ہے مگر چونکہ یہ اہل سنت کا شعار
ہے اس لیے خلفاء راشدین کے ذکر خیر کو ترک کرنا نہایت نامناسب ہے“
محترم قارئین!

اس بات میں شبہ کا قطعاً کوئی پرتو نہیں ہے کہ کسی خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر
نہ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں نہ تھا بلکہ خود عہدِ خلفاء
راشدین سے بھی ثابت نہیں ہے اور بعد والے زمانہ صحابہؓ میں جو ستر سال کے طویل
عرصے پر محیط ہے کیونکہ صحابہ کا زمانہ ۱۱ھ تک ہے خطبات میں ذکر خلفاء کا التزام نہیں ہوتا
تھا مگر چونکہ ان کے نزدیک یہ سلسلہ قدیم سے چلا آ رہا ہے بایں وجہ اب یہ اہل سنت کا
شعار بن گیا ہے بقول مجدد الف ثانی جس کا جاری رکھنا ان کے لیے ضروری قرار دیا گیا
ہے۔ اذان میں ”علی ولی اللہ“ کے بارے میں ہم پر جو اعتراض وارد کیا گیا ہے اگرچہ اس
کا شرعی دلائل سے جواب موجود ہے تاہم اس کا جواب مجدد الف ثانی کے اسی مکتوب میں
واضح لفظوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کو گہرے زاویہ نگاہ سے ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کی
اذان میں شہادتِ ثالثہ سے متعلق اشکال خود بخود رفع ہو جائے گا۔ اس محولہ بالا عبارت
سے ایک تو یہ امر واضح ہو گیا کہ شعار ہونے کی بنا پر ”علی ولی اللہ و خلیفہ بلا
فصل“ کے کلمات مبارکہ اگر اذان میں پڑھے جائیں تو کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوتا
نیز انسانی فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تحفظ شعار تشیع کے پیش نظر اذان میں امیر
المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور آپ کی خلافت بلا فصل کا اعلان ایک امر ناگزیر
ہے۔ اب شیعوں کی اذان میں محض ”علی ولی اللہ.....“ کے کلمات مبارکہ پر انگشت

تعالیٰ نے ہمیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا ہے، اسی بنا پر خداوند متعال نے بطور فیصلہ فرمادیا: ﴿وَمَا أَمَرَ الرَّسُولُ فَعَلُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورہ حشر، آیت ۷) ”جو کچھ رسول تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو منع فرمائیں اس سے رک جاؤ اور اللہ کا خوف کرو۔ اللہ یقیناً شدید عذاب دینے والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ کا مقصدی و مفہومی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی امر دیں اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجالائیں اور جس کام سے روک دیں اس کے قریب مت جائیں اس لیے کہ اطاعت رسولؐ کے بغیر شریعت پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے ان کی ہر بات اور ہر عمل بہر صورت قانون کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرعی احکامات جو بھی صادر فرمائے ہیں وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہی ہمیں دیئے ہیں چنانچہ نماز سے متعلق سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ﴿صلوا کما رایتہمونی اصلی﴾ ”تم نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔“

اسلام میں نماز تو قیفی عبادت ہے جس کی مخصوص شکل و صورت اور تمام حدود و شرائط خداوند عالم نے متعین کر دیئے ہیں۔ اس میں اپنی طرف سے کمی و زیادتی کرنے والا شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں نمازی نہیں نماز کا چور ہے وہی نماز نوید بننے کی بجائے وعید شدید بن جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز عمل، آپ کے بتائے ہوئے قانون معلوم کرنے کا سرچشمہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں، اب آئیے ذرا اس تناظر میں علوم پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارثان اور صاحبان امر ائمہ اہل بیت علیہم

تقدیر اٹھانا کہنے والوں پر زبان طعن دراز کرنا دیانت اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟
محمد وآل محمد کا بتایا ہوا تشہد

نماز اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو سب سے پہلے امت پر فرض کی گئی۔ اہل ایمان کے لیے وہی نماز فلاح و فوز کی ضمانت ہے جو پورے التزام، مکمل خشوع اور عجز و نیاز کے ساتھ ادا کی جائے۔ نماز انسان کی ایک فطری و جبلی عبادت ہے جو اس امر کی خصوصی متقاضی ہے کہ بندہ مؤمن خداوند متعال کا تقرب حاصل کر لینے کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام سے فائز المرام ہو جائے اور آخرت کے شدید عذاب و عقاب سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (سورہ انفال، آیت ۴۳)

”جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا کر رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ ہی حقیقی مؤمن ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں بڑے مرتبے اور بخشش اور عزت و اکرام والا رزق ہے۔“

نماز دین کا ستون ہے۔ گویا پورے دین کی عمارت اسی ستون کے سہارے قائم ہے۔ اگر اس ستون کو گرادیا جائے یا کمزور کر دیا جائے تو دین منہدم ہو جائے گا۔ نماز کی قبولیت کا مدار و انحصار اس بات پر ہے کہ اسے ابتداء سے انتہا تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وارثان علوم نبیؐ حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ادا کیا جائے دراصل وہی نماز عظیم ثمرات و فوائد کے حصول کا باعث ہے۔ اللہ

۳۔ و عنہ (احمد بن محمد) عن احمد بن محمد بن ابی نصر، قال : قلت لابی الحسن علیہ السلام جعلت فداک، التشهد الذی فی الثانية یجزی ان اقله فی الرابعة؟ قال : نعم۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن سے کہا، میری جان آپ پر فدا ہو، اگر میں دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں پڑھوں تو کافی ہے؟ تو آپ نے فرمایا، جی ہاں۔ (تہذیب الاحکام، جلد ۱، کتاب الصلاة، صفحہ ۱۰۷، حدیث نمبر ۱۱۴۵/۳۷۷) اصول حدیث کے قواعد کے تحت یہ حدیث ”صحیح“ ہے۔
حضرت ابوبصیرؓ سے مروی طویل تشہد:

جناب ابوبصیرؓ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو تشہد کبیر نقل کرتے ہیں وہ پوری سند کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

الحسین بن سعید، عن النضر بن سويد، عن زرعة، عن أبي بصير، عن أبي عبد الله عليه السلام "قال اذا جلست في الركعة الثانية فقل: بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، أَشْهَدُ أَنَّكَ نِعَمَ الرَّبِّ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمَ الرَّسُولِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِي أُمَّتِهِ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ" ثُمَّ تَحْمَدُ اللَّهَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ تَقُومُ فَإِذَا جَلَسْتَ فِي الرَّابِعَةِ قُلْتَ، بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، أَشْهَدُ أَنَّكَ نِعَمَ الرَّبِّ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمَ

الرَّسُولِ، التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ الطَّاهِرَاتُ الطَّيِّبَاتُ الزَّكَايَاتُ الْعَادِيَّاتُ الرَّائِحَاتُ السَّابِغَاتُ النَّاعِمَاتُ لِلَّهِ مَا طَابَ وَزَكَا. وَطَهَّرَ وَخَلَصَ وَصَفَا قَلْبَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، أَشْهَدُ أَنَّ رَبِّي نِعَمَ الرَّبِّ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمَ الرَّسُولِ وَأَشْهَدُ أَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ [وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لَنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ[عَلَى] آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ[عَلَى] آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاعْفِرْ لَنَا وَلِأَخَوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا، رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَآمِنِ عَلَيَّ بِالْجَنَّةِ وَعَافِنِي مِنَ النَّارِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاعْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا. ثُمَّ قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَى أَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَرُسُلِهِ السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، السَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ" ثُمَّ تَسْلِمُ (تہذیب الاحکام جلد ۲، کتاب الصلاة، باب کیفیہ الصلاة وترتبعہا، صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷، حدیث نمبر ۱۱۴۵/۳۷۷ طبع ایران)

یہ حدیث 'مؤثق' درجہ کی ہے۔

حضرت ابوبصیرؓ کی زیر بحث روایت

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں شہادت ثالثہ کا اضافہ ﴿اشہد ان علیاً نعم المولی﴾ کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے حالانکہ اصل حدیث حسب ذیل ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ کہ جناب ابوبصیرؓ نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت تم دوسری رکعت میں بیٹھو تو یہ پڑھو: ﴿بسم اللہ وباللہ والحمد للہ وخیر الاسماء للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعة اشہد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللہم صل علی محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہ و ارفع درجتہ﴾ پھر دو یا تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد کہو اور کھڑے ہو جاؤ، پھر فرمایا: جس وقت تم چوتھی رکعت پڑھ کر بیٹھو تو یہ پڑھو ﴿بسم اللہ وباللہ والحمد للہ وخیر الاسماء للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعة.... الخ﴾

(تہذیب الاحکام، جلد ۲، صفحہ ۹۹، طبع ایران، الوانی)

للشیخ ملا فیض کاشانی جلد ۸ صفحہ ۷۷۰ طبع جدید اصفہان)

مندرجہ بالا اس تشہد کبیر کو جلیل القدر محدثین و فقہاء کرام اور مراجع ذی احتشام نے اپنی بلند پایہ تالیفات میں ارقام فرمایا اور اسے انتہائی معتبر و موثق اور اکمل و افضل قرار دیا ہے۔

(۱) شیخ طوسیؒ اپنی کتاب ”الخلاف“ جلد اول، کتاب الصلوٰۃ مسئلہ ۱۲، طبع نجف میں اس

تشہد کبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اکمل التشہد ما ذکرناہ فی النہایۃ وتہذیب الاحکام... الخ

(۲) ساتویں صدی کے فقیہ اہل بیت نجم الملت والدین محقق علی الاطلاق جعفر بن حسن محقق حلی صاحب ”شرائع الاسلام“ نے ”المعتبر شرح الخضر“ صفحہ ۱۸۹ طبع مجمع الذخائر الاسلامیہ قم میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے یہی تشہد نقل کیا ہے، اس کے ابتدائی کلمات یوں ہیں: ﴿مسئلۃ و افضل التشہد ما رواہ ابو بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا جلست فی الثانیۃ فقل بسم اللہ وباللہ والحمد للہ وخیر الاسماء للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ.... الخ﴾

(۳) شیخ فقیہ ابو جعفر ابن ادریس حلی متوفی ۵۹۸ھ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”کتاب السرائر“ جلد ۱، صفحہ ۲۳۱ پر اسی حدیث مبارکہ کو ترجیح دی ہے۔

(۴) علامہ حلی متوفی ۷۶۱ھ جیسے عظیم المرتبت عالم نے ”تذکرۃ الفقہاء“ جلد ۳، صفحہ ۲۳۶ میں ”مسئلہ ۲۹۶، یستحب الزیادۃ فی التشہد“ میں اس کو اصح و ارجح قرار دیتے ہیں نیز اپنی دوسری کتاب ”منہجی المطلب فی تحقیق المذہب“ جلد ۵ صفحہ ۱۹۲، البحث السابع فی التشہد، طبع مشہد ایران میں اسی طویل کی ابتدا میں لکھتے ہیں اکمل التشہد ما رواہ الشیخ فی الموثق عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال.... الخ۔

(۵) سید الفقہاء شیخ محمد بن جمال الدین العاطلی شہید اولؒ مستشہد ۸۷۶ھ نے اپنی معروف فقہی کتاب ”ذکر الشیعۃ فی احکام الشریعہ“ جلد ۳، صفحہ ۴۱۹، مطبوعہ جدید ایران، میں تشہد کے مسائل بیان کرتے ہوئے ﴿افضلہ ما رواہ ابو بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام﴾ سے آغاز کر کے اس تشہد کو افضل قرار دیا ہے۔

(۶) شیخ زین الدین الدمشقی شہید ثانیؒ مستشہد ۹۶۶ھ نے ”روض الجنان شرح ارشاد الاذہان“ ج ۲، صفحہ ۷۳۸ پر تشہد کے ضمن میں ﴿والزیادۃ فی الدعاء﴾ کے تحت اسی تشہد کو رائج و مختار قرار دیا ہے۔

(۷) عالم تبحر فاضل ہندی متوفی ۱۱۳۵ھ نے اپنی استدلالی فقہی تصنیف ”کشف المنام عن قواعد الاحکام“ صفحہ ۲۳۲، طبع قدیم ایران میں اسی حدیث کو مورد استنباط قرار دیا ہے۔

(۸) بعینہا اسی طرح فقیہ محدث شیخ یوسف بحرانی متوفی ۱۱۸۶ھ، المحقق الناصری، جلد ۸، صفحہ ۲۵۰، طبع دارالاضواء بیروت میں ”افضل الشہد ما رواہ الشیخ فی الموفق عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام..... الخ“ تحریر کر کے اسے ”افضل شہد“ فرمایا ہے۔

(۹) آیۃ اللہ السید محمد جواد عالمی متوفی ۱۲۲۶ھ مفتاح الکرامہ شرح قواعد العلامہ ج ۲ صفحہ ۳۶۶ پر لکھتے ہیں ”ان الافضل فی الشہد ما فی خبر ابی بصیر..... خبر ابی بصیر فی التہذیب بخط الشیخ رحمۃ اللہ.....“

(۱۰) کربلا معلیٰ کے عظیم الشان فقیہ محقق امام القہماء السید علی طباطبائی متوفی ۱۲۳۱ھ نے مختصر النافع پر ضخیم استدلالی کتاب شرح الکبیر معروف بہ ریاض المسائل جلد اول باب الشہد میں مستجاب کے بیان میں اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۱۱) علامہ جلیل القدر آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد باقر الشفی متوفی ۱۲۶۰ھ نے اپنی معلومات آفرین پیکش ”تحفۃ الابرار من آثار الائمة الاطہار“ طبع چاپخانہ سید الشہداء قم ایران صفحہ نمبر ۳۳۸ پر بعنوان ”در بیان امور مستحبہ در مقام شہد است“ کے ذیل میں حضرت ابو بصیرؓ سے یہی طویل شہد نقل کیا اس کے ابتدائی کلمات یوں ہیں:

”در حدیث موثق ابی بصیر“۔

(۱۲) استاد المجتہدین آیت اللہ العظمیٰ میرزا حبیب اللہ ملکی تبریزیؒ نے تہذیب اللعالمہ حلّی کی نہایت مدلل شرح تصنیف فرمائی ہے اس میں انہوں نے شہد کے باب میں

شہادت ثالثہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ حضرت ابو بصیرؓ سے مروی شہد کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وہو رواۃ ابی بصیر المشتملۃ علی الدعاء الطویل وهو الاكمل الافضل من الكل“ (تذکرۃ الادلہ شرح التہذیب، ج ۱ صفحہ ۲۳۳ طبع تہران) ہم اس باب میں انہیں حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ کہیں کثرت حوالہ جات سے قارئین کبیدہ خاطر نہ ہوں وگرنہ ان کے علاوہ بیسویں شیعہ مشاہیر زعماء نے اسی ”تہذیب الاحکام“ والی صحیح حدیث شہد کو ہی مختار فرمایا ہے۔ اب ان واضح فرمائشات سے صرف شہرہ چشم ہی اغماض کر سکتا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ اتنے بڑے فقہاء و مجتہدین نامین امام جنہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت ابو بصیرؓ موثق و معتبر مروی طویل شہد جس میں شہادت ثالثہ کا ذکر تک موجود نہیں ہے کو ترجیح دیتے ہوئے اسے افضل و اکمل قرار دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا کوئی باشعور انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ سب ذی استعداد بزرگ و متبرک ہستیاں جو مذہب اہل بیتؑ کے مرکز و مدار اور قطب ہیں مقصر اور منکر ولایت علیؑ تھے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔

فقہاء اہل بیتؑ نے اپنی فقہی کتب میں شہد کے تمام مستحبات تک گنوائے ہیں اگر شہادت ثالثہ شہد کے مستحبات میں شامل ہوتی تو یقیناً اس کا بھی اپنی تصنیفات میں ضرور اس کا ذکر کر دیتے لیکن کسی فقیہ نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا چنانچہ شہید اول شیخ محمد بن جمال الدین مکی العالمی متوفی ۷۸۶ھ نے شہد کے مستحبات کل ۱۲ ذکر کئے ہیں جو یہ ہیں: (۱) تورک اور اس میں پاؤں کی انگلیوں کو ملا کر رکھنا۔ (۲) رانوں پر ہاتھ رکھنے۔ (۳) گود میں نظر رکھنا۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت دل میں لانا۔

(۵) شریک باری تعالیٰ کی نفی کرنا۔ (۶) معنی رسول کو دل میں لانا۔ (۷) ہر دو شہادتوں پر یقین رکھنا۔ (۸) بائیں طرف اس طرح بیٹھنا کہ دائیں پاؤں بائیں پاؤں کے اوپر ہو اور ذہن میں یہ ہو کہ اے اللہ! باطل کو مٹا اور حق کو قائم کر۔ (۹) بسم اللہ و باللہ۔۔۔ پڑھنا۔ (۱۰) عیدہ و رسولہ کے بعد ارسلہ بالحق۔۔۔ پڑھنا۔ (۱۱) درود کے بعد و تھیل شفاعہ۔۔۔ کہنا۔ (۱۲) الحمد للہ رب العالمین کہنا۔ (کتاب الفقہیہ للشہید الاول، باب الصلوٰۃ)

معلوم ہوا کہ شہادتِ ثالثہ نہ تشہد کے مستحبات میں شامل ہے اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ بنا بریں سبھی محدثین و فقہاء نے فقہی ابواب و عنوانات کے تحت تشہد کے تمام مستحبات و دیگر امور بڑی وضاحت سے ذکر کیے ہیں لیکن ان میں شہادتِ ثالثہ کا سرے سے کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

فقہ الرضا کے مطابق دو رکعتی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہ پڑھی جائے

فقہ الرضا نامی کتاب سے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا پرچار کرنے والے حضرات نے اس کتاب کو بنظر عمیق مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ورنہ انہیں یہ عبادت صاف نظر آتی "فاذا تشهدت فی الثانیۃ فقل: بسم اللہ و باللہ والحمد للہ والاسماء الحسنیٰ کلھا للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ا محمد عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ ولا تنزید علی ذالک

"جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھیں تو یوں کہیں بسم اللہ و باللہ والحمد للہ والاسماء الحسنیٰ کلھا للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

واشهد ا محمد عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعۃ ولا تنزید علی ذالک، اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے"

ح (کتاب فقہ الرضا، باب الصلوٰۃ المفروضہ، صفحہ ۸، طبع قدیم ایران ۱۳۷۲ھ،

ایضاً صفحہ ۱۰۸، طبع جدید ایران ۱۳۷۶ھ)

کتاب "فقہ الرضا" کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دو رکعتی نماز مثلاً صبح کی نماز اور قصر نمازیں وغیرہ یا دوسری رکعت کا تشہد میں صرف شہادتین پر مشتمل تشہد ہی پڑھیں اور اس پر مزید اضافہ نہ کیا جائے، گزشتہ صفحات میں معصومین علیہم السلام کی احادیث مبارکہ میں گزر چکا ہے کہ جو تشہد دوسری رکعت میں یا دو رکعتی نماز میں پڑھا جائے وہی چوتھی رکعت میں بھی کافی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ "فقہ الرضا" کے مطابق دو رکعتی نماز اور دوسری رکعت کے تشہد میں صرف شہادتین پر مشتمل تشہد ہی درست ہے اضافہ ہر گز نہیں کرنا چاہیے، پس فقہ الرضا کی رو سے بھی دو رکعتی نماز اور دوسری رکعت کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں قرار پاتا۔

فقہ الرضا کی رو سے "ان علیاً نعم المولیٰ..." والا تشہد صرف چار رکعتی نماز کے ساتھ خاص ہے، لہذا دو رکعتی نماز یا دوسری رکعت کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا پڑھنا برطابق فقہ الرضا خلاف شریعت ہے۔ جب کہ "فقہ الرضا" نامی کتاب کا چوتھی رکعت کا تشہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی صحیح احادیث سے متصادم ہے۔

اصول حدیث کا ایک اہم ضابطہ

ان معتمد علیہ کتب میں حضرت ابو بصیرؓ سے مروی اس صحیح السند اور موثق تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ موجود نہیں ہے۔ البتہ فقہ مجلسی نامی کتاب کی ایک غیر معتبر روایت میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ پایا جاتا ہے۔ یہاں ایک اہم مسئلہ کی طرف اہل علم و

دانش قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جو اضافہ جمہور ثقات کے خلاف ہو اصول حدیث کے تقاضوں کے پیش نظر اسے رد کر دیا جائے چنانچہ اسلام کے بطل جلیل شہید ثانیؒ فرماتے ہیں: ﴿ولا يقع المزیّد منافیاً لما رواه غیره من الثقات﴾ ایسا اضافہ جو دیگر ثقات کی بیان کردہ روایت کے منافی ہو تو اس قسم کا اضافہ واقع نہ ہو۔ (الرعاية فی علم الدراية صفحہ ۱۲۲، طبع ایران، مقیاس الحدایہ للتحقیق مامقانیؒ صفحہ ۴۲، ۴۳، طبع نجف، ہدیۃ المحدثین، صفحہ ۶۳، مطبوعہ اصفہان) یہی بات علم روایت کے مشہور عالم علامہ جلیل القدر سید حسن الصدر عالمیؒ نے شیخ بہاء الدین عالمیؒ کے رسالہ ”الوجیزہ فی درایۃ الحدیث“ کی شرح ”نہایۃ الدراية“ میں تفصیل سے بیان کی ہے۔ مزید برآں اس فن کی شہرہ آفاق کتاب مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۳۳ نوع نمبر ۱۵ مطبوعہ مصر میں موجود ہے ﴿ان يقع مخالفاً منافياً لما رواه سائر الثقات فهذا حکمه الرد﴾ جو اضافہ جمہور ثقات کی روایت کے مخالف و منافی ہو اس کا حکم رد کا ہے اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، اسی قانون کو معلم ثالث حکیم الہی فقیہ ربانی علامہ میر باقر داماد استرآبادیؒ متوفی ۱۴۰۱ھ نے ”الرواۃ السماویۃ“ صفحہ ۱۶۱، طبع قدیم تہران میں راسخ نمبر ۳۷ ”فی الاقسام الفرعیۃ للحدیث“ کے ذیل میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿و زیادة الثقة الواحد المتفرد بروایتها مقبولة اذا لم تكن منافية لما رواه غیره من الثقات من دونها ولا مخالفة له أصلاً اتفاقاً من العلماء قولاً واحداً و مردوخة قولاً واحداً اذا كانت منافية لمروی سائر الثقات جميعاً، منافاة باتة صرفة من کل وجه﴾ ”زیادتی ثقہ، واحد جو روایت میں متفرد ہو وہ مقبول ہے بشرطیکہ وہ روایت جو دوسرے ثقہ راویوں کے مخالف نہ ہو اور علماء اعلام میں سے کسی ایک کا متفق علیہ قول بھی اس کے مخالف نہ ہو اگر وہ اضافہ باقی ثقات کے منافی

ہو تو ایک قول سے ہی مردود ہے اور وہ من کل وجہ خالص منافات میں شمار ہوگی۔“

اصولی حیثیت سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تشہد میں شہادت ثالثہ کے لزوم کا قول ضعیف ہے یہ اضافہ علی الاطلاق حجت نہیں ہے اسی وجہ سے تمام مشاہیر مراجع عظام اور علماء اعلام نے اصول حدیث کی رو سے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اس قسم کی روایت کو ”معرض عنہا“ کہا جاتا ہے۔ یہ روایت بھی ان ہی غیر مستند روایات میں سے ہے۔ ورنہ ان بنیادی فقہی کتب میں اس کا تذکرہ بھی ضرور ہوتا۔ یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ روایت و درایت کے تقاضے اور ان کے علل غامضہ اکابر فقہاء ہی بخوبی سمجھتے ہیں۔ اس بات پر بھی توجہ دینا نہایت ضروری ہے کہ اس تشہد کی صحت پر تمام مجتہدین کا اتفاق اور اسے تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے جس روایت میں شہادت ثالثہ کا اضافہ نہیں ہے۔ خود چھٹے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس امر کی وضاحت فرمادی ہے کہ ﴿خذوا بالمجمع علیہ فان المجمع علیہ لا ریب فیہ﴾ (اصول کافی) ”جو حدیث بھی مورد اتفاق ہو وہ لے لو چونکہ کسی بھی متفق علیہ چیز میں شک و شبہ نہیں رہتا۔“ انہی بزرگوار نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ ”اگر تمہارے علماء کے درمیان اختلاف ہو جائے تو جس کا قول فقہاء شیعہ کے اجماع کے موافق ہو اسے قبول کیا جائیگا و یترک الشاذ الذی لیس بمشہور عند اصحاب اور قول شاذ جو فقہاء کے نزدیک مشہور نہ ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔“

جمہور فقہاء عظام بالاتفاق اسی تشہد پر عمل پیرا ہیں ان کے نزدیک اضافہ غیر معتبر اور ناقابل عمل ہے اس سلسلہ میں لامحالہ جمہور کا موقف و عمل رائج ہے۔ اس سے انحراف کرنا درست نہیں ہے لہذا فقہ مجلسی اور فقہ الرضا کی ضعیف اور مقطوع السند روایت کو اچھال کر قوم میں انتشار و خلفشار پھیلا کر پیش نماز حضرات کو بالخصوص اور شیعیہ عوام کو

بالعموم پریشان کرنا اور تمام مراجع عظام کے خلاف گندی و غلیظ زبان استعمال کر کے ایمان سوز طرز کلام ایک انتہائی جسارت اور سنگین جرم ہے۔

ماضی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی آگاہ ہیں کہ نائین امام پر ناوک فتنی کرنے، گستاخ حرکتوں کے حامل وجود غبار معصیت بن کراڑ جاتے ہیں شاید ان کے خاتمہ بے لگام نے یہ نہ سوچا کہ ہم آسمان علم و عمل کے کن درخشندہ مہتابوں پر حرف گیری کر رہے ہیں۔ ہم اسے چاند کی طرف منہ کر کے تھوک دینے کی عادت ہی سے تعبیر کریں گے۔ جتنی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے ع

لذا اذا اتك مذمة من ناقض فہی الشہادة لی بانی کامل
اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جب تجھ تک کسی ناقص اور گھٹیا آدمی کی طرف سے میری برائی پہنچے تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں۔

کہاں آقائے حکیم و خوئیؒ اور امام خمینیؒ جیسے نائین امام اور کہاں یہ ظلم و جہول بے بضاعت ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اذان اور نماز میں فرق ہے

اہل علم جانتے ہیں کہ اذان اور نماز کی کیفیت الگ اور جداگانہ ہے چنانچہ بعض امور ایسے ہیں جن کو اذان کے دوران انجام دینا اذان کو باطل نہیں کرتا ہے البتہ اگر وہی امور نماز میں انجام دیئے جائیں تو نماز باطل ہو جاتی ہے مثال کے طور پر وضو کے بغیر اذان ہو سکتی ہے قبلہ رخ کئے بغیر اذان ہو سکتی ہے اذان کے دوران پانی پینا اور عام کلام کرنا بھی اذان میں رخنہ نہیں ڈالتا لیکن اگر یہ امور نماز میں سرزد ہو جائیں تو ان سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اگر اذان میں قصد جزئیت کے بغیر کسی کلمہ کا اضافہ کیا جائے تو اذان باطل نہیں ہوتی لیکن نماز میں کسی قسم کا اضافہ مبطل نماز کا موجب ہے اس لئے کہ نماز کے

تمام اذکار اور واجبات و ارکان کا منصوص ہونا ضروری ہے اگر قرآن و سنت کی واضح نص کے بغیر کسی کلمہ کو بھی نماز میں پڑھ دیا جائے تو وہ مبطل نماز قرار پائے گا لیکن مبطل اذان نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس بات پر مصر ہے کہ تشہد نماز میں دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھنا حکم ہے اس سے کم پڑھنے سے تشہد صحیح نہیں ہوگا تو اس صورت میں بھی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے یہ عمل برخلاف نص صریحی سرانجام دیا ہے لہذا ان تمام دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اذان میں مذکورہ رعایات کا اطلاق نماز پر نہیں ہوتا اگر کوئی شخص یہ رعایات نماز کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی نماز باطل ہوگی کیونکہ نماز میں کمی و زیادتی نہیں کی جاسکتی۔

قابل توجہ نکتہ: یہ امر لائق ذکر ہے کہ جس عہد سے اذان میں شہادت ثلاثہ پڑھا جاتا رہا ہے اگر اسے نماز کے تشہد میں پڑھنے کی اجازت ہوتی تو اس دور سے ہی محققین فقہاء شیعہ تشہد میں شہادت ثلاثہ پڑھنے کی اجازت ضرور دے دیتے۔ ان کا تشہد میں شہادت ثلاثہ کے درپے نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شہادت ثلاثہ صرف اذان میں ہی پڑھی جاسکتی ہے نہ کہ نماز میں۔ اور یہی فقہاء و علماء شیعہ کی سیرت مسترہ اور اجماع عملی ہے۔

نماز میں ”ذکر“ سے کیا مراد ہے؟

نماز کے تمام اجزاء توقیفی ہیں اس میں کمی و بیشی نہیں ہو سکتی البتہ شریعت نے تین چیزوں کے داخل کرنے کی اجازت دی ہے (۱) ذکر خدا (۲) قرآن (۳) دعاء۔ اور تمام شیعہ فقہاء و علماء اعلام کا اتفاق ہے کہ ان کے علاوہ نماز میں کسی قسم کا اضافہ مبطل صلاۃ کا سبب ہے۔ چنانچہ محقق فقیہ السید محمد بن علی الموسوی العاظمیؒ متوفی ۱۱۰۷ھ نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ منافات نماز بیان کرتے ہوئے ”تواطع الصلوٰۃ“

کے تحت رقمطراز ہیں: ﴿اجمع الاصحاب على بطلان الصلوة بتعمد الكلام بما ليس بقرآن ولا ذكر ولا دعاء وقد ورد بذلك روايات كثيرة﴾ فقہاء کا اس امر پر اجماع ہے کہ قرآن، ذکر (خدا) اور دعا کے علاوہ عمداً کلام بطلان نماز کا موجب ہے اور اس ضمن میں کثیر روایات وارد ہوئی ہیں۔ (مدارک الاحکام جلد ۳ صفحہ ۶۳ طبع ایران) یہاں ہر ذکر مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ذکر تحقیقی یعنی صرف خداوند متعال کا ذکر مراد ہے احادیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز کے باب میں جہاں کہیں بھی لفظ ”ذکر“ استعمال ہوا ہے وہاں بلا واسطہ خدا کا ذکر ہی مراد و متعین ہے۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ابو القاسم الخوئیؒ نے اس کی صراحت کر دی ہے: ﴿اذا ذكر الله تعالى في الصلوة او دعا او قرأ القرآن....﴾ (منہاج الصالحین ج ۱ ص ۱۹۲ مسئلہ نمبر ۶۹۲ طبع ایران)

یہاں دو باتیں انتہائی قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جہری نماز میں قرأت سننا واجب ہے لیکن جب اخفاتی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو پہلی دو رکعتوں میں ذکر مستحب ہے وہاں ذکر صرف بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسی طرح جب پیش نماز بھول جائے اور مقتدی اسے یاد دلانے کے لیے جولقمہ دے گا وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر کرے گا مثلاً سبحان اللہ، یا اللہ وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو: العروة الوثقی، باب مبطلات الصلوة، جلد اول، صفحہ ۵۵۴، طبع بیروت، کتاب الصلوة للشیخ آیۃ اللہ العظمیٰ اراکیؒ باب قواطع الصلوة جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ طبع ایران، واما الذکر والدعا والقرآن.....) اس کے علاوہ کسی ذکر برحق کو نماز میں شامل کرنے کی اجازت نہیں ہے مثلاً ذکر تنزیلی جو ائمہ اطہار علیہم السلام کے فضائل و کمالات پر مشتمل ذکر ہے اگرچہ یہ ذکر یقیناً برحق ہے لیکن اس کے باوجود اسے نماز میں پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ اب دیکھیے کہ واجب سجدوں والی چار سورتوں میں سے کسی سورہ کو بھی اگر نماز میں پڑھا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

سورہ الحمد کی جگہ سورہ اخلاص یعنی قل هو اللہ احد اور سورہ اخلاص کی جگہ سورہ الحمد نہیں پڑھ سکتے۔ حالانکہ یہ بھی تو قرآن ہی ہے نماز میں سورہ الحمد کے بعد ”امین“ کہنا اگرچہ چنی نفسہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بظاہر برا نہیں لیکن اسے پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے بہر حال حکم شرعی سے بغاوت کر کے جو عمل بھی بجالایا جائے اگرچہ وہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو پھر بھی وہ باطل ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ شریعت نے اجازت نہیں دی، ہم شریعت کے تابع ہیں اس سے انحراف کا کسی کو حق نہیں ہے۔ علاوہ بریں نماز میں دعا پڑھنے کی اجازت ہے۔ مثلاً تکبیرۃ الاحرام کے بعد سورہ الحمد سے پہلے دعائے توجہ و وجہت و جہی للہی فطر السموات..... پڑھی جاسکتی ہے جس میں مولائے کائنات علی بن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں ”عَلٰی مِنْہَا جِ عَلٰی“ وغیرہ کلمات مبارکہ بھی آئے ہیں چونکہ یہ دعا نصوص صریحہ سے ثابت ہے جیسا کہ من لا یحضرہ الفقہیہ للشیخ صدوقؒ وغیرہ کتب اربعہ میں موجود ہے اسی طرح نماز جنازہ ایک دعا ہے لیکن اس کا قیاس نماز منجگانہ پر کرنا قیاس مع الفارق ہے جو درست نہیں۔ چونکہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے اور بغیر وضو کے جنازہ پڑھا جاسکتا ہے اس لیے یہ حقیقتاً نماز نہیں ہے بلکہ میت کے لیے ایک دعا ہے نماز کی شرائط میں سے کوئی بھی شرط اس میں ضروری نہیں ہے اس پر نماز کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے۔

نیابت امام اور مرجعیت

نیابت خاصہ

زمانہ غیبت صغریٰ جس کی مدت تقریباً ۶۹ یا ۷۴ برس بنتی ہے۔ اس زمانے میں نواب اربعہ امام آخر الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے خاص نائبین جن کا تقرر

خود امام علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اصولی اصطلاح میں اسے ”تعینی“ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے خود اپنے بعد منصب نیابت کے لیے کسی شخصیت کو متعین کر دیا ہو۔ ان خاص نائبین میں سے حضرت عثمان بن سعید عمریؓ جو حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے ان کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام ان کے فرزند حضرت محمد بن عثمان بن سعید متوفی ۳۰۵ھ اس عظیم عہدہ پر فائز ہوئے ان کے ساتھ ارتحال کے بعد بحکم امام علیہ السلام اس منصب جلیلہ کی ذمہ داری حضرت حسین بن روح نوخیز متوفی ۳۲۶ھ کو سونپ دی گئی ان کے واصل بحق ہونے کے فوراً بعد حضرت علی بن محمد السمری متوفی ۳۲۹ھ اس عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ چار نائبین یکے بعد دیگرے مقام نیابت پر مقرر ہوئے ان کی مرجعیت پر تمام شیعوں کا اتفاق رہا ہے۔ رئیس الحمد ثین محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ جنہوں نے زمانہ صغریٰ میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ذخیرہ احادیث کو بیس سال کی مدت میں مدون کیا۔ اس دوران نماز کے تشہد میں علی ولی اللہ نہیں پڑھا گیا اور نہ امام العصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے اس کے پڑھنے سے متعلق کوئی توجیہ مبارک صادر ہوئی ہے۔

نیابت عامہ

اس کے بعد ۳۲۹ ہجری کو فیتہ کبریٰ کے زمانے کا آغاز ہوتا ہے ہی عادل فقہاء کی نیابت عامہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ امام زمانہ نے اپنے ماننے والوں کو جامع الشرائط مجتہد کے سپرد کیا ہے۔ اصولی اصطلاح میں اسے تو صغی کہا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس عہدہ جلیلہ (نیابت عامہ) پر فائز ہونے کے لیے مخصوص اوصاف سے متصف مجتہد اعظم ہوتا ہے جو ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے بتائے ہوئے اوصاف پر کما حقہ پورا اترتا ہو، چونکہ مجتہد شرعی یا عقلی اعتبار سے عملی فرائض یا شرعی احکام کے لئے دلائل حاصل کرنے کی

قدرت تامہ اور ملکہ رکھتا ہے لہذا ان کی طرف مراجعت کرنا ضروری ہے۔ دنیا میں پیش آمدہ تمام دینی مسائل و معاملات کے حل کے لیے ائمہ نے ہمیں مجتہد کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جو شرائط و اوصاف مجتہد میں ہونے چاہئیں وہ صفات خود ان ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے متعین فرمادیئے ہیں۔ چنانچہ گیارہویں لعل ولایت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ایک طولانی حدیث کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فاما من كان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً على هواه مطيعاً لامر مولاه فللعوام ان يقلدوه﴾

”جو فقیہ اپنے نفس کو معصیت سے بچانے والا، محافظ دین، اپنی خواہشات نفسانی کا مخالف، خدا و رسول اور اہل بیت کے حکم کا مطیع ہو تو عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں۔“ (وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱، طبع ایران، احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۵۵، طبع نجف، فرائد الاصول شیخ مرتضیٰ انصاری، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، طبع نجف)

یہ بات طے ہے کہ ایسے عظیم فقہاء جو بیان کی گئی ان صفات کے حامل ہوتے ہیں ان کی تعداد ہر دور میں بہت ہی کم رہی ہے اس حدیث مبارکہ کے آخر میں خود امام نے اس بات کی تخصیص ان الفاظ کے ساتھ فرمادی ہے کہ وذاک لا یكون الا بعض فقہاء الشیعہ لا جمیعہم۔ مذکورہ اوصاف حمیدہ کے حامل تمام فقہاء شیعہ نہیں بلکہ بعض شیعہ فقہاء و مجتہدین ہوں گے۔

تصریحات بالا سے باخوبی ثابت ہو گیا کہ جامع الشرائط مجتہد کی تقلید واجب ہے ہاں البتہ جو علماء قبیح اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں ان کی طرف سے کوئی حکم اور کوئی حدیث قبول کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا ایسے علماء قطعی طور پر عزت و احترام کے قابل نہیں ہیں۔ اسی طرح امام آخر الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف سے توجیہ

جامع الشرائط مجتہد حاکم شرعی اور رئیس مطلق ہوتا ہے

علم و آگہی کے مرکزی شہر نجف اشرف میں جمعیۃ مندی الشر وکلیۃ الفقہ کے نام سے شہرہ آفاق تعلیمی ادارہ کے پرنسپل فخر الحقین آیت اللہ شیخ محمد رضا المظفر الخئی متوفی ۱۳۸۳ھ شیعہ عقائد پر مشتمل اپنی معروف کتاب ”عقائد الامامیہ“ (جو شیعہ مدارس کے نصاب میں شامل ہے) صفحہ ۳۵ مطبوعہ نجف اشرف میں جامع الشرائط مجتہد کے منصبی فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں شیعہ نقطہ نگاہ ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

”انہ نائب للامام علیہ السلام فی حال غیبتہ وهو الحاكم والرئيس المطلق له ما للامام فی الفصل فی القضايا والحکومة بین الناس والراد علیہ راد علی الامام والراد علی الامام راد علی الله تعالى وهو علی حد الشریک بالله كما جاء فی الحديث عن الصادق آل البيت علیہم السلام فلیس المجتهد الجامع لشرائط مرجعاً فی الفتيا فقط بل له الولاية العامة فیرجع الیه فی الحکم والفصل والقضاء وذاك من مختصاته لا یجوز لاحد ان يتولاها دونہ الا باذنه كما لا یجوز اقامة الحدود والتفیرات الا بامرہ وحکمہ ویرجع الیه ایضاً فی الاموال التي هی من حقوق الامام و مختصاته وهذه المنزلة او الرئاسة العامة اعطاها الامام علیہ السلام للمجتهد الجامع لشرائط لیكون نائباً عنه فی حال الغیبة ولذا لک یسمی نائب الامام“ ”مجتہد جامع الشرائط، امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کبریٰ میں ان کا نائب ہے اور لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرنے اور عوام کے مابین شرعی حکم کرنے میں حاکم شرعی اور رئیس مطلق ہے اس کا وہی وظیفہ ہے جو امام کا ہے اس کے حکم کا رد کرنے والا، امام کو رد

مبارک اپنے دوسرے نائب خاص جناب محمد بن عثمان بن سعید کی جانب آئی جس میں زمانہ غیبت کبریٰ میں جامع الشرائط عادل مجتہد کی طرف رجوع کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیہا الی رواة حدیثنا فانہم حججی علیکم وانا حجة الله علیہم“

پس جب تم تازہ ایجاد مسائل و امور سے دوچار ہوں تو ہماری احادیث کے راوی فقہاء کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان (مجتہدین کرام) پر حجت ہوں۔“ (ملاحظہ ہو: اکمال الدین و اتمام النعمہ للشیخ صدوق، ج ۲، صفحہ ۴۸۴، طبع ایران، احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۶۳، طبع نجف) علم رجال کی رو سے اس توفیق مبارک کے راوی جعفر بن محمد بن قولویہ، محمد بن محمد کلینی، محمد بن یعقوب کلینی اور اسحاق بن یعقوب سب کے سب نہایت ہی ثقہ اور قابل وثوق ہیں ان کی وثاقت و عدالت اظہر من الشمس ہے اس لیے حدیث بالکل صحیح ہے۔ یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ امام نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ہماری احادیث کا از خود مطالعہ کر کے شرعی مسائل معلوم کر لینا بلکہ انسانی زندگی کے تمام گوشوں میں علماء کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔

اس پوری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ غیبت کبریٰ کے زمانے والے اہل ایمان کی شرعی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ ہر شعبہ حیات میں مجتہد اعظم کے حکم کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں۔ جن افعال کی نماز میں داخل کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی کوئی مجتہد انہیں داخل نماز کرنے کی اجازت نہیں دیتا اگر ایسی جسارت کرے گا تو اس کا عدل و اجتہاد مشکوک ہو جائے گا اور ایسا شخص قابل محاسبہ ہے۔

کرنے والا ہے اور جو امام کو رد کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو رد کرنے والا ہے جو حد شرک پر ہے جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث مبارکہ میں آیا ہے پس مجتہد جامع شرائط نہ صرف فتاویٰ میں مرجع تقلید ہے بلکہ ولایت عامہ اسی کے لیے ہے، فیصلہ کرنے، حکم شرعی کرنے اور منصب قضاۃ کو سنبھالنے میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لیے اس کی اجازت کے بغیر انجام دینا جائز نہیں ہے جس طرح کہ حدود شرعی اور تعزیرات کو ان کے حکم کے بغیر جاری کرنا جائز نہیں ہے نیز حقوق امام اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے اموال کے تصرف کے سلسلہ میں بھی اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ منزلت اور ریاست عامہ خود امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے مجتہد جامع شرائط کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ ان کی غیبت کا نائب ہو۔ اسی لیے جامع شرائط کو نائب امام کہا جاتا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ شیعہ نقطہ نظر سے عبادات و معاملات میں جامع شرائط مجتہد کی تقلید از حد ضروری ہے۔ تمام پیش آمدہ حوادث و واقعات کے احکام کو قرآن و سنت سے استنباط کرنا اور انہیں نصوص پر منطبق کرنا مجتہد علم کا ہی کام ہے تاہم استنباط مسائل اور نظر و فکر میں معمولی اختلاف و تفاوت ایک فطری بات ہے چونکہ دینی علوم کے فہم و ادراک میں سب فقہاء کا درجہ یکساں نہیں ہوتا ہے بعض کی فتاہت غیر مسلم ہوتی ہے بلکہ ہر دور میں ایسا رہا ہے کہ بعض غیر مسلم فقہی علماء نے محض اپنی تشبیہ کے لیے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے فتاویٰ صادر کرنے سے بھی دریغ نہ کیا جو واضح طور پر قرآن و حدیث اور مراجع عظام کے فتاویٰ کے سراسر خلاف تھے اور یہی فتاویٰ مکتب تشیع کا شیرازہ بکھیرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد ایسی چیز نہیں کہ ہر کس و ناقص اس کا اہل ہو بلکہ اس کے کچھ حدود و قیود اور شرائط ہیں کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ روایات

جنہیں مراجع عظام نے اصول حدیث کی رو سے نظر انداز کر دیا ہے ان کے ظاہری الفاظ سے فقہی نتیجہ نکالتا رہے۔ یہ حق محض ماہرین علم کو ہی حاصل ہے۔ لہذا فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا انتہائی لازم ہوتا ہے بقول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

شریعت اسلامیہ میں فقہات کا معیار متعین کیا گیا ہے جو فقیہ و مجتہد اس معیار کے حامل ہیں۔ عوام کے لیے ان کی تقلید کرنا اور مسائل دینیہ میں ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ ان کے بتائے ہوئے مسائل و احکام پر عمل کرنا اور ان کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنا ہر شیعہ پر لازم و ضروری ہے۔ ان کے فیصلوں کو درخور اعتنا نہ سمجھنا، آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے ارشادات و احکامات جو ہمارے لیے سرچشمہ رشد و ہدایت ہیں کی تکذیب کے مترادف ہے۔ جیسا کہ مکتب تشیع کی اساسی کتاب ”اصول کافی“ باب فضل العلم صفحہ ۳۸، طبع لکھنؤ میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے جس میں موالیان حیدر کرار کو مراجع عظام کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ محصوم فرماتے ہیں:

﴿فإنه قد جعلته عليكم حاكماً فإذا حكم بحكمنا فلم يقبله منه
فإنما استخف بحكم الله وعلينا رد و الرد علينا الرد على الله وهو على
حد الشوك بالله﴾

”سو میں نے فقہاء کو تمہارا حاکم بنایا ہے جب ان کے فیصلے ہماری تعلیمات کے مطابق ہیں اس کے باوجود کوئی شخص ان کے حکم کو نہیں ماننا گویا وہ حکم خدا کو کم مرتبہ سمجھا ہے اور اس نے ہمارے حکم کو رد کر دیا ہے اور ہمارے حکم کو رد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم کو

رو کرنے والا ہے وہ شرک باللہ کی حد پر پہنچا ہوا ہے۔“

معصوم کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ عادل فقہاء و مراجع کے احکام کی تردید کرنا اہل بیت علیہم السلام کی تردید کرنے کے برابر ہے۔ عادل فقہاء نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اب اس کے باوجود اگر کوئی اسے نماز کے تشہد میں پڑھتا ہے تو اس سے معصومین علیہم السلام کے حکم کی نافرمانی لازم آتی ہے۔ تمام مجامع تکالیف میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ارشادات و احکامات کی تعمیل و امتثال خوشنوی خدا اور تمام عبادات و اعمال کی قبولیت کا سبب ہے اور ان سے آباء و اقناع موجب حرمان و خسران ہے۔

تقلید کے اثبات کے لیے کوئی دلیل و برہان درکار نہیں ہے بلکہ یہ ایک بدیہی اور فطری امر ہے کہ ہر انسان اپنے سے زیادہ جاننے والے کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ بموجب انما شفاء العی السؤال کہ یقیناً تا واقف کا علاج اور شفاء اسی میں ہے کہ وہ واقف کار سے پوچھ لے۔ اور اسی رجوع کا نام عرف عام اور ارباب اصول کی اصطلاح کے مطابق تقلید ہے۔

فروعات دین میں تقلید واجب ہے

جن مسائل کا تعلق اعتقاد سے ہے انہیں اصول دین کہا جاتا ہے اور وہ پانچ یہ ہیں: (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت (۵) قیامت، ان میں تقلید نہیں کی جاتی البتہ مجتہد سے دلیل طلب کی جاسکتی ہے اور جن مسائل کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے ان کو فروعات دین کہا جاتا ہے وہ دس ہیں (۱) نماز۔ (۲) روزہ۔ (۳) حج۔ (۴) زکوٰۃ۔ (۵) خمس۔ (۶) جہاد۔ (۷) تولد۔ (۸) تیمم۔ (۹) امر بالمعروف۔ (۱۰) نہی عن المنکر، اصول اور فروعات میں نمایاں فرق یہ ہے کہ جس کا تعلق باطن سے ہے وہ اصول اور جس کا

تعلق ظاہر سے ہے وہ فروعات کہلاتا ہے۔ ان کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے ان میں مجتہد جامع الشرائط کی تقلید ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے۔ فروعات دین میں مجتہد سے دلیل طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جامع الشرائط مجتہد کو فضائل و مناقب پر مشتمل احادیث سنا کر توقیفی عبادت میں اضافے کے درپے ہونا جرم کے علاوہ خود مجتہد کی شان میں انتہائی جسارت اور توہین و گستاخی ہے۔ یہ تو ”کیا پیدی کیا پیدی کا شور با“ والی بات بن جاتی ہے۔ مقلد کو حدود کے اندر رہتے ہوئے محض اپنے مجتہد کے حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

الغرض مسئلہ اجتہاد و تقلید کے سلسلے میں ہمیں مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر مجتہد کی توضیح المسائل میں تقلید کے احکام موجود ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

حضرات مراجع عظام و اساطین علم و تحقیق کے فتاویٰ

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت صغریٰ کے بعد جب غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا تو آپ کے بعد تدریجاً مرحلہ بہ مرحلہ دامن تشیع میں اضافہ ہوتا رہا اور پیروکاران اہل بیت کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ زعامت کبریٰ اور فقاہت عظمیٰ کے مالک و حامل شیخ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ شیخ مفید متوفی ۴۱۲ھ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ ابوالفتح محمد بن علی الکرجکی متوفی ۴۳۹ھ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ آقائے مقدس اردبیلی متوفی ۹۹۳ھ، کربلا معلیٰ کے مشہور اصولی و فقہی محقق محمد باقر وحید بیہانی متوفی ۱۲۰۸ھ سے لے کر ماضی قریب کے آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالحسن اصفہانی متوفی ۱۳۶۵ھ آیت اللہ العظمیٰ السید حسین بروجرودی متوفی ۱۳۸۰ھ آیت اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم طباطبائی متوفی ۱۳۹۰ھ آیت اللہ العظمیٰ السید ابو القاسم الموسوی الخوئی متوفی ۱۴۱۳ھ اور آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؑ ایسے مقاصد شریعت کے رمز

چوتھی صدی (غیبتِ صغریٰ) سے

تیرہویں صدی تک کے تمام فقہاء کا اتفاق

ہم اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہیں چنانچہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ شیعہ کے تمام اعظم مجتہدینؒ چاہے وہ حنفیہ میں ہوں یا متاخرین ان کے درمیان نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے عدم جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ اب ہے اس سلسلہ میں نابغہ روزگار اور مایہ صد افتخار برجستہ شخصیات کی کچھ نگارشات ہم ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

(۱) محدث کبیر شیخ صدوقؒ اپنے والد بزرگوار اور اپنے استاد محمد بن یعقوب کلینیؒ کے زمانہ غیبتِ صغریٰ میں بیس سال سے کچھ زیادہ رہے کیونکہ ان دونوں کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی۔ شیخ صدوقؒ نے ۱۹ سال غیبتِ صغریٰ کا زمانہ پایا ہے۔ آپ کی کتب میں سے سب سے زیادہ شہرت ”من لا یحضرہ الفقیہ“ کو حاصل ہوئی۔ اس کا شمار کتب اربعہ میں ہوتا ہے، چنانچہ آپ نے اس کتاب میں واجب تشہد کے بعد تشہد کے مستحبات بھی بیان کئے لیکن ان میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر نہیں کیا۔ فرماتے ہیں: ﴿بسم اللہ وباللہ والحمد للہ والاسماء الحسنی کلھا للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین یدی الساعة..... اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول.....﴾

(من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹، ناشر جماعت المدرسین، حوزہ علمیہ قم، ایران)

بعینہا یہی تشہد انہوں نے اپنی دوسری و قیغ تصنیف ”المقتع فی الفقہ“ کے صفحہ

۹۵، ابواب الصلوٰۃ، ناشر: مؤسسۃ الامام الہادی، قم المقدسیہ میں بھی درج کیا ہے۔

آشنا، عظیم الشان پیشوا اور مراجع جن کی زندگی اعلیٰ تقویٰ و تورع پر گزری اور ان ہی کی علمی و عملی جدوجہد اور بے پناہ انتھک محنت سے شیعیت نے ارتقائی مراحل طے کیے اور بتدریج ترقی کرتے ہوئے آج ہم تک پہنچی اور روایت کے نقطہ نظر سے ہو یا درایت کے لحاظ سے، یہ سب ان کی شب و روز کی مساعی جلیلہ کا مرہون منت ہے موجودہ اور آنے والی نسلیں اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں ایسے ہی علماء شائخین و بحرین کے بارے میں اقلیم امامت کے دسویں تاجدار ولایت حضرت امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لولا من یبقی بعد غیبة قائمنا من العلماء الداعین الیہ والدالین علیہ والذابین عن دینہ بحجج اللہ والمنقذین لضعفاء عباد اللہ من شباک ابلیس و مردنہ ومن فحشاخ النواصب لما بقی احد الارئد عن دین اللہ ولكنہم الذین یمسکون أزمة قلوب ضعفاء الشیعة کما یمسک صاحب السفینۃ سکانہا اولئک ہم الافضلون عند اللہ عزوجل﴾ (احتجاج طبری صفحہ ۲۵۳ طبع نجف، بحار الانوار ج ۲ ص ۶، باب ثواب الہدایۃ و التعلیم طبع مؤسسۃ الوفا، بیروت) اگر ہمارے حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت کے بعد ایسے علماء موجود نہ ہوتے جو الہی حجوتوں کے ذریعے امام کی طرف دعوت دینے، راہنمائی کرنے اور ان کے دین کا دفاع کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ضعیف الاعتقاد بندوں کو ابلیس کے جال، شیطان صفت سرکشوں کے شر و تہرور اور ناصبیوں کے دام فریب سے بچانے والے ہیں تو کوئی شخص بھی دین اسلام پر باقی نہ رہتا اور مرتد بن جاتا لیکن یہی علماء ہیں جو ان ضعیف الاعتقاد شیعوں کے زمام قیادت کو یوں اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جس طرح کشتی کا ناخدا کشتی کے سواروں کی راہنمائی کرتا ہے اور یہی علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بلند و بالا مقام رکھتے ہیں۔

(۲) مشہور متکلم فقیہ شیخ محمد بن محمد المعروف شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ یہ وہ ذی وقار عالم ربانی ہیں کہ جن کو سلطان مملکت احدیت ہمارے بارہویں امام حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اپنی توفیق مبارک میں ان گرانقدر القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے: **الاخ السديد والولى الرشيد ايها العبد الصالح الناصر للحق الداعى اليه بكلمة الصدق**

”سچ بھائی، ہدایت یافتہ دوست، اے خدا کے پارسا بندے، حق کی نصرت کرنے والے، اور اس کی طرف دعوت دینے والے سچی زبان کے ساتھ۔“

اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے متعصب سنی عالم کو اعتراف کرتا پڑا کہ **له على كل امام منه** ہر مذہب کے امام پر ان کا احسان ہے۔ (لسان المیزان، ج ۵، صفحہ ۱۹۱)

اس جلیل القدر عالم نے اپنی گراں بہا تصنیف ”المقتبہ فی الاصول والفروع“ صفحہ ۱۱۳، باب کیفیت الصلوٰۃ و صفحہ ۱۱۴، طبع جدید ایران، میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں: **بسم الله الرحمن الرحيم وبالله و الحمد لله و الاسماء الحسنی کلها لله..... اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالحق بشيرا و نذيرا..... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمدا نعم الرسول.....**

ان کے علاوہ شیخ ابی یعلیٰ حمزہ بن عبد العزیز الدیلمی المعروف بہ شیخ سلار متوفی ۴۲۸ھ نے اپنی کتاب ”المراسم فی الفقه فی ضمن الجوامع الفقیہ“ صفحہ ۶۳۴ مطبوعہ ایران، ۱۲۷۷ھ میں درج بالا طویل تشہد درج فرمایا ہے۔ آپ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے اجلۂ تلاذہ میں سے ہیں۔

(۳) فقیہ اجل شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ نے اپنی لازوال

کتاب ”تہذیب الاحکام“ (جو کتب اربعہ سے ہے) میں بیستمی تشہد درج کیا جیسا کہ سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح مصباح المجتہد صفحہ ۴۴ طبع ایران آداب الصلوٰۃ الظہر میں موجود ہے۔

(۴) شہرہ آفاق فقیہ شیخ ابو جعفر ابن ادریس حلی متوفی ۵۹۸ھ نے مستحبات تشہد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: **بسم الله وبالله و الحمد لله و الاسماء الحسنی کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله..... اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمدا نعم الرسول.....** (کتاب السرائر الحاوی لتحریر الفتاویٰ، ج ۱، صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱، باب کیفیت فعل الصلوٰۃ، طبع نشر الاسلامی جماعۃ المدرسین، قم)

(۵) جمال العارفین اشرف المجتہدین سید رضی الدین ابو القاسم علی بن موسیٰ المعروف سید ابن طاووس متوفی ۶۶۴ھ فرماتے ہیں کہ **فإذا فرغ من سجدة الرکعة الرابعة جلس للتشهد الآخر** جب چوتھی رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائیں تو دوسرے تشہد کے لیے بیٹھ جائیں اور یہ تشہد پڑھیے: **بسم الله وبالله و الاسماء الحسنی کلها لله..... اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله بالحق بشيرا و نذيرا بین یدی الساعة..... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمدا نعم الرسول اشهد ما على الرسول الا البلاغ المبین اللهم صل على محمد و آل**

۱۔ مزید برآں مصباح المجتہد مطبوعہ کے علاوہ انتہائی قدیم خطی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں بھی محولہ بالا تشہد ہی لکھا ہے۔ (فافہم)

محمد... ﴿فلاح السائل، صفحہ ۱۵۰، مطبعہ حیدریہ، نجف اشرف﴾

(۶) شیخ اجل علامہ علی الاطلاق جمال الدین حسن بن یوسف حلی متوفی ۷۲۶ھ نے اپنی بہت وقیع ذخیرہ معلومات فقہی دستاویز ”تذکرۃ الفقہاء“ جلد سوم صفحہ ۲۳۶، طبع جدید ایران میں ”مسئلہ نمبر ۲۹۶“ و مستحب الزیادۃ فی التشہد بالاذکار المنقولۃ عن اهل البيت عليهم السلام“ کے متصل ہی یہ مستحب تشہد ارقام فرمایا ہے: ﴿بسم اللہ وبالله و الحمد لله و خیر الاسماء لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالحق بشیرا و نذیرا..... اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول.....﴾

یہی تشہد علامہ حلی نے اپنی کتاب ”تحریر الاحکام الشرعیۃ علی مذہب الامامیۃ“ جلد اول، صفحہ ۲۵۷ و ۲۵۸، مطبوعہ مؤسسۃ الامام الصادق، قم ایران، اور شہید اولؒ نے ”ذکر الشیعۃ الی احکام الشرعیۃ“ جلد ۳، صفحہ ۴۰۹، طبع ایران اور کتاب البیان صفحہ ۹۲ طبع مجمع الذخائر الاسلامیۃ قم المقدسہ میں نقل فرمایا ہے۔ علامہ حلیؒ اور شہید اولؒ ایسی شخصیات نے نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

(۷) رئیس السالکین شیخ محقق تقی الدین ابراہیم بن علی الکفعمیؒ متوفی ۹۰۰ھ نے تحریر کیا ہے کہ آخری تشہد میں اس طرح پڑھیں: ﴿بسم اللہ وبالله و الاسماء الحسنی..... و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول و اشهد ان ما علی الرسول﴾۔

(البلد الامین، صفحہ ۱۹، ”ذکر صلوٰۃ الظہر“، طبع مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت)

انہوں نے اپنی دوسری تصنیف ”المصباح“ صفحہ ۲۶ فصل رابع ”ذکر الصلوٰۃ الخمس الیومیۃ“ طبع مؤسسۃ الاعلیٰ بیروت میں مستحبات تشہد کے ضمن میں اسی تشہد کو درج کیا ہے۔

(۸) بطل جلیل زین الدین بن علی عالمی شہید ثانی مستعبد ۹۶۶ھ اپنی تالیف منیف ”روض الجنان“ جو علامہ حلیؒ کی معروف فقہی کتاب ”ارشاد الاذہان“ کی نہایت مبسوط و مدلل شرح ہے آپ اس میں ”والزیادۃ فی الدعاء“ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ تشہد میں یہ پڑھیں: ﴿بسم اللہ وبالله و الحمد لله و خیر الاسماء لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ارسله بالحق بشیرا..... اشهد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللهم صل علی محمد و ال محمد.....﴾ (روض الجنان، جلد ۲، صفحہ ۷۳۸، طبع جدید ایران) علاوہ ازیں محقق شیخ احمد المعروف مقدس اردبیلیؒ متوفی ۹۹۳ھ نے مجمع الفائدة والبرهان شرح ارشاد الاذہان جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ طبع جامعۃ المدرسین حوزہ علمیہ قم ایران میں یہی مستحب تشہد درج کیا ہے۔

(۹) علامہ کبیر جامع المحقول و المعقول شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عالمی المعروف شیخ بہائیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ جن کا اسلوب نگارش غایت درجہ محققانہ ہے انہوں نے اپنے فقہی و دعائیہ ادب کے بیش بہا مجموعے ”مفتاح الفلاح فی الادعیۃ و الاواراد“ صفحہ ۹۵، باب آداب تشہد، میں لکھا ہے: ﴿بسم اللہ وبالله و خیر الاسماء کلہا لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ارسله بالحق بشیرا و نذیراً بین یدی الساعة و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللهم صل علی محمد و ال محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾۔

(کذافی جامع عباسی للشیخ بہائیؒ صفحہ ۵۲ طبع انتشارات فرحانی تہران، رسائل شیخ بہائیؒ، صفحہ ۲۳۹ طبع

انتشارات بصیری قم)

ہیں: ﴿بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ..... وَأَشْهَدُ أَنَّكَ نِعَمُ الرَّبِّ وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمُ الرَّسُولِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ﴾ (کذافی: ذخیرۃ المعاد محقق سبزواری، صفحہ ۲۸۹، طبع نجف)

(۱۳) استاد الفقہاء آیۃ اللہ سید محمد کاظم بن سید عبد العظیم طباطبائی یزدی متوفی ۱۳۳۳ھ کی مشہور عالم فقہی کتاب ”العروة الوثقی“ ناشر مکتب وکلاء الامام الخمینی فی المسائل الشرعیۃ والامور الحسیبہ، بیروت، ہمارے سامنے موجود ہے اس کے حاشیہ پر آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینی، آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد علی اراکی استاد امام خمینی، آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئی اور آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپایگانی کے فتاویٰ بھی درج ہیں گویا یہ کتاب پانچ عالم قدر مراجع جہان شیعہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے اسکے صفحہ ۵۳۶ پر یہ تشہد لکھا ہے: ﴿مَا فِي مَوْثِقَةِ أَبِي بصيرٍ وَهِيَ..... بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلَّهِ..... أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ..... أَشْهَدُ أَنَّكَ نِعَمُ الرَّبِّ وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمُ الرَّسُولِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِي أَمْتِهِ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ﴾۔

ان مذکورہ بالا پانچ عالمی قدر مراجع عظام نے اس کے حاشیہ پر شہادت ثالثہ کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ اگر یہ تشہد میں ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی ہوتا تو اس کے متعلق یہ مراجع عظام ضرور خامہ فرسائی فرماتے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد بلند پایہ فقہاء و مجتہدین نے اس کتاب کو بطور خاص اپنے درس خارج کی بحث کا محور قرار دیا اور اس پر انتہائی اہم استدلالی حواشی تحریر فرمائے ہیں۔

(۱۴) آیۃ اللہ آقائے سید محمد حسن ترحینی عالمی نے شہید ثانی کی مشہور فقہی استدلالی

(۱۰) عظیم محقق محدث کبیر محمد بن حسن کاشانی متوفی ۱۰۹۱ھ استنباطی تشہد اس طرح نقل کرتے ہیں: ﴿بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَأَشْهَدُ أَنَّ رَبِّي نِعَمُ الرَّبِّ وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمُ الرَّسُولِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِي أَمْتِهِ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ﴾۔ (النجاة البيضاء، ج ۱، صفحہ ۳۶۲، طبع انتشارات اسلامی، جامعہ مدرسین، حوزہ علمیہ قم المقدسہ، مصباح الفقہی للہمدانی، جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، طبع قدیم تہران)

(۱۱) فقیہ محدث، عالم تبحر شیخ محمد بن حسن حر عاملی متوفی ۱۴۰۳ھ احادیث کے گرانمایہ شاہکار ”وسائل الشیعہ“ جلد ششم، صفحہ ۳۹۳، باب کیفیۃ التشہد طبع جدید ایران میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی تشہد اس طرح تحریر کرتے ہیں: ﴿بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ نِعَمُ الرَّبِّ وَأَنَّ مُحَمَّدًا نِعَمُ الرَّسُولِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.....﴾۔

علامہ موصوف نے درج بالا تشہد کو من وعن اپنی دوسری کتاب ”بدلیۃ الہدلیۃ“ جلد اول، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ ایران اور ہدلیۃ الامۃ الی احکام الائمۃ، جلد ۳، صفحہ ۱۷۲، طبع بیروت میں بھی نقل کیا ہے۔

(۱۲) علامہ جلیل القدر، فقیہ نامدار، آیۃ اللہ سید محمد باقر حنفی اصفہانی متوفی ۱۲۶۰ھ نے اپنی وقیع پیش کش ”تحفۃ الابرار من آثار الائمۃ الاطہار“ جلد دوم، صفحہ ۲۵۰، مطبوعہ اصفہان، میں مستحب تشہد لکھا ہے اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے چنانچہ فرماتے

کتاب ”شرح لمعہ“ کی مبسوط شرح بنام ”الزبدۃ المفہیہ شرح روضۃ البہیہ“ جلد دوم، صفحہ ۲۱۳، طبع منشورات ذی القربی قم المشرّفہ میں ”والزیادۃ فی الثناء والدعاء“ کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے بعینہا ان ہی الفاظ کے ساتھ یہ تشہد نقل فرمایا ہے فراجع الیہا۔

قارئین کرام! اس سے زیادہ دوسرے متون یا شروح، فقہ کی عبارت نقل کرنا باعث تطویل ہے، ارباب علم خود دیکھ سکتے ہیں احادیث و فقہ کی مشہور اور متداول کتب کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے جن میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ نماز کے مستحب تشہد میں بھی دو شہادتوں کا ذکر موجود ہے مگر تیسری شہادت کا حکم نہیں دیا گیا اسی پر ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور ان ہی کی تقلید و تاسی میں شیعہ فقہاء کا عمل اور اجماع محصل ہے۔

رواں صدی کے مراجع عظام و مجتہدین کے فتاویٰ

شیعہ کے تمام فقہاء و مجتہدین نے شہادت ثالثہ کو تشہد میں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اپنے رسائل عملیہ توضیحات مسائل میں قطعی طور پر اسے درج نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ہر مقلد کو چاہیے کہ وہ ذرہ بھر چوں و چرا کے بغیر اپنے مرجع کی توضیح المسائل پر عمل کرے۔ غیبت کبریٰ سے لے کر بانی انقلاب حضرت آیۃ اللہ العظمی السید روح اللہ الخمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ تک کسی مرجع نے اپنے رسالہ عملیہ میں نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ تاہم کوئی اپنے آپ کو ”مجتہد“ قرار دے کر اس مسئلہ میں تمام فقہاء کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے تو اس کا کیا علاج کیا جاسکتا ہے۔ بہ طور مشتبہ از خوارے ہم یہاں بالا اختصار صرف چند مشاہیر مراجع و مجتہدین کے فتاویٰ درج کئے دیتے ہیں ان کا قطعی و ناطق فیصلہ سنتے چلیے:

دنیاۓ شیعیت کی مشہور شخصیت، فقہ و اصول فقہ کے ہمہ گیر جامع استاد، مفسر عرفائے اعصار، مرجع فضلاء امصار آیۃ اللہ العظمی السید ابوالقاسم الموسوی الخوئیؒ سے

یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ پاکستان میں نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ ﴿اشہد ان علیاً ولی اللہ﴾ کا پڑھنا ایک ایسا امر ہے جس میں نزاع ہے۔

تو اس کے جواب میں آپ نے انتہائی واضح الفاظ میں فرمایا: ﴿بسمہ تعالیٰ از نجائیکہ اجزاء نماز محدود است و وبایستی طبق ادلہ شرعیہ انجام شود آنچه اجازہ دادہ شدہ کہ در اثناء نماز آوردہ شود قرآن و دعا و ذکر خداوند و ذکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است و شہادت ثالثہ اگرچہ بسایر مهم است ولی بیچ کدام از این چہار نیست ولذا ملحق کلام آدمی است کہ در اثناء نماز جائز نیست گفتن آن و مبطل نماز است و اللہ العالم﴾

”بسمہ تعالیٰ۔ اس جہت سے کہ نماز کے اجزاء محدود ہیں شرعی دلیلوں کے مطابق ان کو بجالایا جائے نماز کے درمیان جن چیزوں کے بجالانے کی اجازت دی گئی ہے وہ قرآن، دعا اور ذکر خداوند اور ذکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور شہادت ثالثہ اگرچہ بہت ہی اہم ہے لیکن وہ ان چار میں سے نہیں ہے بس اس لیے یہ کلام آدمی سے ملحق ہے اور نماز کے درمیان یہ جائز نہیں ہے اس کا پڑھنا نماز کو باطل کرتا ہے۔“

اسی طرح سرکار موصوف ایک اور ایسے ہی استفتاء کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لا ریب فی ان الشہادۃ لعلیؑ بالولایۃ وان لم تکن جزاً من الاذان و الاقامۃ الا انها مستحجۃ بلا اشکال وقد ورد الامر بها لخصوص عند الشہادۃ بالرسالۃ بلا تقييد بحال دون حال بل الشہادۃ بالولایۃ مکملۃ للشہادۃ بالرسالۃ وقد جرت سیرۃ العلماء علی الشہادۃ بالولایۃ منذ عہد بعید من دون نکیر من احدہم حتی اصبح ذالک شعاراً

للشيعه و مميز آلهم من غيرهم نعم لا يجوز ذالك فيما هو ممنوع منه في الدين ومن هنا لا تجوز الشهادة الثالثة في الصلوة لان الدين منع عن كل كلام فيها غير القرآن و الذكر و الدعاء فليس كل كلام مستحب في نفسه يجوز في الصلوة ما لم يكن قرآناً او ذكراً او دعاءاً ﴿﴾

”بلا شك وشبہ شہادت ولایت علیؑ اگرچہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے تاہم بلا اشکال شہادت ولایت علیؑ مستحب ہے اور اس کے بارے میں حکم وارد ہوا ہے کہ خصوصاً جب شہادت رسالت دو تو بلا قید و حال ہر مقام پر شہادت ولایت بجا لاؤ بلکہ شہادت ثالثہ تکمیل شہادت رسالت ہے۔ طویل عرصے سے علماء شیعہ کی یہی سیرت چلی آرہی ہے۔ کسی نے انکار نہیں کیا حتیٰ کہ آج یہ شہادت شیعہ کا شعار بن چکی ہے جس سے شیعہ دوسرے فرقوں سے ممتاز ہوتے ہیں ہاں جہاں دین میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے وہاں یہ شہادت بجا لانا جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے نماز میں اس کی بجا آوری جائز نہیں ہے چونکہ دین میں نماز کے اندر قرآن، ذکر اور دعا کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ جائز نہیں اور ضروری نہیں کہ ہر مستحب کلام نماز میں بھی ادا کیا جائے جب تک وہ قرآن و ذکر اور دعا میں سے نہ ہو۔“ (ان دونوں فتوؤں کے عکس اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

اسلام کے نیر تاباں حضرت آیت اللہ العظمی السید روح اللہ المہدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ جن کے سامنے شیعہ دشمن طاقتوں کو پاش پاش ہونا پڑا سے یہ استفاء کیا گیا کہ: ﴿در بعضی از کشورهای خارجی افرادی دیدہ شدہ اند کہ در تشهد نماز خود بعد از شہادتین یعنی شہادت توحید و رسالت، شہادت ثالثہ یعنی شہادت علیا ولی اللہ را می خوانند آیا شہادت علی، امیر المومنین یا دیگر چیز بعد از شہادتین مستحب است یا

مبطل نماز است توضیح بفرمائید؟ ﴿﴾

”ایران سے باہر بعض ممالک میں کچھ ایسے افراد دیکھنے میں آئے ہیں جو نماز کے تشهد میں شہادتین یعنی شہادت توحید و رسالت کے بعد، شہادت ثالثہ یعنی شہادت علیؑ ولی اللہ کو پڑھتے ہیں کیا شہادت علیؑ امیر المومنینؑ یا کوئی دوسری چیز شہادتین کے بعد (پڑھنا) مستحب ہے یا مبطل نماز ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں؟“

تو آپؑ اس کا جواب بایں الفاظ مرحمت فرماتے ہیں: ﴿باید تشهد نماز بہ همان طور کہ وارد شدہ و متعارف است خواندہ شود﴾

ضروری ہے کہ نماز کا تشهد اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وارد ہوا ہے اور جو معروف ہے۔ (استفتاء آت مرجع تقلید جہاں تشیع حضرت امام خمینیؑ، ج ۱، صفحہ ۱۶۷، طبع انتشارات اسلامی، قم) (عکس کتاب کے آخر میں دیکھیں)

آقائے امام خمینیؑ نے اپنے رسالہ عملیہ اور اپنی ضخیم کتاب تحریر الوسیلہ جلد اول صفحہ ۱۲۷ پر اور نماز کے اسرار و رموز اور عرفانی احاث پر مشتمل کتاب ”سر الصلوة“، فصل ۱۱، صفحہ ۲۱۱ ”فی سر التشهد والسلام (التسليم)“ کے تحت تشهد درج کیا ہے اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے۔

استاد الفقہاء حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد باقر زنجانی نجفیؒ جو دقت نظر اور وسعت معلومات میں یگانہ روزگار تھے انہوں نے نماز کے تشهد میں شہادت ثالثہ کی بجا آوری سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارقام فرماتے ہیں:

﴿واما الشهادة بالولاية فلا يؤتى بها في اثناء الصلوة للاخبار الخاصة الناهية عن ادخال الكلام في اثناء الصلاة الا ما كان ذكراً او قرآناً او دعاء و الصلوة على النبي من الدعاء دون الشهادة بالولاية﴾

”شہادتِ ثالثہ کو اثناء نماز میں نہیں بجالانا چاہئے چونکہ اس سلسلہ میں خصوصی

احادیث وارد ہیں جن میں نماز کے اندر سوائے ذکر خدا، قرآن اور دعا کے باقی پر اضافہ سے منع کیا گیا ہے اور پیغمبر پر صلوات پڑھنا دعا میں داخل ہے مگر شہادتِ ثالثہ ان تینوں میں سے کسی کے ضمن میں نہیں آتی۔“ (عکس کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجئے)

ماضی قریب کی عہد آفرین شخصیت حضرت آیۃ اللہ العظمی السید محسن الحکیم طباطبائی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ شہادتِ ثالثہ ”شہادتِ بولایت حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب“ شہد نماز میں اگر بقصد تمین و تترک پڑھی جائے تو کیا نماز اس فعل سے کامل ہوگی یا اس میں کسی قسم کا خلل پڑے گا یا یہ کہ ایمان و اعتقاد پڑھنا درست ہے؟ آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”شہد نماز میں مذکورہ قصد سے پڑھنا جائز نہیں ہے اگر عالماء اہل پڑھا جائے تو نماز باطل ہوگی۔“

حضرت آیۃ اللہ العظمی السید محمد کاظم شریعتمد اراقام فرماتے ہیں: ﴿فان کلام

الادمی ممنوع فی الصلوۃ و الشہادۃ بامرۃ امیر المؤمنین یعد من الکلام ولا یجوز الکلام فی الصلوۃ الا فیما ورد الاذان الخاص والنص بالخصوص وهذا بخلاف الاذان فتکفی فی مشروعیۃ الشہادۃ الثالثۃ فیہ اذا لم یکن بقصد الجزئیۃ المطلقات و العمومات ﴿کلام آدی نماز میں ممنوع ہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی گواہی کلام سے شمار ہوتی ہے اور نماز میں کلام جائز نہیں ہے مگر ان امور کا جن کے بارے میں اذن خاص اور نص خاص وارد ہے اور اذان کا مسئلہ اس کے خلاف ہے چونکہ اگر اذان میں شہادتِ ثالثہ بقصد جزئیت نہ ہو تو اس کی مشروعیت (جواز) کے لیے عمومات اور مطلقات کافی ہیں۔

نجف اشرف کے مشہور مجتہد سہمۃ المرجع الدینی الاعلی آیت اللہ العظمی سید عبد

الاعلی الموسوی السبزواری مستحبات شہد کے بیان میں ارقام فرماتے ہیں:

﴿بسم اللہ و باللہ..... و اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً

نعم الرسول اللہم صل علی محمد و آل محمد﴾ (مہذب الاحکام فی بیان الاحوال و الحرام، ج ۷، صفحہ ۵۵، ۵۶، مطبعۃ الآداب، نجف اشرف، ۱۹۷۸ء)

حضرت آیۃ اللہ العظمی الشیخ جوادی ترمیزی مدظلہ العالی سے شہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ﴿گفتن شہادتِ ثالثہ در نماز باگفتن آن در اذان مختلف است و گفتن آن در اذان منعی ندارد بلکہ از شعائر است ولی در نماز غیر از قرآن و دعا و ذکر خدا و پیامبر صلی اللہ علیہ و آلہ جائز نیست﴾ شہادتِ ثالثہ کا اذان میں کہنے کا حکم نماز سے مختلف ہے اذان میں کہنا کوئی مانع نہیں رکھتا بلکہ شعائر (تشبیح) سے ہے مگر نماز میں قرآن، دعا، ذکر خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کے علاوہ کہنا جائز نہیں ہے۔

حضرت آیۃ اللہ العظمی الشیخ صافی گلپایگانی دام ظلہ سے اس طرح سوال ہوا

کہ ﴿احتراماً باتوجہ بہ شرائط حساس پاکستان نظر مبارک خود را دربارہ قرأت شہادتِ ثالثہ در تشهد نماز بہ طور صریح مرقوم فرمائید؟﴾

آپ نے یوں جواب دیا: ﴿تشہد نماز را ہماں نحوی کہ ماثور

است و در رسائل عملیہ ذکر شد بخوانید و شہادتِ ثالثہ را اضافہ نکنید﴾ نماز کے تشهد کو اسی طریقہ پر جو منقول ہے اور رسائل عملیہ میں ذکر ہوا ہے پڑھیں اور شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہ کریں۔

حضرت آیۃ اللہ العظمی الحاج شیخ محمد فاضل لنکرانی مدظلہ العالی سے پوچھا گیا

کہ شہادت بہ ولایت امیر مؤمنان علیہ السلام در اذان و اقامہ بہ
چہ قصدی گفتہ می شود؟ و آیا صحیح است در تشهد بعد از
شہادت بہ نبوت، شہادت بہ ولایت نیز گفتہ شود؟

اذان اورا قامت میں ولایت امیر المؤمنین کی شہادت کس قصد سے کہی جائے
اور آیا یہ صحیح ہے کہ تشهد میں شہادت نبوت کے بعد شہادت ولایت علیؑ بھی کہی جائے؟

فرماتے ہیں: ﴿ہماں طور کہ در توضیح المسائل مسئلہ ۹۳۸

ذکر شدہ، شہادت بہ ولایت جزء اذان و اقامہ نیست ولی خوب
است بہ قصد قربت گفتہ شود و تشهد نماز را ہماں طور کہ در
مسئلہ ۱۱۲۲ توضیح المسائل بیان شدہ بخوانند﴾

جس طرح توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۹۳۸ میں ذکر ہوا اسی طرح پڑھا جائے
شہادت ولایت اذان و اقامت کا جز نہیں ہے لیکن بقصد قربت کہنا خوب ہے اور نماز کا
تشہد اسی طرح پڑھا جائے جس طرح توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۱۱۲۲ میں بیان ہوا ہے۔“
(جامع المسائل ج ۲ صفحہ ۹۷ سوال نمبر ۲۸۹ طبع ایران)

آیت اللہ فاضل نے جس تشہد کے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تمام واجب نمازوں
کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری، نماز ظہر و عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت میں دوسرے سجدہ
کے بعد بیٹھ جانا چاہیے اور بدن کے ساکن ہونے کے بعد تشہد پڑھنا چاہیے اور تشہد یہ ہے:
﴿اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبده

و رسولہ اللہم صل علی محمد و آل محمد﴾

علاوہ بریں انہوں نے توضیح المسائل، صفحہ ۳۰۸، مسئلہ نمبر ۱۱۲۵ میں مستحب تشہد بھی درج کیا ہے لیکن اس
میں شہادت ثالثہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر شہادت ثالثہ تشہد میں مستحب ہوتی تو آپ یقیناً اس کا ذکر
ضرور کرتے۔

حضرت آیت اللہ آقائے محمد شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ مستحب تشہد اس طرح پڑھیے:
﴿بسم اللہ و باللہ و الحمد للہ و خیر الاسماء للہ و الاسماء الحسنی کلہا
للہ..... اشہد ان محمداً عبده و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً بین
یدی الساعة و اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول﴾ اس کے
فوراً بعد یہ کہے: ﴿اللہم صل علی محمد و آل محمد..... و تقبل شفاعتہ
وارفع درجتہ﴾

(کتاب الفقہ شرح العروة الوثقی، ج ۴، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷، ناشر دارالقرآن الکریم ایران)
استاد کبیر حضرت آیت اللہ تقی طباطبائی قمی دام ظلہ، مہمانی منہاج الصالحین، ج
۴، صفحہ ۵۷۶، باب التشہد، طبع بیروت، میں لکھتے ہیں: ﴿بسم اللہ و باللہ و خیر
الاسماء للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً
عبده و رسولہ..... اشہد انک نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول اللہم
صل علی محمد و آل محمد و تقبل شفاعتہ فی امتہ و ارفع درجتہ﴾

جناب آیت اللہ السید علی الحائریؒ متوفی ۱۳۶۰ھ فرماتے ہیں: ”نماز کے مقررہ
ارکان میں کسی قسم کی تبدیلی، زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی اس لیے تشہد نماز میں اداء شہادت
ولایت کے لیے لوگ مامور نہیں کیے گئے۔“

(نعمتہ خادم الشریعہ علی الحائری بقلمہ، محلہ شیعیان، موچی دروازہ لاہور)

برصغیر کے بطل جلیل سید العلماء آیت اللہ السید علی نقی نقویؒ متوفی ۱۴۰۸ھ رقم
طراز ہیں: ”تشہد میں کسی چیز کا اضافہ درست نہیں ہے۔“ (علی نقی نقوی عفی عنہ)
قارئین باتحکین!

یوں کتب اہل بیت کو تابد سرفراز کر دیا۔ اور اپنی علمی و عملی ضیاء پاشیوں سے تاریک کدہ عالم کو بقیعہ نور بنایا ہے۔ نقل کفر، کفر نباشد کے اصول کے تحت ہم ان شہادتِ ثالثہ در تشہد کے محرک انتہا پسند افراد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ جسارت کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ اس لیے درج نہیں کی کیونکہ یہ سب ولایت علی کے منکر ہیں؟ یا مقصر ہیں؟ (نعوذ باللہ) جبکہ آج دنیا بھر یعنی برصغیر پاک و ہند اور دیگر اسلامی ممالک میں کثیر تعداد انہی کے مقلدین کی ہے انہوں نے شہادتِ ثالثہ نہ خود پڑھی، نہ اپنے مقلدین کو پڑھنے کا حکم دیا اور نہ ہی اپنی توضیحات مسائل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

امام کی براہ راست تقلید کے دعویٰ کا ابطال

ایک الناک صورت حال یہ بھی ہے کہ اس وقت مرجعیت بلکہ پوری شیعیت کے خلاف بیگانے تو بیگانے رہے خود اپنوں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بڑی بے دردی کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ اب دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں زمانے کے پیش آمدہ جدید مسائل خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، ہر پہلو کے حوالے سے اپنے مرجع تقلید کی طرف رجوع کرنا ہوگا یا ان کی توضیح المسائل سے دیکھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔ بارہ اماموں کا ہمیں یہی حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ مجتہدین و فقہاء اہل بیت اور ان کے جمع کئے ہوئے اخبار و آثار کے ذخیرے کے ذریعے ہی مذہب شیعہ ہم تک پہنچا ہے ان مقتدائے ارباب فہم کے ارشادات، ان کی کتب معتبرہ و متداولہ جو ایک نادر ذخیرہ کی صورت میں خلف کے لیے باقی رہ گئی ہیں کی نفی کرنے سے ہمارے ہاں کچھ رہتا ہی نہیں۔ ان ہی کے طفیل ولایت اہل بیت ہمارے قلب و ذہن میں جا گزری ہوئی۔ خدا نہ کرے اگر کوئی شخص تقلید سے منحرف ہو چکا ہے۔ مجتہد اعظم کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور کہتا ہے کہ میں مولا علی کی تقلید کرتا ہوں، مولا حسین کی تقلید کرتا ہوں یا امام

ہے۔ اب ذرا سطور ذیل میں درج کیے گئے مراجع عظام کے رسائل عملیہ کا چشم بصیرت اور انتہائی تعمق و ژرف نگاہی سے مطالعہ فرما کر مزید تسلی و تشفی کر لیں۔

- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجرودی : توضیح المسائل صفحہ ۱۷۵۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم : توضیح المسائل صفحہ ۱۹۹۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئی : توضیح المسائل صفحہ ۲۰۵۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الموسوی خمینی : توضیح المسائل صفحہ ۱۶۹۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپایگانی : توضیح المسائل صفحہ ۱۸۵۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیدستانی الحسینی دام ظلہ الوارف : توضیح المسائل صفحہ ۱۷۲۔
- ✽ شیخ الجہدین آیۃ اللہ العظمیٰ محمد علی اراک : توضیح المسائل صفحہ ۱۹۸۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمود الشاہرودی : توضیح المسائل صفحہ ۲۰۵۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبدالاعلیٰ سبزواری : توضیح المسائل صفحہ ۲۵۴۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ مکارم شیرازی مدظلہ : توضیح المسائل صفحہ ۲۷۹۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد جواد تبریزی : توضیح المسائل صفحہ ۱۸۹۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد روحانی مدظلہ : توضیح المسائل صفحہ ۲۵۰۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین النجفی مدظلہ : توضیح المسائل صفحہ ۲۳۷۔
- ✽ آیۃ اللہ العظمیٰ لطف اللہ صافی گلپایگانی : توضیح المسائل صفحہ ۲۱۹۔

چوتھی صدی (غیبت صغریٰ) سے زمانہ حاضر تک کے ان درج بالا آیات عظام اور مجتہدین جن کے بحر علمی، ثقاہت و فقاہت پوری علمی دنیا پر پوشیدہ نہیں ہے۔ جن میں اکثریت سادات کی ہے جنہوں نے خون جگر سے گلشن تشیع کو لازوال بہاروں سے رونق بخشی، بعض نے جان عزیز کا نذرانہ پیش کر کے تاریخ کے بے شمار خونی اوراق رقم کئے اور

زمانہ کی تقلید کرتا ہوں اور کسی جامع الشرائط مجتہد کا مقلد نہیں ہوں تو یہ بلاشبہ حکم امام کی خلاف ورزی ہے جو صریحاً ضلالت و گمراہی کا راستہ ہے۔ ایسے شخص کو فوراً توبہ و انابت کرنی چاہیے کیونکہ سرچشمہ علوم و حکمت ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ہی ہمیں جامع الشرائط مجتہد کی تقلید کا حکم دیا ہے جن کا شرعی اور فقہی مسائل میں التفات و اشتغال ہمہ وقت رہتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ ایک بحث میں ہم بتا چکے ہیں۔ امام کی تقلید نہیں اطاعت کی جاتی ہے اگر پھر بھی وہ اسی بات پر مصر ہے تو میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ چارہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی امام نے بھی تشہد میں علی ولی اللہ نہیں پڑھا۔ مگر آج ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کی بجائے الناصریہ سے استہزاء کیا جا رہا ہے اور پھر مزید برآں یہ کہ ان کے شیعہ ہونے کا دعویٰ بھی دامن گیر ہے؟

بہنیں تفاوت راہ از کجاست تا کجیا

محبت کا تقاضا محبوب کی اتباع ہے

جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ محبت ظاہر کرنے کا معیار اگر نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنا ہی ہے تو پورے چودہ معصومین علیہم السلام، ان کے نائبین، مجتہدین و علماء اعلام اور مؤمنین باتمکین نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھتے تھے اور جو عہد حاضر میں موجود ہیں تو ان سب کے متعلق کیا خیال ہے؟ اور پھر اس سے بڑھ کر یہ ظلم کہ آنا فانا آگ بگولہ ہو کر جسے چاہیں مقصر و غالی بنا دیں اور جس کو چاہیں موالیٰ بنا ڈالیں۔ حالانکہ ائمہ اطہار نے اس طرز عمل کی نفی فرمائی ہے البتہ مؤمن ہمیشہ خدا و مصطفیٰ اور ائمہ ہدیٰ کے حکم کا تابع ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا مشہور فرمان ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُ لَمْ يَأْخُذْ دِينَهُ عَنْ رَأْيِهِ لَكِنْ اتَّاهَ عَنْ رَبِّهِ** تاخذ بہ المؤمن اپنا دین اپنی رائے سے نہیں لیتا بلکہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے

آتا ہے اور وہ اس کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ اب فرمائیے کہ شریعت اسلامیہ میں ذاتی پسند و ناپسند کا معیار چہ معنی دارد؟ محبت کا معیار دراصل محبوب کی اتباع اور اس کی پیروی ہے۔ ولایت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے نقش قدم کو خضر راہ بنایا جائے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ **ع ان المحب لمن يحب مطيع، محب اپنے محبوب کا مطیع اور تابع ہوا کرتا ہے لہذا جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کی اتباع اور شریعت مقدسہ کی پابندی کرنے والے ہیں درحقیقت وہی جناب امیر علیہ السلام کے محبت اور صحیح معنی میں مؤمن ہیں کیونکہ اتباع و اطاعت کو ہی اصل معیار محبت قرار دیا گیا ہے۔**

کہیں ہم بنی امیہ کی روش پر تو نہیں چل رہے؟

بنو امیہ کا عہد مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا۔ وہ اسلامی تعلیمات و احکام سے قطعاً نابلد تھے۔ ان کے زمانہ میں ہر طرف ظلم و ناانصافی، باہمی نفاق اور جنگ و جدال کی تاریکی چھائی ہوئی تھی حتیٰ کہ روزمرہ ادا کی جانے والی عبادت (نماز) تغیر و تبدل کا شکار ہو گئی تھی جو ان کے خوفِ خدا اور آخرت کی باز پرس سے غفلت و بے دینی کا ثبوت ہے۔ بنو امیہ کے ہاتھوں دست برد اور تغیر و تبدل کا شکار ہونے والی عبادات میں سے چند ایک یہ ہیں:

- (۱) نماز میں بسم اللہ بالجہر کو ترک اور منع کرنا۔
- (۲) نماز میں سورۃ الحمد کے بعد ”آمین“ کہنا ایجاد کیا۔
- (۳) نماز کی تکبیرات کو ترک کرنا۔
- (۴) نماز کے طریقہ میں عمومی تبدیلیاں۔
- (۵) نماز عیدین میں خطبے کو مقدم کرنا۔

(۶) احکام دین میں عمومی اور ہمہ گیر تغیر و تبدل وغیرہا۔

چنانچہ امام بخاری نے اموی عہد میں دین کے مکمل تغیر و تبدل پر دلالت کرنے والی ایک دو روایات انس بن مالک صحابی سے صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب تنضیع الصلوٰۃ عن وقتها جلد اول صفحہ ۶۷ طبع مصر میں درج کی ہیں۔ اس سلسلے کی ایک روایت یوں ہے کہ امام شہاب الدین زہری کا بیان ہے کہ ”میں دمشق میں حضرت انس بن مالک کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ﴿لَا اعرَفُ شَيْئًا مَّا ادرَكَتْ اِلَا هَذِهِ الصَّلَاةُ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيَعَتْ﴾ جو دین میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں پایا تھا اس میں سے کوئی چیز مجھے اب دکھائی نہیں دیتی صرف یہ نماز ہے یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے۔“ حافظ ابو داؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ ”مسند“ صفحہ ۲۷، رقم ۲۰۳۳، طبع حیدر آباد دکن میں مزید لکھا ہے کہ انس بن مالک نے جب یہ بات کہی کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کی کوئی چیز اس وقت نہیں دیکھ رہا تو راوی نے دریافت کیا:

يا ابا حمزة والصلوة قال اوليس احدثتم في الصلوة ما احدثتم

اے ابو حمزہ (انس بن مالک) کیا نماز بھی اپنی حالت پر قائم نہیں رہی؟ تو انہوں نے جواب دیا کیا تم نے نماز میں وہ نئی چیزیں شامل نہیں کر رکھیں جو تم نے نئی چیزیں اختراع کی ہیں۔

مدینہ منورہ میں مروان بن حکم، معاویہ کی طرف سے گورنر تھا اس لیے نمازیں

۱۔ مزید برآں اس سلسلہ میں بنی امیہ کی طرف سے سنت رسول ﷺ کی پامالی اور دین اسلام میں تغیرات اور ان پر سیر حاصل تبصرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف ”الهدية السنية بجواب تحفه الناعشرية“ کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔

پڑھانا بھی اسی کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ اموی حکمران عہد عثمانی سے ہی خود نمازیں پڑھاتے چلے آ رہے تھے۔ امام الانبیاء ﷺ کی بتائی ہوئی نماز پڑھنا پڑھانا انہیں انتہائی ناگوار تھا۔ عوام تو خاموشی سے اس صورت حال کو برداشت کر رہے تھے لیکن اسلام کا درد رکھنے والے بعض صحابی اس فعل پر ان کی شدید مذمت کرتے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اسی نوعیت کا ایک واقعہ منقول ہے کہ وہ نماز کے معاملے میں مروان بن حکم کی مخالفت کیا کرتے اور اس کے ساتھ نماز نہ پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ مروان نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آخر ایسا کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے صاف صاف فرمادیا: ﴿انسی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلاة ان وافقته وافقتک وان خالفته صلیت وانقلب الی اہلی﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تو نے نماز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی تو میں تیری موافقت کروں گا اور اگر تو نے آپ کی نماز کے طریقے میں مخالفت کی تو میں (الگ) نماز پڑھ کر واپس گھر چلا جاؤں گا۔

(ملاحظہ فرمائیں: المعجم الکبیر طبرانی، ج ۴، صفحہ ۱۵۶، حدیث نمبر ۳۹۹۳۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، صفحہ ۴۰۹)

ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اس احتجاجی رویے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حکمران بنو امیہ سنت کے مطابق نہ نماز پڑھتے اور نہ ہی پڑھاتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ کی یہ صدائے احتجاج چراغ مصطفویؐ کے نور کو بچانے کی ایک کوشش تھی جس سے حق کے متلاشی اب بھی حق کی جستجو کیلئے استفادہ کر سکتے ہیں۔

دیوبند کے امام العصر علامہ محمد انور شاہ محدث کاشمیری اسی صحابی رسول حضرت عمران بن حصینؓ والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ﴿قولہ صلیت خلف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ای بالبصرة و دل الحدیث علی جریان التهاون فی اعداد التکبیر فی زمن الراوی﴾ بصرہ شہر میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز ادا کی، یہ حدیث راوی کے زمانے میں تکبیر کے عدد کے بارے میں انتہائی غفلت اور لاپرواہی کے عام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔“ (فیض الباری شرح صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۵، طبع ڈاحیل) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو یہی بات کہی کہ آج علیؓ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلا دی اور ساتھ یہ بھی کہا: ﴿کننا نصلیہا مع النبی اما نسیناہا و اما ترکناہا عمداً یکبر کلما خفض و کلما رفع و کلما سجد﴾ ہم اس کو بھول گئے یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی اوپر اٹھتے یا نیچے جھکتے اور سجدہ کے وقت تو تکبیر ضرور کہا کرتے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۱۳۰، طبع دیوبند)

حضرت علیؓ کے بصرہ میں وارد ہونے سے پہلے وہاں بنو امیہ کے مقرر کردہ حکمران (ائمہ مساجد) تمام سفید و سیاہ کے مالک تھے۔ عام ملکی امور کے فیصلے کرنے اور مساجد میں نماز و جمعہ کی امامت انہی کے سپرد تھی انہوں نے چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ اجتماعی طور پر ادا کی جانے والی عبادت کو بعض صحابہ کرام کی موجودگی میں اس حد تک متغیر اور ناقص کر دیا تھا کہ جب وارث علوم پیغمبر حضرت علیؓ وہاں پہنچے اور نماز پڑھائی تو عمران بن حصینؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو نماز کا بھولا بسرا طریقہ یاد دلا دیا۔ اسی تسلسل کے ساتھ باقی ائمہ اطہار علیہم السلام امت اسلامیہ کو پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز کی تعلیم دیتے رہے۔ ہر امام نے اپنے عہد میں مسلمانوں کو یہی نماز یاد دلائی

ائمہ اہل بیتؑ نے نماز کو ہر قسم کے تغیر سے بچایا ہے

جب مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے بصرہ میں جا کر نماز پڑھائی تو جن لوگوں نے سید الکائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تھیں بے ساختہ بول اٹھے کہ اس عظیم ہستی نے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ کر دی ہے۔ ضرغام سائب، اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ کے بارے میں صحابہ کرام کی یہ بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہے چنانچہ اس سلسلے میں صحیح مسلم باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۶۹ کی روایت قابل ملاحظہ ہے:

”حضرت مطرف بن عبد اللہ سے مروی ہے: ﴿صلیت انا و عمران بن حصین خلف علی بن ابی طالب فکان اذا سجد کبر و اذا رفع راسہ کبر و اذا نهض من الركعتین کبر فلما انصرفنا من الصلوٰۃ قال اخذ عمران بیدی ثم قال لقد صلی بنا هذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم او قال قد ذکرنی هذا صلوٰۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم﴾ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدے کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعات پڑھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے، جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح انہوں (علیؓ) نے نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ حضرت علیؓ نے مجھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔“

(کذا فی صحیح بخاری، ج ۱، ص ۹۴، طبع مصر، المعجم الکبیر، ج ۱۸، ص ۹۸/۹۷، طبع بغداد)

کیا شہادتِ ثالثہ در تشہد بوجہ تقیہ ترک کی گئی؟

امام الانبیاء نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور گیارہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ادوار میں، ان کے بعد بارہویں امام کے ظاہری دور میں، اس کے بعد غیبتِ صغریٰ اور کبریٰ کے زمانہ میں اسی تسلسل کے ساتھ چوتھی صدی ہجری سے لے کر پندرہویں صدی تک کہیں کسی موقع پر نماز میں شہادتِ ثالثہ کا عمل نہیں بجالایا گیا اور نہ ہی اس کی بجا آوری کا حکم دیا گیا۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی جانب سے غیر ذمہ دارانہ گفتگو کی جاتی ہے اور بار بار اس بات پر اصرار کیا جاتا ہے کہ تشہد میں شہادتِ ثالثہ کو تقیہ کی بنا پر نہیں پڑھا گیا؟ تو اس سے متعلق جواباً گزارش ہے کہ یہ محض سطحی قسم کی ایک بات ہے تاہم بلاشبہ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ شیعوں پر محبتِ اہل بیت کے ناقابلِ معافی جرم میں ناقابلِ بیان ظلم و ستم کی ایک طولانی تاریخ ہے بعض ادوار میں تقیہ جیسی شرعی رخصت سے استفادہ کرنا پڑا ہے مگر نماز ایک مخفی اور محدود عمل ہے جس میں تقیہ کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا البتہ نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کے عمل میں تقیہ کیا جاسکتا ہے چونکہ اس کا تعلق ظاہر سے ہے لیکن نماز کے تشہد میں تقیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ اخفاتی عمل ہے۔ یہاں تقیہ کا تصور ہی ایک غیر معقول اور مضحکہ خیز ہے البتہ اذان کا معنی ”اعلام“ ہے جس کی غرض و غایت بلند آواز کے بغیر پوری نہیں ہوتی، اگر انہوں نے ”علی ولی اللہ۔۔۔۔۔“ اذان جیسے عمل میں شامل کر لیا ہے لیکن نماز میں شامل نہیں کیا، حالانکہ اس سے کسی قسم کا تصادم رونما ہونے کا خطرہ بھی لاحق نہیں تھا چونکہ نماز ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے جبکہ تقیہ ہمیشہ ایسے عمل میں کیا جاتا ہے جو دوسروں تک واضح انداز میں پہنچے اور اس سے دوسرے متاثر ہوں، اذان جو بلند آواز سے دی جاتی ہے اس میں تقیہ ہو سکتا ہے۔

لیکن جو لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر بنی امیہ کے نظریات سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا ہو گئے انہوں نے بنی امیہ کے حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی نماز کے اکثر ارکان کو نظر انداز کر دیا اور نسلِ انسانی کی اکثریت ہمیشہ گمراہ رہی ہے جو ابھی تک اسی راہ پر گامزن ہے۔ اللہ رب العزت نے اس امر کی بھی وضاحت فرمادی ہے: ﴿وَمَا أَكْفُرُ النَّاسَ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ ”اور آپ کتنے ہی خواہش مند کیوں نہ ہوں ان لوگوں میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ (سورہ یوسف، آیت ۱۰۳) لیکن جو پاکباز لوگ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے حلقہٴ بگوش اور ان سے وابستہ رہے، ان کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر اپنی حیاتِ مستعار کے لحاظ گزارے ان کی نماز وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔ تمام اسلامی فرقوں میں سے صرف شیعین حیدر کرار ہی کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ان کی نماز وہی ہے جو محمد و آل محمد علیہم السلام کی نماز ہے اور ہر قسم کی کمی و بیشی سے محفوظ ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے نماز کے تمام واجبات و مستحبات صرف زبانِ اقدس سے ہی نہیں بتائے بلکہ عملاً بجالا کر امتِ اسلامیہ کو نماز کی تعلیم دی ہے۔ تفصیل کے لیے فروع کافی للشیخ کلینی جلد سوم صفحہ ۳۱۱، وسائل الشیعہ للشیخ حر عاملی جلد ۶، صفحہ ۲۵۷ اور دیگر شیعہ کی فقہی کتب دیکھی جاسکتی ہیں اور جو مسائل ہمیں ان نفوسِ قدسیہ سے دستِ بدست پہنچے ہیں اور ہمارے فقہاء نے ان کو اپنی فقہی و روایتی دستاویزات میں محفوظ کیا ہے ان کو ”اصول مسائل متعلقہ“ کہا جاتا ہے لہذا نماز وہی درست ہے جو آلِ محمد کے حکم کے مطابق ہو۔ کیونکہ نماز کا تعلق عقیدت سے نہیں بلکہ حکم سے ہے جس چیز کا حکم خدا اور رسول اور ائمہ معصومین علیہم السلام دیں وہی چیز نماز میں پڑھی جاسکتی ہے۔ ہم بجا طور پر فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نماز دستِ بدست آئی ہے جو ہر کی و بیشی سے محفوظ ہے۔

اول تو یہ کہ پہلے ہمیں حکم اولیٰ اور حکم ثانوی کا فرق سمجھنا چاہیے جبکہ تقیہ حکم ثانوی ہے ہر حکم کا موضوع ہوتا ہے اور موضوع کے موجود ہونے پر ہی حکم نافذ العمل ہوتا ہے بنا بریں تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے بارے میں تقیہ ثابت کرنے کے لیے یہ امر بھی ثابت کرنا ہوگا کہ حکم تقیہ کے تمام شرائط ہمیشہ ہر زمانے اور ہر مقام میں موجود تھے؟ جبکہ اس کائنات بسط میں انسان کے حالات و کیفیات بدلتے رہتے ہیں۔ باطنی اور ظاہری حالت بھی مد و جزر کا شکار رہتی ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب دفع ضرر بالفعل واجب ہو تو ایسے وقت میں تقیہ کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن اسے دوام و استمرار لازم نہیں ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ادوار کو دیکھ لیجئے بعض ائمہ کو پوری طرح تبلیغ کا موقع ملا اور بعض کا احاطہ تبلیغ محدود رہا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد مبارک میں علوم آل محمد کی خوب اشاعت ہوئی اور کتب تشیع کی ترقی و ترویج اپنے نقطہ عروج پر نظر آتی ہے۔ ان کی محفل ایک مدرسہ فکر و نظر تھی جہاں سے ہر باصلاحیت مومن علوم و کمالات کے جوہر حاصل کر کے قریب اور دور دراز علاقوں میں جا کر پوری آزادی کے ساتھ مذہب اہل بیت کی تبلیغ میں منہمک تھا کوئی تاریخ نہیں بتلاتی کہ اس وقت نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھی جاتی ہو۔ خود امام اور ان کے کسی صحابی نے تشہد میں اسے نہیں پڑھا۔ بحمد اللہ آج وہی نماز ہمارے پاس موجود ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں آل بویہ کی شیعہ حکومت تھی کئی سال یہی حکومت برقرار رہی تاہم تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی گئی جبکہ اذان میں ”علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل“ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ پانچویں صدی سے لے کر نویں صدی ہجری تک اہل تشیع کی تعداد میں مسلسل خاطر خواہ اضافہ ہوتا رہا۔ دسویں اور بارہویں صدی کے دوران صفوی خاندان کی شیعہ حکومت رہی۔ مذہب شیعہ کو سرکاری طور پر تسلیم

کیا گیا۔ اسی تسلسل کے ساتھ اذان میں شہادتِ ثالثہ پڑھی جاتی تھی لیکن تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا حالانکہ تقیہ کا زمانہ نہیں تھا ہمیشہ شیعہ حکومتیں رہی ہیں شیعہ پوری آزادی سے نمازیں پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اسلامی انقلاب آیا جس کی ضوفشانیوں نے پوری دنیائے اسلام کو روشن اور تابندہ کر دیا۔ زمام حکومت نائب الامام ثمنی قدس سرہ اور دیگر بلند پایہ مجتہدین کے ہاتھ میں تھی اور اب بھی عالی قدر مجتہدین کی سرپرستی برقرار ہے تقیہ نہ ہے دنیائے شیعیت کی عظیم دانشگاه نجف اشرف نائبین امام و مجتہدین کی جدوجہد سے چل رہی ہے مذہب اہل بیت علیہم السلام کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے لیکن کسی جگہ بھی نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہ پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بحث کا حاصل اور لب لباب یہ ہے کہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ اس بات کا گواہ ہے کہ کوئی تقیہ نہیں ہوا درحقیقت تشہد میں کہیں بھی شہادتِ ثالثہ کی بجا آوری کا حکم نہیں دیا گیا۔

شہادتِ ثالثہ کے جواز میں دیئے گئے دلائل کے جوابات پہلی دلیل:-

فقہ الرضا صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ قم، المحدث الناضرہ جلد ۸، صفحہ ۴۵۱، مطبوعہ ایران، رسالہ قوانین الشرعیہ صفحہ ۳۲۵ طبع بیروت، بحار الانوار ج ۸۴ صفحہ ۲۰۹ طبع بیروت انوار شرعیہ از مولانا حسین بخش جاڑا مرحوم صفحہ ۵۷، ان سب کتب میں نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا پڑھنا لکھا ہے۔

جواب:-

تشہد میں شہادتِ ثالثہ کے اثبات میں دیئے گئے درج بالا حوالہ جات بالکل

بے سود ہیں۔ اس لیے کہ محولہ کتب میں بیان کی گئی روایت کا اصل ماخذ ”فقہ الرضا“ یا ”فقہ الرضوی“ نامی کتاب ہے جس کا مؤلف ابھی تک معلوم نہ ہو سکا، اس لیے اس کی صحت مشکوک ہے۔ ایسی کتاب کی روایت کو مدار استدلال ٹھہرا کر مداخلت فی الدین کرنا شریعت اسلامیہ سے کھلی بغاوت ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(الف) بحار الانوار جلد ۸۴ صفحہ ۲۰۴ طبع مؤسسۃ الوفا بیروت میں یہ تشہد جس میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر ہے فقہ الرضا سے نقل کیا گیا ہے۔ بحار الانوار اگرچہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے لیکن اس میں ضعیف، موضوع اور صحیح ہر قسم کی روایات درج ہیں جیسا کہ حوزہ علمیہ نجف و قم سے علم رجال و اصول حدیث کے مختص استاد آیت اللہ آصف محسنی مدظلہ نے ان روایات کی صحت و عدم صحت پر ”مشرعہ البحار“ کے نام سے دو جلدیں تحریر کی ہیں بلکہ خود علامہ مجلسی نے بھی بحار کے مقدمہ میں اس امر کی وضاحت کر دی ہے اب صاحب نظر محقق کا یہ کام ہے کہ وہ ان روایات کی اصول حدیث کے تحت تحقیق کر کے ضعیف اور صحیح احادیث کے درمیان فرق واضح کرے۔ حالانکہ علامہ محمد باقر مجلسی نے اسی کتاب باب التشہد و احکامہ صفحات ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰ پر روایت نمبر ۱۵، ۱۹، اور نمبر ۲۲ میں جو تشہد ”فلاح السائل“، ”دعائے الاسلام“ اور ”المعتمر“ کے حوالے سے لکھا ہے وہ فقہ الرضوی کی نسبت کہیں زیادہ مستند اور متفق علیہ ہے، جمہور شیعہ کا عمل بھی اسی پر

اجتہاد سید العلماء اپنی تصنیف ”تدوین حدیث“ ص ۳۱ طبع لکھنؤ میں بحار کی روایات پر تہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ماننا ناگزیر ہے کہ موصوف (علامہ مجلسی) نے نقل احادیث میں احتیاط سے کام نہیں لیا ہے اور اس لئے بحار میں غث و بین سب کچھ نظر آتا ہے اور مراہیل کی بھرمار ہے یہی وہ چیز تھی جس کیلئے قدام اصحاب اصول اربعہ مآۃ کا انتخاب اور محمد بن قدام نے کتب اربعہ کی تدوین کی تھی تاکہ غیر مستند روایات کا ذخیرہ ہماری احادیث میں مخلوط نہ ہونے پائے۔

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ مجلسی نے باب التشہد میں فقہ الرضا کا تشہد درج ہی نہیں کیا۔
(ب) حدائق ناضرہ جلد ۸ صفحہ ۳۵۱ تالیف شیخ یوسف بحرانی متوفی ۱۱۸۶ھ طبع مؤسسۃ النشر الاسلامی قم میں یوں ہے: ﴿قال فی الفقہ الرضوی فاذا جلست فی الشانیۃ...﴾ اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ شیخ یوسف بحرانی ”فقط ناقل کی حد تک ہیں۔ چونکہ روایت نقل کرنا اس کا مستلزم نہیں کہ نقل کرنے والا خود اس کی صحت کا معتقد بھی ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب حدائق نے افضل التشہد ما رواہ الشیخ فی الموثق عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام... الخ کہہ کر اس تشہد کو اختیار کیا ہے جسے شیخ طوسی نے موثق ذریعے سے بروایت ابو بصیر امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہیں ہے۔ اس سے خود مصنف کا نظریہ واضح ہو گیا ہے۔
(ج) مستدرک الوسائل جلد ۵، صفحہ ۱۷، ابواب التشہد میں فقہ الرضا سے نقل ہوا۔ جبکہ علامہ نورانی نے اپنی اسی کتاب کے صفحات ۸، ۹، ۱۰ پر شیخ صدوق، شیخ طوسی اور سید ابن طاووس کی تصنیف کردہ کتب معتبرہ ”المعتمد“، ”مصباح المعتمد“ اور ”فلاح السائل“ سے جو منتخب طویل تشہد درج کیا ہے اس میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر نہیں ہے۔ اصولی اعتبار سے ان مذکورہ کتب کے مقابل ایک مجہول المؤلف کتاب فقہ الرضوی (فقہ الرضا) کی کچھ حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس سے ترجیح بلا مرجع لازم آتی ہے۔

(د) رسالۃ القوانين الشرعیۃ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶ تالیف مولانا محمد علی طباطبائیؒ میں ہے:

لے ﴿ایک مضحکہ خیز لطیفہ﴾ مولانا موصوف شام کے باشندے ہیں۔ کچھ عرصہ اسلام آباد اور سندھ میں رہے۔ ان سے ایک مؤمن نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی آدمی نماز کے رکوع و سجود میں صرف یا علی یا علیٰ پڑھتا رہے اس کی نماز ہو جاتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں بے شک۔ وہ صرف یہی کلمات پڑھ لے اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔ ﴿انا لله وانا الیہ راجعون﴾۔ ”فگر ہر کس بقدر ہمت اوست“ سچ ہے

ورد عن الامام الرضا (علیہ السلام)..... انہوں نے بغیر کسی تحقیق کے کتاب فقہ الرضا سے لفظ بہ لفظ نقل کر لیا ہے۔

(ھ) مولانا حسین بخش جازا صاحب نے اپنی کتاب انوار شرعیہ ص ۷۵ طبع اول، میانوالی میں شہادت ثالثہ والی روایت مستدرک الوسائل ہی سے نقل کی ہے جس کا ماخذ فقہ الرضا ہے لیکن جازا صاحب نے اپنی پوری زندگی میں عملی طور پر تشہد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھی۔ ہر چند کہ خود راقم السطور کو بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کے اکثر مواقع میسر آئے لیکن انہوں نے قطعی طور پر تشہد میں شہادت ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی اپنے مقتدیوں کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ صرف کتاب میں لکھا ہوا ہونا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آیا صاحب کتاب خود بھی اس کا قائل اور عامل ہے جبکہ انہوں نے شہادت ثالثہ سے متعلق اپنا نظریہ اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر یوں بیان کر دیا ہے کہ

”ائمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے۔ تشہد میں حضرت امیر المؤمنین (علیہ السلام) کی ولایت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موٹگانی ہے کیونکہ درود میں سب آل محمد شامل ہیں۔“

قارئین کرام! ہم متعدد معتبر و مستند اور ان سے بھی زیادہ مقدم وثقہ کتب کے حوالے سے تشہد کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ”فقہ الرضا“ نامی کتاب کے مندرجات کو بغور و فکر ملاحظہ کر

مزید برآں تفسیر انوار انجبت جلد ۹ ص ۵۶ بذیل عنوان ”کیفۃ اذان و اقامت و نماز“ لکھتے ہیں کہ دور حاضر کے مجتہد علم آقا محسن الحکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علی کی شہادت کا اضافہ مطلق نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حد یقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

لینے کے بعد اس کی توثیق و تصدیق حضرت امام محمد تقی (علیہ السلام)، حضرت امام علی نقی (علیہ السلام)، حضرت امام حسن عسکری (علیہ السلام) اور بارہویں سرکارِ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ارشادات سے پیش کی جاتی تاکہ عوام کی آنکھیں روشن ہو جائیں اور اصل ماخذ کی اہمیت و حیثیت بھی آشکارا ہو جاتی لیکن ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ بات کہیں گے کہ طلوع آفتاب قیامت تک اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے ع

ایں خیال است و محال است و جنون

مزید برآں ”فقہ الرضا“ نامی کتاب کی نسبت ثامن الائمہ حضرت امام رضا (علیہ السلام) کی طرف دینا ہی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کتاب کی صحت انتساب میں کلام ہے۔ اس کے ناسئل پر لکھا ہوا ”المنسوب للامام الرضا علیہ السلام“ پر غور کیجئے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یہ کتاب امام (علیہ السلام) کی تالیف نہیں ہے اور یہ نسبت حقیقی نہیں بلکہ جعلی ہے۔ اس کتاب کی خود اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امام کی کتاب نہیں ہے، مثلاً ”میں روایت کرتا ہوں“، ”روایت کی گئی ہے“، ”روایت کرتا ہے“، ”ہم روایت کرتے ہیں“ یہ اسلوب تحریر کسی معصوم امام کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایک ہزار سال تک اس کتاب کا وجود نامعلوم رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضا (علیہ السلام) کے بعد چار اماموں سے یہ کتاب کیوں مخفی رہی؟ انہوں نے اپنے شیعہ موالیوں بلکہ اپنے خاص اصحاب کو کیوں نہ بتایا؟ ان چار ائمہ علیہم السلام سے اس کتاب کے متعلق اشارہ تک ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب میں ایسی باتوں کی بکثرت بھرمار ہے کہ جن کا امام (علیہ السلام) کی زبان مبارک سے صادر ہونا ہی ناممکن و محال ہے۔ اگر یہ کتاب امام (علیہ السلام) کی تالیف ہوتی تو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے والد سرکار علامہ علی بن بابویہ قمی یا خود رئیس المحدثین شیخ صدوقؒ اپنی بیش بہا تصنیف ”عیون اخبار الرضا“ میں یقیناً اشارہ ضرور کرتے۔ مزید برآں اس میں ایسے مسائل کی بھی کمی نہیں ہے جو خصوص متواترہ کے ساتھ متصادم ہیں چنانچہ اس کتاب میں:

لینے کے بعد اس کی توثیق و تصدیق حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بارہویں سرکارِ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ارشادات سے پیش کی جاتی تاکہ عوام کی آنکھیں روشن ہو جائیں اور اصل ماخذ کی اہمیت و حیثیت بھی آشکارا ہو جاتی لیکن ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ بات کہیں گے کہ طلوع آفتاب قیامت تک اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں ہے ع

ایں خیال است و محال است و جنون

مزید برآں ”فقہ الرضا“ نامی کتاب کی نسبت ثامن الائمہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دینا ہی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس کتاب کی صحت انتساب میں کلام ہے۔ اس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ”المنسوب للإمام الرضا علیہ السلام“ پر غور کیجئے جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف نہیں ہے اور یہ نسبت حقیقی نہیں بلکہ جعلی ہے۔ اس کتاب کی خود اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ امام کی کتاب نہیں ہے، مثلاً ”میں روایت کرتا ہوں“، ”روایت کی گئی ہے“، ”روایت کرتا ہے“، ”ہم روایت کرتے ہیں“ یہ اسلوب تحریر کسی معصوم امام کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایک ہزار سال تک اس کتاب کا وجود نامعلوم رہا حتیٰ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعد چار اماموں سے یہ کتاب کیوں مخفی رہی؟ انہوں نے اپنے شیعہ مولیوں بلکہ اپنے خاص اصحاب کو کیوں نہ بتایا؟ ان چار ائمہ علیہم السلام سے اس کتاب کے متعلق اشارہ تک ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب میں ایسی باتوں کی بکثرت بھرمار ہے کہ جن کا امام علیہ السلام کی زبان مبارک سے صادر ہونا ہی ناممکن و محال ہے۔ اگر یہ کتاب امام علیہ السلام کی تالیف ہوتی تو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے والد سرکار علامہ علی بن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ یا خود رئیس المحدثین شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیش بہا تصنیف ”عیون اخبار الرضا“ میں یقیناً اشارہ ضرور کرتے۔ مزید برآں اس میں ایسے مسائل کی بھی کمی نہیں ہے جو نصوص متواترہ کے ساتھ متصادم ہیں چنانچہ اس کتاب میں:

﴿ورد عن الامام الرضا علیہ السلام.....﴾ انہوں نے بغیر کسی تحقیق کے کتاب فقہ الرضا سے لفظ بہ لفظ نقل کر لیا ہے۔

(۵) مولانا حسین بخش جاڑا صاحب نے اپنی کتاب انوار شریعہ ص ۷۵ طبع اول، میانوالی میں شہادتِ ثالثہ والی روایت مستدرک الوسائل ہی سے نقل کی ہے جس کا ماخذ فقہ الرضا ہے لیکن جاڑا صاحب نے اپنی پوری زندگی میں عملی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی۔ ہر چند کہ خود راقم السطور کو بھی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کے اکثر مواقع میسر آئے لیکن انہوں نے قطعی طور پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی اپنے مقتدیوں کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ صرف کتاب میں لکھا ہوا ہونا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آیا صاحب کتاب خود بھی اس کا قائل اور عامل ہے جبکہ انہوں نے شہادتِ ثالثہ سے متعلق اپنا نظریہ اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر یوں بیان کر دیا ہے کہ

”ائمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس میں نہیں ہے۔ تشہد میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موٹگانی ہے کیونکہ درود میں سب آل محمد شامل ہیں۔“

قارئین کرام! ہم متعدد معتبر و مستند اور ان سے بھی زیادہ مقدم وثقہ کتب کے حوالے سے تشہد کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ”فقہ الرضا“ نامی کتاب کے مندرجات کو بغور و فکر ملاحظہ کر

ما مزید برآں تفسیر انوار الجنف جلد ۹ ص ۵۶ بذیل عنوان ”کیفیت اذان و اقامت و نماز“ لکھتے ہیں کہ دور حاضر کے مجتہد علم آقا محسن اکبریم طابطہائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علی کی شہادت کا اضافہ مطلقاً جائز ہے نہ کہ حدیقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امیرؒ نے وضو اس طرح فرمایا کہ کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو اور پھر اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا اور پھر سر کا مسح فرمایا اور پھر اپنے پاؤں کو دھویا۔

اس عربی عبارت کی ابتداء میں لفظ ”نروی“ اصول حدیث پر دسترس رکھنے والوں کے لیے قابل توجہ ہے؟

بلکہ اسی فقہ الرضا کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے (اس کا اصل عکس ملاحظہ فرمائیے)

وإن غسلت قدميك، ونسيت المسح عليهما، فإن ذلك يجزئك، لأنك قد أتيت بأكثر ما عليك.

وقد ذكر الله الجميع في القرآن، المسح والغسل، قوله تعالى: (وأرجلكم إلى الكعبين)^۲ أراد به الغسل بنصب اللام، وقوله: (وأرجلكم) بكسر اللام، أراد به المسح وكلاهما جائزان الغسل والمسح^۳.

کہ ”وضو میں پاؤں دھونا اور مسح کرنا دونوں جائز ہیں۔“ جبکہ یہ قرآن مجید کی آیت وضو کے بالکل خلاف ہے۔

نجس چڑے پر نماز:

(ب) (یہ فقہ حنفی کا ہے نہ کہ شیعہ کا ملاحظہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۹۴ کید صد و سوم طبع نولکشور)

حرام جانور کا چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (فقہ الرضا

صفحہ ۳۰۲ باب نمبر ۵۳) (اصل عکس)

وكذلك الجلد، فإن دباغته طهارته.

اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ کا عکس حسب ذیل ہے:

وذكاة الحيوان ذبحه، وذكاة الجلود الميتة دباغته.

کچھ ایسے متناقض مسائل و احکام ذکر کئے گئے ہیں جو شیعہ مسلمات بلکہ خود ائمہ اطہار علیہم السلام کے عمل اور فرمودات کے سراسر خلاف ہیں ہمارا دل نہیں چاہتا کہ اس کتاب کی متعلقہ عبارات نقل کی جائیں مگر بات سمجھانے اور حقیقت تک پہنچانے کے لیے دل پر پتھر رکھ کر فقہ الرضا کتاب کے چند عکس بطور نمونہ پیش کیے جا رہے ہیں۔

وضو بمطابق فقہ الرضا:

(الف) (فقہ الرضا کی یہی روایت اہل سنت کی کتاب کنز العمال جلد ۵ ص ۱۱۳ طبع حیدر آباد دکن میں پائی جاتی ہے) ایک روز حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمد حنفیہ سے پانی منگوا کر جو وضو کیا وہ فقہ الرضا صفحہ ۶۹ اور ۷۰ پر ملاحظہ کیجئے۔ اس کا اصل عکس یوں ہے:

ونروي أن أمير المؤمنين عليه السلام ذات يوم قال لابنه محمد بن الحنفية: يا بني قم فأتني بمخضب^۱ فيه ماء للظهور، فأناه. فضرب بيده في الماء فقال: بسم الله^۲ والحمد لله الذي جعل الماء طهوراً ولم يجعله نجساً، ثم استنجد فقال: اللهم حصن فرجي وأعفه، واستر عورتی، وحرمه على النار. ثم تمضمض فقال: اللهم لقني حجتي يوم ألقاك، وأطلق لساني بذكرك. ثم استنشق فقال: اللهم لا تحرمني رائحة الجنة، واجعلي من يشم ريحها، وروحها وطيبها.

ثم غسل وجهه فقال: اللهم بيض وجهي، يوم تسود فيه الوجوه، ولا تسود وجهي، يوم تبيض فيه الوجوه.

ثم غسل يده اليمنى فقال: اللهم اعطني كتابي بيمينی، والحمد (في الجنان)^۱ بشمالی.

ثم غسل شماله فقال: اللهم لا تعطني كتابي بشمالی، ولا تجعلها مغلولة إلى عني، وأعوذ بك من مقطعات النيران.

ثم مسح برأسه فقال: اللهم غشني برحمتك وبركاتك وغفوك.

ثم غسل قدميه فقال: اللهم ثبت قدمي على الصراط يوم تزل فيه^۲ الأقدام، واجعل

سعيي فيما يرضيك عني.

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
 أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله
 أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله
 حيّ على الصلاة، حيّ على الصلاة
 حيّ على الفلاح، حيّ على الفلاح
 حيّ على خير العمل، حيّ على خير العمل
 اللہ اکبر، اللہ اکبر

لا إله إلا الله، لا إله إلا الله ٤ مرتين في آخر الأذان
 وفي آخر الإقامة مرة واحدة، ليس فيها ترجيع ولا تردد، ولا الصلاة خير من
 النوم.

اگر بقول ان کے یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی تصنیف ہے تو انہیں ہر فرمان
 پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ حکم امام کی خلاف ورزی، خلاف اسلام ہے یہ تو افسوس منون ببعض
 الكتاب و تکفرون ببعض والی بات بن جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ حرعالمی، سید الفقہاء سید احمد خوانساری، آقائے آیۃ اللہ وحید
 بیہقانی، سید محققین سید حسن صدر، آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئی، آیۃ اللہ العظمیٰ
 امام خمینی اور دیگر بہت سے جلیل القدر علماء اعلام، فقہاء کرام اور اساطین علم و تحقیق جو فن
 حدیث، اس کے معارف اور اسماء الرجال پر وسیع نظر رکھتے ہیں، نے بڑے شہ و مد سے
 ”فقہ الرضا“ نامی کتاب کی نسبت حضرت امام رضا علیہ السلام سے انکار و ابطال فرمایا ہے۔
 چنانچہ جناب علامہ شیخ حرعالمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ﴿وعندنا ايضاً كتب لا نعرف
 مؤلفيها منها... الفقه الرضوي لا يعرف جامعاً و روايته (الى ان قال) و
 امثال هذه الكتب لا يعتمد على نقلها لكنه مؤيد لغيره﴾ ہمارے ہاں ایسی
 کتب بھی پائی جاتی ہیں جن کے مؤلف (ابھی تک) ہمیں معلوم نہ ہو سکے ان ہی میں
 سے ایک کتاب فقہ رضوی ہے جس کے جامع اور روایت کرنے والے کا پتہ نہ چل سکا۔
 (امل الآمل ج ۲ صفحہ ۳۶۴ طبع تہران) اسی طرح رسالہ ”فی تحقیق فقہ الرضا“ للسید

قرآنی سورتوں کا انکار:

(ج) (قطعاً شیعہ نظریہ نہیں ہے اس سلسلہ میں روایت مسند الامام احمد جلد ۱ ص ۱۲۹
 المعجم الکبیر طبرانی روایت ۹۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۳۸ المطالب العالیہ لابن
 حجر عسقلانی ج ۳ ص ۴۰۲ میں دیکھی جاسکتی ہے) معوذتین یعنی سورۃ قل اعوذ برب الفلق
 اور قل اعوذ برب الناس قرآن کا حصہ نہیں ہیں (فقہ الرضا صفحہ ۱۱۳) (اصل عکس)
 واحدة بصغرها، وأن (المعوذتين) من الرقية، ليستا من القرآن دخلوها في القرآن و
 قيل: أن جبرئيل عليه السلام علمها رسول الله صلى الله عليه وآله.

فإن أردت قراءة بعض هذه السور الأربع فافرا (والضحى) و (ألم نشرح) ولا تفصل
 بينها وكذلك (ألم تتركب) و (لا يلاف) ٤.

و أما (المعوذتان) فلا تقرأهما في الفرائض، ولا بأس في النوافل.

میرے محترم!

جس کی بہار یہ ہو، اس کی خزاں نہ پوچھ

آذان اور فقہ الرضا:

اگر مندرجہ بالا امور جانتے ہوئے بھی فقہ الرضا کی روایت کے مطابق تشہد میں
 شہادتِ ثالثہ پڑھنے پر مصر اور بضد ہیں تو اگر طبائع نازک پہ گراں نہ گزرے تو اس میں
 بیان کی گئی تمام باتوں پر بھی عمل کریں اور اذان وہی دیں جو فقہ الرضا میں لکھی ہوئی ہے۔
 (اصل عکس)

إعلم — يرحك الله — أن الأذان ثمانى عشرة كلمة، والإقامة سبع عشرة
 كلمة ١.

وقد روي أن الأذان والإقامة في (ثلاثة أوقات) ٢: الفجر والظهر والمغرب، و
 صلاتين بإقامة هما العصر والعشاء الآخرة، لأنه روي خمس صلوات في ثلاثة أوقات ٣.
 والأذان أن تقول:

خوانساری، صفحہ ۲۶ میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ حوزہ علمیہ قم المقدسہ کے عظیم استاد محقق علی الاطلاق حضرت آیتہ اللہ شیخ جعفر سبحانی دام مجدہ نے اپنی کتاب ”موسوعہ طبقات الفقہاء“ میں کتاب فقہ الرضا کا امام رضا علیہ السلام کی تالیف نہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ رقم طراز ہیں: ﴿کتاب الفقہ الرضوی المطبوع المنتشر و لیس ہو من تصانیف الامام الرضا علیہ السلام و انما تصدی لتألیفه فقیہ عارف بمتون الاخبار مطلع علی مطلقها و مقیدها عامها و خاصها فجرد المتن عن الاحادیث و اکتی بنفس لفظ الحدیث..... الخ﴾

”کتاب الفقہ الرضوی جو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے یہ کتاب حضرت امام رضا علیہ السلام کی تصانیف میں سے نہیں ہے اور اسے اخبار و احادیث کے متون کو جاننے والے، مطلق و مقید اور عام و خاص پر اطلاع رکھنے والے کسی فقیہ نے تالیف کیا ہے جس نے متون کو سند سے الگ کیا اور حدیث کے لفظوں ہی میں فتویٰ دے دیا۔“ (موسوعہ طبقات الفقہاء، ج ۳ صفحہ ۳۹۵ طبع مؤسسۃ الامام الصادق قم ایران)

فقہ الرضائے کتاب کے متعلق مراجع عظام کا فیصلہ

آئیے قارئین! اس متنازع کتاب کو پوری دنیائے اسلام کے عظیم الشان مراجع عظام کی عدالت میں لے چلتے ہیں جن کی طرف خود امام علیہ السلام نے رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی تصنیف ہے یا نہیں؟ وہ اس کتاب کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ایک مشعل راہ کا کام دیتا ہے جس سے ہمارا موقف مضبوط ہو جاتا ہے کتاب فقہ الرضا کے بارے میں آیتہ اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الحوئی عطر اللہ مرقدہ کا آخری اور فیصلہ کن بیان دیکھنے کے لیے ان کے درس کی تقریرات پر مشتمل کتاب ”مصباح الفقائے“ جلد اول صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۳۰، طبع دار الہادی بیروت، کا مطالعہ فرما کر

اپنے دل کی تسلی کر لیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سیر حاصل بحث اور مکمل نقد و تبصرہ کرنے کے بعد صفحہ ۲۹ پر بطور نتیجہ کلام فرماتے ہیں: ﴿ثم انه مع الغض عن جميع ما ذكرناه فان في الكتاب قرائن قطعية تدل على عدم كونه لمثل مولانا الرضا عليه السلام بل هو رسالة عملية ذكرت فيها الفتاوى و الروايات بعنوان الافتاء كما يظهر لمن يلاحظه كيف و اكثر رواياته اما بعنوان روى و روى و نحوهما و اما نقل عن الرواة خصوصاً في آخر الكتاب فانه ينقل فيه كثيراً عن ابن ابي عمير و زرارة و الحلبي و صفوان و محمد بن مسلم و منصور و غيرهم على ان فيه عبارات يقبح صدورها عن الامام عليه السلام نظير قوله جعلني الله من السوء فداك و قوله في باب القدر صف لي منزلتين فان هذا القول ظاهر في جهل القائل وهو مستحيل في حق الامام الى غير ذلك وقد نقل جملة منها في المستدرک مع انه ذكر فيه من الاحكام المتناقضة و ما يخالف مذهب الشيعة بكثير و حملها على التقية بدیهی الفساد لما ورد في هذا الكتاب ايضاً مما يخالفها بل تكذيبهم و الازراء عليهم كما في المتعة و الالتزام بالتفصيل بأن بعض الكتاب املاء منه و بعضه الآخر لاحمد بن محمد بن عيسى الاشعري و ان موارد التقية في الكتاب انما هي فيما سمع منه تكلف في تكلف و قول بلا علم هذا كله ما يرجع الى نفس الكتاب و قد اجاد صاحب الفصول في بعض ما افاده هنا فليراجع اذن فقد حق القول انه لو انيطف الاحكام الشرعية بمثل هذه المدارك فبين ايدينا البخاري و مسند احمد و صحيح مسلم و على هذا فعلى الفقہ السلام﴾

”گزشتہ تمام بحث سے قطع نظر اس کتاب کے اندر ایسے قطعی قرائن اور شواہد

کی نجف اشرف کے فقہی دروس پر مشتمل ”کتاب المبع“ جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے، سے اس انتساب کی نفی پیش کرتے ہیں آپ اس کی پانچویں جلد میں فقہ رضوی (فقہ الرضا) کے متعلق فرماتے ہیں: ﴿و اما الفقه الرضوی فلا ینبغی الاشکال فی انه لیس من تصنیفات الرضا علیہ السلام کما لا یخفی علی من راجعه و تدبر فی تعبیراته بل هو علی ما یتظهر منه تصنیف عالم ذی قریحة مستقیمة و هو مشتمل علی روایات مرسله و فتاوی من صاحبہ و ماحکی عنه فی المقام بلفظ روی یکون مضمونه قریباً من سائر الروایات ولا سیما مرسله جمیل و ما حکى عنه بلا لفظه روی یکون علی الظاهر﴾

”جہاں تک فقہ رضوی کا تعلق ہے تو بلا اشکال یہ کتاب امام رضا علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ کتاب کے ملاحظہ کرنے اور اس کی تعبیرات میں غور و فکر کرنے والے سے مخفی نہیں ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ کسی مستقیم الطبع آدمی کی تصنیف ہے اس میں کچھ روایات مرسل ہیں کچھ صاحب کتاب کے اپنے فتاویٰ ہیں جو بات رؤی کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے اس کا مضمون دیگر روایات سے قریب تر اور ملتا جلتا ہے اور جو لفظ رؤی سے باتیں نقل ہوئی ہیں وہ بظاہر صاحب کتاب کا اپنا فتویٰ ہے“

(کتاب المبع، ج ۵، صفحہ ۲۱، ناشر مؤسسۃ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؑ تہران) علامہ شیخ محمد حسن نجفیؒ کتاب فقہ الرضا کے بارے میں لکھتے ہیں: و اما الرضوی فلیس بحجة عندنا ”فقہ الرضا ہمارے ہاں قابل استدلال نہیں ہے۔“ (جواہر الکلام، جلد ۶، صفحہ ۱۴۰، طبع تہران)۔ اسی طرح آیۃ اللہ شہید باقر الصدرؒ نے فقہ الرضا نامی کتاب کے متعلق ساقط السند کہا ہے، ملاحظہ ہو بحث فی شرح العروة الوثقی، صفحہ ۸۴، طبع نجف)

محترم قارئین! فقہ الرضوی (فقہ الرضا) نامی کتاب کے بارے میں اس دور کی

موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (فقہ الرضا) حضرت امام رضا علیہ السلام جیسی معصوم ہستی کا کلام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایک رسالہ عملیہ ہے جس میں فتاویٰ اور روایات کو بطور فتویٰ ذکر کیا گیا ہے چنانچہ کتاب کو ملاحظہ کرنے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے اور امام علیہ السلام کا کلام کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اکثر روایات یاروئی کے یاروئی وغیرہ کے ذریعہ بیان ہوئی ہیں یا صرف راویوں سے روایت نقل کی گئی ہے خصوصاً کتاب کے آخر میں بہت ساری روایات کو ابن ابی عمیر، زرارہ، حلبی، صفوان، محمد بن مسلم اور منصور وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کے اندر ایسی ایسی عبارتیں ہیں کہ جن کا امام معصومؑ سے صادر ہونا قباح سے خالی نہیں ہے مثلاً ایک مقام پر ہے ”جعلنی اللہ من السوء فداک“ یا باب قدر میں فرمایا: ”صف لی منزلتین“ یہ کلمات قائل کی جہالت کو ظاہر کرتے ہیں جو امامؑ کے لیے ممکن نہیں۔ ایسی بعض عبارات ”متدرک“ میں نقل کی گئی ہیں اس کے علاوہ کتاب فقہ الرضا میں باہمی متناقض احکام بیان کئے گئے ہیں اور ایسے احکام بھی جو مذہب تشیع کے خلاف ہیں ان عبارات کو تقیہ پر محمول کرنا بھی بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ اسی کتاب میں بہت سے خلاف تقیہ احکام موجود ہیں بلکہ بعض عبارتوں سے تو ائمہ اطہار علیہم السلام کی تکذیب اور توہین لازم آتی ہے جیسے باب متعہ میں ہے اور یہ موقف اختیار کرنا کہ کتاب کا کچھ حصہ امام رضا علیہ السلام کی املاء ہے اور کچھ حصہ احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری کی املاء ہے اور یہ کہ مقام تقیہ وہ مقام ہے جس میں امامؑ کی املاء ہے یہ کہنا تکلف در تکلف ہے اور علم و یقین کے بغیر ہرزہ سرائی ہے یہ کتاب فقہ الرضا کا حال ہے۔ صاحب فصول نے اس سلسلے میں بڑی عمدہ بحث کی ہے پس حق تو یہ ہے کہ اگر احکام شرعیہ کا دار و مدار اس قسم کے مدارک پر ہو تو ہمارے سامنے بخاری، مسند احمد اور صحیح مسلم بھی ہیں بنا بریں ایسی فقہ کا خدا حافظ“

اور اگر پھر بھی کچھ شبہ رہ گیا ہو تو لیجئے اب نائب الامام روح اللہ خمینی قدس سرہ

دوسری دلیل:-

فقہ مجلسی المعروف فقہ کامل (فارسی) صفحہ ۳۱ اور القطرة من بحار مناقب النبی و العترۃ، صفحہ ۲۲۱، اور تحفہ احمدیہ از مولانا سیدنا صرملت، ج ۱، صفحہ ۱۵۵ پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا ذکر موجود ہے..... اور نص کے مقابل میں اجتہاد مردود ہے۔

جواب

کتاب ”فقہ کامل“ ملا محمد تقی مجلسیؒ کی تصنیف کردہ نہیں ہے اس لیے کہ اس کی لوح پر مصنف کے نام کی جگہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

این کتابت در فقہ امامیہ منسوب است بعلامہ مجلسی طاب ثراہ

”یہ کتاب فقہ امامیہ میں علامہ مجلسیؒ کی طرف منسوب ہے“

یہ ”منسوب“ کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ اس لوح کے ترتیب دینے والے کے نزدیک خود یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اس کے مؤلف علامہ مجلسیؒ ہیں لہذا لفظ ”منسوب“ ہی اس بات کو کمزور کرنے کیلئے کافی ہے کہ یہ رسالہ علامہ مجلسیؒ کی تصنیف ہے۔

مزید برآں یہ کہ ان کی دوسری کسی کتاب میں یہ اضافی الفاظ نہیں پائے جاتے مثال کے طور پر من لا یحضرہ الفقیہ کی بڑی شرح ”روضۃ المتقین“ جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۵۵، طبع کو شاپنور، ایران میں حضرت ابوبصیرؒ سے مروی تہذیب الاحکام والا طویل موثق تشہد ہی نقل کیا گیا ہے کہ جس میں شہادتِ ثالثہ موجود نہیں ہے لہذا یہ رسالہ ان کا نہیں ہے بلکہ ان کی طرف منسوب ہے جبکہ اصولی علماء نے کہا ہے: قولہم نسب الی فلان اشارۃ الی انہ لم یثبت... الخ. کسی کی طرف نسبت کا اشارہ ہی اس چیز کے ثابت نہ ہونے کی دلیل ہے (مسلم الثبوت، صفحہ ۷۲، حاشیہ نمبر ۱۰، طبع دہلی)۔

مقتدر علمی و روحانی شخصیات بھی اس کتاب کے امام سے انتساب کی عدم صحت پر متفق ہیں۔ ان کی تحقیق ائین کے تناظر میں دیکھیں تو بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی ہے کہ اس مجہول المؤلف کتاب کے اکثر مندرجات اور مشتملات ناقابل عمل ہیں۔ درج بالا کتب کی مراجعت کے بعد اب اس موضوع پر مزید تبصرے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ ذہین و فطین قارئین خود ان تصریحات سے بخوبی منطقی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مشہور شیعہ علماء نے فقہ الرضائے کتاب کے رد میں نہایت تحقیقی کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر لحاظ سے اسے ناقابل اعتماد و استناد سمجھا ہے، چنانچہ ماضی قریب کے برجستہ فقیہ محدث سید حسن الصدر عالمی نے ایک انتہائی محققانہ کتاب ”فصل القضاء فی الکتاب المشہر بفقہ الرضا“ رقم کر کے ٹھوس دلائل سے اس نسبت کی نفی فرمائی ہے۔ جناب آیۃ اللہ سید محمد ہاشم اصفہانی آل صاحب روضات الجنات نے ”تحقیق حول کتاب فقہ الرضا“ کے نام سے کتاب تحریر کی اور فخر محققین آقای رضا استادی مدظلہ مسئول حوزہ علمیہ قم نے ”تحقیق پیرامون کتاب فقہ الرضا“ تصنیف فرما کر ثابت کر دیا کہ یہ کتاب امام علیہ السلام کی املاء کردہ نہیں ہے اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب اصل ماخذ ہی غلط ہے تو اس میں درج روایت خود بخود کمزور و ضعیف اور ناقابل عمل ہو جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ فقہ الرضا کی نسبت حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف کرنا غیر منصفانہ طرز عمل ہے۔ بفرض محال چند لحوں کیلئے اس کتاب کو امام کی تصنیف مان ہی لیا جائے تو اس کتاب کے مندرجات کی وجہ سے خود امام علیہ السلام غیر معصوم قرار پاتے ہیں جو سراسر شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

۱۔ یہ کہنا کہ ”احمد بن سکین کی فرمائش پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے یہ کتاب انہیں املاء کرائی تھی“ قطعاً غلط ہے اس لیے کہ تمام متداول رجال کی کتابوں میں احمد بن سکین کا کہیں بھی نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔ اگر اس نام کا کوئی آدمی امام علیہ السلام کا صحابی ہوتا تو یقیناً شیعہ کتب رجال میں کم از کم اس کا تذکرہ ضرور ہوتا۔ البتہ یہ وہم صرف کوتاہ نظری کی کمی کا نتیجہ ہے۔

جرجانی کی طرف منسوب کیا پھر علامہ محمد باقر مجلسیؒ کی طرف نسبت کا ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں و مریۃ (فقه الفارسی) و احتمال انتسابہ (اور یہ کتاب (فقه مجلسی) فقہ فارسی کے نام سے ہے اس کی نسبت میں احتمال کا ذکر گزر چکا ہے) کے الفاظ لکھ کر اس کتاب کی نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں کسی کتاب میں کسی چیز کا صرف لکھا ہوا ہونا ہی اس کی صحت کے لیے کافی نہیں ہوتا اور بموجب ”فما کل منقول صحیح“ ہر نقل کی ہوئی بات صحیح بھی ہو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ روایت و درایت کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اصل ماخذ فقہ مجلسی ہے۔ حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ آقائے سید احمد رضی الدین مستبط نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں ”القطرة من بحار مناقب النبی و العترۃ“ کے نام سے ایک کتاب دو جلدوں میں تحریر کی ہے اس اور موضوع کے نام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب القطرة نے اسے فقہ مجلسی کے حوالے سے بروایت حضرت ابوبصیرؓ بلا سند تحریر کیا ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

﴿و الروایۃ مذکورۃ فی رسالۃ معروفۃ بفقہ المجلسی قدس سرہ مطبوعۃ فی صفحہ ۲۹ ما هذا لفظہ.....﴾ (القطرة، جلد اول، صفحہ ۲۲۱، باب ۸ طبع نجف سن اشاعت ۱۳۷۲ھ) لیکن فقہ مجلسیؒ کی عبارت کو شہادت ثالثہ در تشہد کے سلسلے میں بطور ثبوت پیش کرنا بھی محل نظر ہے کیونکہ شیعہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ ﴿ایسن روایت معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ است بلکہ اجماع برخلاف این منعقد گشتہ﴾ یہ روایت فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف اجماع فقہاء منعقد ہوا ہے۔ تو پھر اس پر عمل کیونکر جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں رہ گئی رجال سند کی بحث تو ہم نے بڑے بڑے فقہاء و افاضل شیوخ کی کتابوں کو چھان ڈالا لیکن اس سلسلہ میں تتبع اور تلاش بسیار کے باوجود ہمیں اس روایت کی سند نہ مل سکی۔ بایں میں یہ روایت منقطع

کتاب فقہ کامل کی حقیقت:

اس کتاب کے نام میں ہی اختلاف ہے بعض نسخوں میں فقہ مجلسیؒ اور قدیم نسخوں میں فقہ امامیہ اور فقہ فارسی لکھا ہے، البتہ جدید طبع میں فقہ کامل کے نام سے آئی ہے۔ اس کتاب کو علامہ باقر مجلسیؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ بزرگ طہرانی بعنوان ”فقہ مجلسی“ کے ذیل میں لکھتے ہیں: رسالۃ فتاویٰ فارسیۃ فی جمیع ابواب الفقہ من الطہارۃ الی الدیات، منسوبۃ الی المجلسی مولی محمد باقر و فی آخرہ... تمت الكتاب بعون الله الملك الوهاب فی احدی عشر شهر شوال فی ۱۰۳۹ و علی هذا التاریخ لو صدقت النسبة فانما هی للمجلسی الاول والد المولی محمد باقر المجلسی، حیث ان المجلسی مولی محمد باقر ولد قبل هذا التاریخ بسنة او سنتین... و مر ”فقہ الفارسی“ و احتمال انتسابہ.

اب بزرگ طہرانی کہتے ہیں کہ اس کتاب کو ۱۰۳۹ ہجری میں مکمل کیا گیا ہے، اس تاریخ کی بنا پر اگر یہ نسبت سچی ہو تو یہ کتاب مجلسی اول والد مولانا باقر مجلسیؒ کی ہو سکتی ہے کیونکہ ۱۰۳۹ ہجری میں علامہ باقر مجلسیؒ ایک یا دو سال کے تھے۔ رہی اس رسالہ کی نسبت ملا محمد تقی مجلسیؒ کی طرف تو یہ بھی یقینی نہیں بلکہ اس کا بھی احتمال ہے چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ بزرگ طہرانی فرماتے ہیں: یحتمل ان یکون تألیف الجرجانی.. او المجلسی الاول ”احتمال ہے کہ اس کے مؤلف حسن بن غیاث الدین جرجانی یا مجلسی اول ملا محمد تقی ہوں۔“ (الذریعۃ الی تصانیف شیعہ، جلد ۱۶، صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۷، طبع دارالاضواء، بیروت) اس تصریح سے واضح ہوا کہ یہ رسالہ مختلف چار ناموں سے شائع ہوا اور مؤلف جن کی طرف نسبت دی گئی ہے تین بنتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ بزرگ طہرانی نے بھی اس کتاب کو مشکوک النسب قرار دیا ہے۔ پہلے اسے علامہ محمد تقی مجلسیؒ یا حسن بن غیاث الدین

السند ہے۔ علامہ مجلسی مرآة العقول جلد اصفہا پر لکھتے ہیں ﴿لَا بَدَمِنْ الرَّجُوعِ إِلَى الْأَسَانِيدِ لِرَجْحِ بَعْضِهَا عَلَى بَعْضٍ عِنْدَ تَعَارُضٍ﴾ ”تعارض کے وقت بعض احادیث کو دوسری بعض پر ترجیح دینے کے لئے سند کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے“ چونکہ تعارض کے وقت سند حدیث بھی متن حدیث کی صحت کی دلیل ہوا کرتی ہے اگر سند صحیح ہے تو متن بھی صحیح ہے سند کی صحت کے بعد متن حدیث قابل عمل ہوتا ہے۔ مزید برآں حدیث کے قواعد و ضوابط کے مطابق جن مرویات کو شہرت و کثرت اور تعامل حاصل ہے وہ معتبر و مستند ہوں گی تو اس قاعدے کی رو سے جس روایت میں شہادتِ ثالثہ درتشد کا ذکر ہے اسے ناقابل قبول اور غیر معتبر قرار دیا جائے گا اصولی علماء کے نزدیک مشہور ضابطہ ہے کہ ﴿الشَّكَّةُ إِذَا شُدَّ لَا يَقْبَلُ مَا شُدَّ فِيهِ﴾ یعنی اگر ثقہ راوی بھی معروف روایات کے مقابلہ میں شاذ روایت لائے تو وہ قبول نہیں کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بلا سند روایت جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ ہے دوسری صحیح اور معروف احادیث کے بالمقابل پائی جاتی ہے نیز شہرت کے مخالف ہے اس وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ یہ روایت ان اصولوں پر پوری نہیں اترتی۔^۱

۱۔ علماء اصول حدیث نے وجہ ترجیح حدیث کے متعدد قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں جیسا کہ مشہور اصولی مجتہد حسن بن زین الدین عالمی (شہید ثانیؒ کے فرزند) کی شہرہ آفاق تصنیف ”معالم الاصول“ جو صدیوں سے شیعہ مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ نجف و قم میں درسی نصاب کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے اس میں بعنوان ”خاتمة فی التعادل والترجیح“ کے ذیل میں باعتبار سند ایک قاعدہ و ضابطہ یوں بیان کیا ہے: ﴿كَثْرَةُ الرِّوَاةِ كَانُ يَكُونُ رِوَاةُ أَحَدٍ هُمَا أَكْثَرُ عِدَدًا مِنْ رِوَاةِ الْآخَرِ فَيَرْجَحُ مَا رَوَاهُ أَكْثَرُ لِقُوَّةِ الظَّنِّ إِذَا الْعِدَدُ الْأَكْثَرُ أَبْعَدُ عَنِ الْخَطَاءِ مِنَ الْأَقْلَى﴾ ایک دلیل کے راوی کثیر تعداد میں ہوں اور اسکے مقابل دوسری دلیل کے راوی قلیل ہوں تو جس کے راوی زیادہ ہیں اسکو ترجیح دی جائیگی اور اسے قبول کیا جائیگا اس لیے کہ کثیر عدد بہ نسبت قلیل عدد کے غلط اور غلطی سے محفوظ ہوتا ہے۔“ (ملاحظہ ہو: معالم الاصول، صفحہ ۲۳۳، طبع ایران، ۱۳۹۷ھ) اس قاعدہ کے تحت کتب اربعہ کے بالمقابل فقہ مجلسیؒ اور فقہ الرضا وغیرہ کی روایت متروک قرار پائیگی اور اصولی اعتبار سے بھی کتب اربعہ کو یقیناً تقدیم حاصل ہے۔

تعارض و اختلاف روایات کے وقت مشہور حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں خود معصوم کا فرمان ہے: ﴿خَذْ مَا اَشْتَهَرَ بَيْنَ اصْحَابِكَ دَعِ الشَّاذَّ النَّادِرَ﴾ ”جو روایت تمہارے اصحاب میں مشہور ہو اس سے تمسک کرو اور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔“ چنانچہ علامہ احمد بن علی الطبرسی احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ نجف میں مندرجہ بالا حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں و روی عنهم عليهم السلام انهم قالوا اذا اختلف احاديثنا عليكم فاخذوا لما اجتمعت عليه شيعتنا انهم لا ريب فيه۔ ”ائمہ علیہم السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہماری احادیث میں تمہارے ہاں اختلاف ہو جائے تو جس روایت پر ہمارے شیعوں کا اتفاق ہو اس پر عمل کرو کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہوتا۔ مجہول روایت کی وجہ سے جمہور فقہاء بلکہ پورے تشیع کی مخالفت کرنا قرین عقل و انصاف نہیں ہے۔

ثانیاً یہ کہ مسلمہ قواعد کے مطابق یہ اصول ہے کہ اگر ایک ہی راوی سے ایک روایت مروی ہو لیکن اس کے الفاظ میں کچھ کمی و بیشی پائی جائے تو اس صورت میں قانون اور ضابطہ یہ ہے کہ جمہور محققین علماء نے روایت کو جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اسے ہی معتبر و مستند سمجھا اور قبول کیا جائے گا اس کے مخالف کو مسترد کر دیا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو: مقیاس الہدایہ و ہدیۃ المحدثین للشیخ علی اکبر اصفہانیؒ وغیرہا) اور حضرت ابو بصیرؒ سے مروی صحیح السند طویل مستحب تشہد پر مشتمل حدیث کتب اربعہ کے علاوہ وسائل الشیعہ وغیرہ کتب میں موجود ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ کتب اربعہ اور جامع حدیثہ جن پر شیعہ فقہاء کا صدیوں سے آج تک شرعی احکام و مسائل کے استنباط کا مدار و انحصار ہے اس سلسلہ میں متعدد اجلہ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ ﴿نعم احادیث الكتب الاربعة اقوى من غيرها واولى بالترجيح من تعارض والتعادل

معاویہ کی روایت میں معصومین صلوات اللہ علیہم السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ کہے اسے چاہئے کہ وہ علی امیر المؤمنین بھی کہے اور نیز القطرۃ من بحار مناقب النبی والحرۃ حالات امام ششم ابو بصیر حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ تشہد میں کہیں ﴿اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول و ان علیاً و اولادہ نعم الائمۃ﴾ اس تشہد کو نماز میں پڑھنے کی کیا صورت حال ہے؟

تو آنجناب اس سوال کا جواب بایں طور فرماتے ہیں:

﴿تشہد ابی بصیر در عروۃ الوثقی مذکور است برہماں نحو بخوانند و چوں مسئلہ از مسائل فرعیہ است مقلدین زائد بر آنچه در رسائل عملیہ مذکور است بخوانند﴾ جو تشہد بروایت حضرت ابو بصیر کتاب ”العروۃ الوثقی“ میں مذکور ہے اسی طرح پڑھیں چونکہ یہ مسئلہ فروعات سے ہے لہذا مقلدین اپنے مجتہدین کے رسالہ عملیہ میں جو (تشہد) مذکور ہے اس سے زیادہ نہ پڑھیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع المسائل بمطابق فتاویٰ آقائے گلپایگانی، ج ۱، صفحہ ۱۷۷، مسئلہ نمبر ۲۰۶ طبع ایران) (اصل عکس آخر میں دیکھیں)

قارئین گرامی قدر! غور فرمایا آپ نے کہ حضرت موصوف نے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کی اجازت نہ دی بلکہ اپنے فتویٰ میں تشہد کے حوالے سے ”العروۃ الوثقی“ میں بروایت حضرت ابو بصیر جو تشہد وارد ہوا ہے جس میں شہادتِ ثالثہ کا اضافہ نہیں ہے آپ نے اسے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ العروۃ الوثقی میں حضرت ابو بصیر سے مروی یہ تشہد وہی ہے جو تہذیب الاحکام کی حدیث میں درج ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں بعنوان ”چوتھی صدی سے تیرہویں صدی تک کے فقہاء کے فتاویٰ“

...﴾ ”ہاں کتب اربعہ کی احادیث دوسری کتب کی حدیثوں سے مستحکم ترین ہیں اور تعارض و تعادل کے وقت کتب اربعہ کی احادیث کو ہی ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے“ (فوائد بحر العلوم صفحہ ۹۷) البتہ اس سے وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر قابل اعتماد محدثین کی طرف سے قدح و گرفت ہو چکی ہے۔ اب کتاب فقہ مجلسی اور تحفہ احمدیہ وغیرہ جیسی کتابوں کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ فقہ مجلسی ان کتب اربعہ کے برابر قوت میں نہیں ہو سکتی لہذا اقویٰ کو ترجیح ہوگی اگر اس کے باوجود اس کو ان کتب پر فوقیت دیں تو یہ ترجیح بلا مرجع قرار پاتی ہے جو شرعی طور پر ناجائز اور باطل ہے۔ بلکہ یہاں تو مرجوح کی ترجیح لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مراجع عظام نے کتب اربعہ میں موجود تشہد کو صحیح و موثق کہا اور اپنے مقلدین کو اسی کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فقہ مجلسی کی روایت کے مطابق تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے سے منع کر دیا ہے چنانچہ فقیہ اہل بیت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمد رضا گلپایگانی رضوان اللہ علیہ متوفی ۱۴۱۴ھ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ: ﴿بعضی از وعاظ پاکستان بیان می کنند کہ در احتجاج طبرسی بروایت قاسم بن معاویہ از معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین ماثور است کہ اذا قال احدکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فليقل علی امیر المؤمنین علیہ السلام و ایضاً القطرۃ من بحار مناقب النبی والحرۃ حالات امام ششم ابو بصیر از حضرت صادق علیہ السلام نقل کردہ کہ در تشہد بگویند اشہد ان ربی نعم الرب و ان محمداً نعم الرسول و ان علیاً و اولادہ نعم الائمۃ، حال خواندن این تشہد در نماز چہ صورت دارد؟﴾

پاکستان کے بعض مقررین یہ بیان کرتے ہیں کہ احتجاج طبرسی میں قاسم بن

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے

ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

فقہ مجلسی، القطرہ فی مناقب النبی والعترة، تحفہ احمدیہ، مستدرک الوسائل اور فقہ

الرضا کے مندرجات کی حیثیت کے بارے میں آقائے خوئی قدس اللہ سرہ سے پوچھا گیا

تو آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وآن چہ از وجوہیکہ

نقل نمودہ آید دلیل معتبر کہ بآن بشود اعتماد کرد محسوب نمی

گردد﴾ اور وہ دلائل جو نقل کئے گئے ہیں وہ ان معتبر دلائل میں شمار نہیں ہوتے کہ جن پر

اعتماد کیا جاسکے۔

جہاں تک تحفہ احمدیہ اور اس پر ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین قبلہ المتوفی

۱۳۶۱ ہجری کی تقریظ کا تعلق ہے تو یہ ایک اصولی اور منطقی بات ہے کہ جب بھی کسی کتاب

کی تقریظ لکھی جاتی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ مقرر (تقریظ نگار) اس کتاب کے تمام

مندرجات سے سو فیصد متفق ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مولانا مقبول احمد دہلوی کی

تفسیر قرآن جسے افتخار بک ڈپو کرشن نگر لاہور نے شائع کیا اس پر تقاریظ جن علماء کرام نے

تحریر کیں ان میں جناب مولانا مفتی سید احمد علی لکھنوی، جناب مولانا سید کلب حسین مجتہد

العصر، جناب مولانا سید ناصر حسین ناصر ملت قبلہ، جناب مولانا سید علی حارثی قبلہ اور

خطیب اعظم مولانا سید محمد دہلوی وغیرہ شامل ہیں۔ حالانکہ تفسیر مقبول میں بعض موہم

تحریف قرآن روایات درج ہیں جو سند و متن کے لحاظ سے انتہائی ضعیف اور ناقابل

اعتبار ہیں لیکن اس کے باوجود مذکورہ نابغہ روزگار شخصیات جن کی زندگی کے اکثر لمحات

مذہب اہل بیت علیہم السلام کے دفاع میں گزرے، اس تفسیر پر اپنی تقاریظ رقم فرمائیں

جبکہ یہ حضرات ایسی تمام موہم تحریف قرآن روایات کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے،

کے تحت اسے بیان کر دیا ہے۔ افتخار الفقہاء آیۃ اللہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی نے العروۃ

الوئی ج ۱، صفحہ ۵۳۶ میں تشہد کو ﴿..... مافی موثقة ابی بصیر وھی

قولہ.....﴾ کہہ کر شروع کیا ہے، ملاحظہ کر لیجئے۔

ثانیاً یہ کہ اس سلسلہ میں ہر مقلد کو اپنے جامع الشرائط مرجع کی توضیح المسائل پر

عمل کرنا چاہئے۔ چونکہ یہ خالصتاً فروعی مسئلہ ہے اور فروع میں تقلید واجب ہے۔ مقلد

کے لیے سند صرف اس کے مرجع کا فتویٰ ہے و بس۔ اپنے جامع الشرائط مجتہد کی اجازت

کے بغیر فقہ مجلسی کی بے بنیاد روایت کے بل بوتے پر عبادات میں کمی بیشی کرنا شرعاً جرم

ہے دراصل تقلید سے انحراف اور اغماض برتنے کا سبب ایسی روایات ہی بنتی ہیں۔ ایسی

ہزاروں روایات سے کتب بھری پڑی ہیں جو صریحاً شیعہ مسلمات کے خلاف ہیں اس میں

صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرنے اور سلسلہ اسناد و رواۃ کی چھان پھٹک کے

لیے ماہرین فن کی ضرورت ہے جو روایات کے ظواہر و نوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں

اور ان میں روایات کو باہم متمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، یہ ہر ایرے غیرے کے بس

کی بات نہیں ہے ع

رمز آشنائے معنی ہر خیرہ سر نباشد

طبع سلیم فضل است ارث پدر نباشد

پھر تو ہر آدمی اپنی پسند کی روایتیں فوٹو سٹیٹ کر کے عوام کو گمراہ کر سکتا ہے جن

میں خلاف واقع باتیں پائی جاتیں اور وہ سب کی سب ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔

احادیث کی صحت و سقم کی تحقیق کے لیے رجال اور اصول حدیث پر مختلف انداز سے

علمائے شیعہ نے متنوع کتابیں مدون کی ہیں ان کتب کی ورق گردانی کرنے سے ہم

روایات کو بآسانی پرکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے عزیزان گرامی سے یہی عرض کریں گے کہ

ایک غیر معقول بات

بائیں ہمہ نائین امام کے اجتہاد کو سوچے سمجھے طے شدہ منصوبے کے تحت بطور طنز و استہزاء یہ کہنا کہ ”نص کے مقابل میں اجتہاد مردود ہے“ یہ محض ایک مفروضہ و لاف زنی ہے اور انتہائی ناچختہ ذہن کی دلیل ہے جو دراصل شرائط اجتہاد سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ قرآن حکیم، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی معتبر و مستند احادیث کے مفاہیم کو پوری طرح ادراک کر کے ان سے قواعد استنباط کے مطابق شرعی احکام حاصل کرنے کا نام اجتہاد ہے اور اس کی حامل شخصیت کو مجتہد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس حقیقت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر اجتہاد کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو اسلام ایک نامکمل دین اور غیر مکمل ضابطہ حیات قرار پاتا ہے اس سلسلہ میں اضافہ معلومات کے لیے علامہ جلیل سید محمد بحر العلوم کی کتاب ”الاجتہاد و اصولہ و احکامہ“ اور عمدة الفقہاء شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کا رسالہ ”الاجتہاد فی الشریعہ“ یا امام خمینی کا رسالہ ”الاجتہاد و التقليد“ کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

تیسری دلیل:-

قرآن مجید میں تین شہادتوں کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد رب العباد ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ ”اور وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔“ (سورہ معارج، آیت ۳۳) چونکہ آیت میں لفظ شہادات جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے پس اس سے مراد تین شہادتیں ہیں لہذا شہادتِ ثالثہ شہد میں پڑھنا ضروری ہے۔

جواب:-

ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث میں تفسیر بالرائے کی شدید

جیسا کہ عملی طور پر علامہ علی حارثی نے موعظہ تحریف قرآن ایک مستقل کتاب لکھ کر ایسی روایات کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور ستائیس ضخیم مجلدات پر مشتمل اپنی عظیم الشان تفسیر لوامع التزیل میں بھی جا بجا اپنے اس موقف کو بیان کیا ہے ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی علامہ علی حارثی کے موقف کے مؤید ہیں یہاں یہ وضاحت کرنا بھی امر ناگزیر ہے کہ قبلہ ناصر الملت کی تصانیف میں سے کسی کتاب کا نام ”تحفہ احمدیہ“ نہیں ہے بلکہ اس تحفہ احمدیہ کے مرتب کوئی دوسرے شخص ہیں جنہوں نے مسائل دینیہ اور اعمال و ادعیہ کو مختلف کتب سے نقل کر کے تحفہ احمدیہ کی صورت میں شائع کر دیا اور قبلہ ناصر الملت نے اس پر تقریظ رقم فرمادی۔ اس تقریظ سے مراد یہ نہیں ہے کہ قبلہ ناصر الملت مذکورہ کتاب کے تمام مندرجات سے سو فیصد متفق ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے کچھ عرصہ پہلے ۱۳۰۰ ہجری میں تصحیح و توثیق کے ساتھ مطبع حیدری لکھنؤ سے شائع ہونے والی اسی کتاب (تحفہ احمدیہ) میں شہادتِ ثالثہ در شہد کا ذکر نہیں ہے۔

برسبیل تنزل:- اگر علی وجہ التسليم یہ بات مان بھی لی جائے تو یہاں دو امر انتہائی قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس کا ماخذ وہی فقہ مجلسی وغیرہ ہے جس کی حیثیت ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بتا چکے ہیں۔ اہل دانش و بینش پر اس کی پوزیشن نہایت معقول اور مدلل طریقے سے واضح کر دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ جلیل القدر مجتہد استاد الفقہاء علامہ دلدار علی غفران مآب سے لے کر سید العلماء علامہ سید علی نقی تک جناب قبلہ ناصر الملت سمیت لکھنؤ اور اطراف کے تمام مجتہدین و علماء اعلام عملی طور پر بھی شہادتِ ثالثہ کو اپنی نمازوں میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کا اس کتاب کے تمام مندرجات سے ہرگز اتفاق نہیں تھا۔ اب ان تصریحات کے بعد اس غلط فہمی کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ محولہ بالا آیت میں اس بات کی وضاحت ہو رہی ہے کہ اہل ایمان کی بہت سی صفات ہیں جن میں سے ایک صفت یہ ہے کہ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ ”اور وہ (اہل ایمان) اپنی گواہیوں پر قائم (اور ثابت قدم) رہتے ہیں۔“ (سورہ معارج، آیت ۳۳) اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کسی دباؤ کے زیر اثر اپنی برحق گواہی سے ہرگز انحراف نہیں کیا کرتے۔ مومن نماز کا محافظ ہوتا ہے وہ اپنی کوئی نماز ترک نہیں کرتا، وہ نہ کسی چیز کو کم کرنے دیتا ہے اور نہ ہی نماز میں اضافہ کی اجازت دیتا ہے جیسی نماز محمد وال محمد علیہم السلام نے اس کے حوالے کی اسی کی حفاظت کرتا ہے مگر اس آیت کا نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ سے کیا ربط و تعلق؟

رہی یہ بات کہ لفظ ”شہادات“ جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے مراد تین شہادتیں توحید، رسالت، ولایت مراد ہیں۔ ذرا آئیے اس نکتہ کو بھی حل کرتے چلیں۔ علوم عربیہ کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان میں جمع کی دو قسمیں ہیں ایک جمع قلت اور دوسری جمع کثرت، جمع قلت وہ ہوتی ہے جس کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس ہوتی ہے اور جمع کثرت وہ ہوتی ہے جس کے افراد کی کم از کم تعداد گیارہ ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد معین نہیں ہوتی۔ شہادات جمع سالم ہے جو ضمیر معرفہ کی طرف مضاف ہے اور جمع مضاف عموم کا فائدہ دیتی ہے جو اپنے مضاف الیہ سے تعریف کسب کر رہی ہے اور جمع معرفہ کی قوت میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ عہد کے نہ ہونے کی صورت میں جمع سالم معرفہ کثرت کے لیے استعمال ہوتی ہے قلت کے لیے نہیں اب دیکھیں کہ شہادات جمع کثرت کا صیغہ ہے اور بنیادی طور پر دس سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اگر اس سے مراد شہادتِ ثالثہ در تشہد کو لیا جائے تو کم از کم گیارہ شہادتیں تشہد میں دینی چاہیے۔

مذمت و وعید کی گئی ہے چنانچہ بصرہ شہر کے ایک معروف عامی مفسر قتادہ جو کلام خدا کی اکثر غلط توجیہات کیا کرتا تھا ایک روز اس کا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آ مناسا منا ہوا تو آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِن كُنْتَ فَسَرْتَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِكَ فَقَدْ هَلَكْتَ وَاهْلَكَ﴾ اے قتادہ اگر تو نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی ذاتی رائے سے کی تو تم خود ہلاک ہو گئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔ مزید تفصیل کے لیے رسالہ الحکم والمعتابہ للسید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا مطالعہ کیا جائے۔

محولہ آیت مبارکہ کی تفسیر بالرائے کرنے کی سعی نامراد کی گئی ہے حالانکہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ یہ آیت اور اس سے پہلے اور بعد کی آیات مجیدہ میں اہل ایمان کے کردار کی چند اہم صفات کو بیان کیا گیا ہے اس آیت مستدلہ میں ایمان والوں کی تیسری صفت ذکر ہوئی ہے کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں کسی وقت بھی وہ دنیاوی لالچ و حرص، کسی دباؤ اور مفاد یا خوف کی وجہ سے اپنی گواہی سے سرمو انحراف نہیں کرتے کیونکہ معاشرے میں عادلانہ نظام تب ہی تشکیل پا سکتا ہے کہ جب عادلانہ گواہیوں کو قائم اور برقرار رکھا جائے۔ انسان معاشرے میں بسا اوقات کئی چیزوں کا گواہ بنتا ہے مثلاً قتل کے مقدمے کا گواہ، نکاح یا طلاق دیتے وقت گواہ بن جاتا ہے دیگر کئی ایسے معاملات ہیں جن میں انسان کو گواہ بننا پڑتا ہے اس صورت میں اگر وہ اہل ایمان سے ہے تو وہ سچی گواہی دینے سے نہیں رک سکتا کیونکہ سچی گواہی کو چھپانا گناہ عظیم ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ إِيْمًا قَلْبُهُ﴾ اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گناہگار ہوتا ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۳) ﴿فَإِنَّهُ إِيْمًا قَلْبُهُ﴾ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ عمل دل کی مرضی سے انجام پاتا ہے اس وجہ سے گناہ کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے۔

نے فرمایا: ﴿لَا تَجْهَرُ بِوَلَايَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ فِي الصَّلَاةِ وَلَا بِمَا أَكْرَمْتَهُ.....﴾
جواب:-

تمام کتب احادیث اور کتب تفاسیر کا اتفاق اور جمہور علماء شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مبارکہ جہر و اخفات سے متعلق ہے کہ قرأت نہ بہت بلند پڑھو کہ شور و غوغا معلوم ہونے لگے اور نہ ہی اتنا آہستہ پڑھو کہ کانوں تک آواز سنائی نہ دے بلکہ میانہ روی کی راہ اپناؤ۔ یہاں صلوٰۃ سے مراد نماز منجگانہ ہے۔ اس سلسلہ میں الکافی، من لا یخضرہ الفقہ، تہذیب الاحکام، الاستبصار، وسائل الشیعہ، تفسیر برہان، تفسیر صافی، تفسیر قمی اور دیگر کتب معتبرہ میں مروی احادیث ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ تعداد کے لحاظ سے بھی یہ احادیث زیادہ ہیں۔ اور قاعدہ ”للاکثر حکم الكل“ کے پیش نظر نماز کا جہر و اخفات ہی مراد ہوگا۔ ظاہر آیت اور عبارت النص کا مدلول بھی یہی ہے نیز اصول فقہ، قواعد شرعیہ کے اعتبار سے ظواہر قرآن حجت ہیں۔

تفسیر نور الثقلین مطبوعہ الحکمتہ قم میرے پیش نظر ہے اس میں محولہ بالا آیت مجیدہ کے تحت صرف دو حدیثیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہیں جن میں اس آیت کی باطنی تفسیر کی گئی ہے کہ صلوٰۃ سے مراد ولایت علی علیہ السلام ہے۔ اس روایت کا مدرک تفسیر عیاشی ہے جس میں اکثر روایات مقطوع السند اور مرسل ہیں۔ جیسا کہ آیت اللہ العظمی سید حسین بروجرودیؒ اپنے درس خارج میں ”ظن“ کی بحث میں موہم تحریف روایات پر بحث کرتے ہوئے ”تفسیر عیاشی“ میں مروی روایات پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔
”وعدة منها ان تفسیر العیاشیؒ وهو وان كان من الامامية وكان ثقة لكن

اکثر الروایات المنقولة فی تفسیره مرسله فلا اعتبار بها“

ترجمہ: علامہ عیاشی اگرچہ امامیہ میں سے ہی ہیں اور وہ ثقہ ہیں لیکن ان کی تفسیر میں نقل کی

عقلاء کا مشہور قول ہے: ”یک من علم راہ من عقل باید“ مگر یہاں تو عقل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے تاہم اس آیت سے تشہد میں شہادتِ ثالثہ ثابت کرنے والے چند نا فہم اور کوتاہ عقل افراد سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ وما یسطق عن الہوی سے متصف رسول کو یہ علم نہ تھا کہ یہ آیت شہادتِ ثالثہ کے متعلق ہے؟ کیا خود امیر المؤمنین علی المرتضیٰ علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام اس کے معانی و مفہوم نہیں جانتے تھے؟ اور ان کو اس آیت کی حقیقی تفسیر معلوم نہ تھی؟ کیا ان کے بعد آنے والے مجتہدین و علماء اعلام کا فہم و ادراک اس آیت کی تفسیر سے ابھی تک نا آشنا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس پندرہویں صدی میں تم پر وحی نازل کی ہے کہ اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہے؟ بفرض محال اگر امور متذکرہ بالا سے قطع نظر چند لمحوں کے لیے تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہے پھر تو اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مخالفتِ قرآن لازم آتی ہے جو بالاتفاق حرام ہے اگر پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے تشہد میں شہادتِ ثالثہ نہیں پڑھی اور نہ لوگوں کو یہ حکم خدا سنایا ہے تو یہ الزام نبی اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ پر عائد ہو جاتا ہے جس سے ان کی تکذیب اور توہین لازم آتی ہے جو صریح کفر کا موجب ہے۔ نیز اس لفظ شہادات سے مراد مومنین کے تمام اقوال، وعدے اور معاہدے ہو سکتے ہیں جو وہ اپنی عملی زندگی میں آئے دن افراد اور اقوام سے کرتے رہتے ہیں نہ کہ صرف شہادات بمعنی عدالتی گواہیاں۔

چوتھی دلیل:-

تفسیر نور الثقلین جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ پر سورۃ اسراء کی آیت نمبر ۱۱۰ ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾ کی تفسیر میں واضح الفاظ میں شہادتِ ثالثہ در تشہد کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

تکتُم ذلک علیاً یقول اعلمہ ما اکرمتہ بہ فاما قوله وابتغ بین ذلک سبیلاً
یقول تسالنی ان آذن لک ان تجہر بامر علی بولایتہ فاذن لہ باظہار
ذلک یوم غدیر خم فهو قوله یومئذ اللہم من کنت مولاه فعلی مولاه
اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ ﴿﴾

”جناب جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے آیت مجیدہ ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾ کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ (ابھی) علیؑ کی ولایت و خلافت کا اعلان نہ کیجئے۔ سو وہ روح نماز ہیں اور جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں علیؑ کے ان فضائل و مناقب کو ظاہر نہ کرنا، جن سے میں نے علیؑ کو نوازا ہے ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ﴾ کی یہ تفسیر ہے۔ اور جہاں تک ﴿وَلَا تُخَافُتْ بِهَا﴾ کا تعلق ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ علیؑ کے فضائل کو ان (علیؑ) سے پوشیدہ نہ رکھو بلکہ ان کو ان فضائل سے آگاہ کر دو، جن سے میں نے انہیں نوازا ہے اور ﴿ابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تو مجھ سے علیؑ کی ولایت و خلافت کے اعلان کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ پس غدیر خم کے موقع پر آپؑ کی خلافت و ولایت کے اعلان کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

اللہم من کنت مولاه فعلی مولاه اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ۔“
(تفسیر عیاشی، ج ۲، صفحہ ۳۱۹، روایت نمبر ۱۸۰، طبع تہران)
یہی روایت علامہ باقر مجلسیؒ نے بحار الانوار، ج ۳۶، صفحہ ۱۰۵، باب فی سائر لآیات النازلۃ فی شانہ علیہ السلام، طبع بیروت اور علامہ ہاشم بحرانیؒ نے تفسیر برہان، ج ۴، صفحہ

گئی اکثر روایات مرسل ہیں جن پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔
(تقریرات فی اصول الفقہ صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۸، ناشر جماعت المدرسین قم المشرقیۃ ۱۴۱۱ھ)
بنا بریں یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے منقطع ہے۔ انقطاع سند، صحت حدیث کے منافی ہے۔ اسی تفسیر میں باقی تقریباً بارہ روایات نماز میں جہر و اخفات سے متعلق ہیں۔

بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص مولائے کائنات کی ولایت اور امامت کا قائل نہیں تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی کیونکہ امیر المؤمنینؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی ولایت تمام اعمال و عبادات کے قبول ہونے کی شرط ہے لیکن شرط نماز نہیں ہے بہر صورت معترض کی مسئلہ اس روایت سے شہادت ثالثہ در تشہد تو کسی صورت ثابت نہیں ہوتی۔

تفسیر نور الثقلین کی ان دو روایتوں میں سے صرف ایک میں ﴿فہو فی الصلوٰۃ﴾ کے الفاظ پائے جاتے ہیں اس میں لفظ ﴿فی﴾ اضافہ ہے بظاہر یہ سہو قلم یا تحیف کا تب کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سلسلہ میں تفسیر نور الثقلین کا اصل ماخذ تفسیر عیاشی ہے جبکہ تفسیر عیاشی میں لفظ ﴿فی﴾ موجود نہیں ہے۔ لیجیے ہم تفسیر عیاشی کی اصل روایت بمع سند نقل کر کے اصل حقیقت واضح کیے دیتے ہیں، تاکہ ناظرین کو انصاف کا پورا موقع مل جائے، ملاحظہ فرمائیں:

عن جابر عن ابی جعفرؑ قال سألته عن تفسیر هذه الآية فی قول الله ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً قال لا تجہر بولایۃ علیؑ فهو الصلوٰۃ ولا بما اکرمتہ بہ حتی آمرک بہ و ذلک قوله ولا تجہر بصلاتک و اما قوله ولا تخافت بها فانه یقول ولا

۶۳۹، طبع بیروت میں تفسیر عیاشی کے حوالے سے ان ہی الفاظ کے ساتھ درج فرمائی ہے۔ محولہ بالا عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اس روایت کا شہادتِ ثالثہ کے ساتھ قطعاً کوئی ربط اور تعلق نہیں ہے بلکہ اس روایت میں حضرت علیؑ کی خلافت و امامت کی بات کی گئی ہے جس کا منشاء و مفاد کچھ یوں ہے کہ آپؐ کی خلافت کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا مگر جب اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپؐ نے غدیر خم کے میدان میں مولائے کائناتؑ کا بازو بلند کر کے اس کا اظہار کر دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر اظہار کس امر کا تھا؟ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا تھا یا خلافت و امامت کا؟ اس روایت میں ﴿من کنت مولاه....﴾ کے واضح اور غیر مبہم الفاظ کے ساتھ اظہار کرنا ہی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان تھا نہ کہ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا۔ اس کا ایک نہایت واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر چند منٹ کے لیے باور کر لیتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غدیر خم کے موقع پر تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا تو قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اس کے فوراً بعد ہی آپؐ نے نماز کے تشہد میں اسے خود پڑھا اور اپنی امت کو پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ پھر دوسرا سوال یہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ غدیر خم کے واقعہ کے بعد حضرت علیؑ علیہ السلام سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک اس پر عمل ہوتا رہا ہے؟ اگر ہم حدیث غدیر کا مفہوم شہادتِ ثالثہ ہی لے لیں تو ہمارا چودہ سو سال سے خلافت سے محرومی کا رونا کہاں جائے گا؟

ذرا انصاف و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس روایت کے متن پر غور و خوض فرمائیے کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھیں؟ بلکہ اس حدیث میں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ البتہ خواہ مخواہ کی ضد اور عناد کا جہاز ہے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

”هو الصلوٰۃ“ کا معنی و مفہوم

اس روایت میں وارد الفاظ ”فهو الصلوٰۃ“ سووہ (علیؑ) نماز ہیں کی نہایت مختصر وضاحت قابل ملاحظہ ہے چنانچہ مولائے کائناتؑ علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿انا الصلوٰۃ و انا صلوٰۃ المؤمنین و صیامهم﴾ ”میں نماز ہوں، میں مومنوں کی نماز اور ان کا روزہ ہوں۔“ اور جیسا کہ بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ﴿نحن الصلوٰۃ و نحن الزکوٰۃ﴾ ”ہم نماز ہیں اور ہم زکوٰۃ ہیں۔“ کیا وہ ارکان مخصوصہ جن کو ہم پانچ وقت بجالاتے ہیں کا نام علیؑ ہے؟ اگر ایسا ہے تو مولائے کائناتؑ ان کو خود کیوں بجالاتے تھے اور اس کے بجالانے کی تاکید اپنے شیعوں کو کیوں فرماتے تھے؟ اور اسی طرح زکوٰۃ و علیٰ هذا القیاس۔ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس ارشاد کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میں نماز کی مثل ہوں جس طرح نماز خداوند عالم کے قرب کا ذریعہ ہے اسی طرح میں علیؑ بھی خدائے بزرگ و برتر کے قرب کا ذریعہ ہوں۔ نیز یہ کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی قبولیت کیلئے ہماری ولایت و امامت کا اقرار ضروری ہے جو ایمان کا حصہ ہے اور یہی ایمان ان عبادات کی قبولیت کیلئے بنیاد ہے۔ علم بلاغت کے اعتبار سے اس کو تشبیہ و بلیغ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس فن کے ماہرین جانتے ہیں کہ تشبیہ و بلیغ وہ ہوتی ہے کہ جس میں ادات تشبیہ اور وجہ شبہ دونوں کا ذکر نہ کیا جائے، تفصیل کیلئے علم بلاغت کی معتبرات ملاحظہ ہو: مختصر المعانی، مطول اور المفصل از موسیٰ بامیانی وغیرہ۔ اس ضمن میں ایک مثال ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ اس کا مفہوم پوری طرح ذہن میں سما سکے چنانچہ زُبْدَةُ عَدْلٍ ”زید عدل ہے“ اس کا معنی یہ ہے کہ زید مجسم عدل ہے۔ بعینہ اسی طرح قاعدہ کی رو سے ہماری زیر بحث روایت کے الفاظ هو الصلوٰۃ ”علیؑ نماز ہیں“ کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت علیؑ علیہ السلام اتنے نمازی ہیں کہ وہ مجسم نماز ہیں جیسے

زَيْدٌ أَسَدٌ ”زید شیر ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید اتنا زیادہ شجاع ہے کہ وہ مجسم شجاعت ہے اسی طرح اَسَدُ اللّٰهِ اور يُعْسُوْبُ الدِّينِ یہ سب تشبیہ بلغ ہیں اس سلسلہ میں کتب فنون سے مزید بہت سی امثلہ کے ساتھ ”ہو الصلوٰۃ“ کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔ چونکہ بحث ذرا طول پکڑ گئی ہے اس لیے ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قابل غور بات!

دراصل اس تمثیل سے یہ بات ثابت کرنا مقصود ہے کہ عبادات کی قبولیت کا تمام دار و مدار محض آل محمد کی معرفت پر ہے۔ ان کی معرفت کے بغیر تمام اعمال و عبادات رائیگاں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ عبادات میں سے اہم عبادت نماز ہے اس لیے حضرت علی علیہ السلام بلکہ پورے بارہ امام بہت زیادہ عبادت گزار اور نمازی تھے جیسا کہ علامہ ذہبی ایسے متعصب سنی عالم نے بھی اپنی کتاب ”سیر اعلام النبلاء“، ج ۴، صفحہ ۳۹۲، طبع بیروت میں ہمارے چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ﴿كَانَ يَصَلِّي فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ الْفَرْكَعَةَ إِلَى أَنْ مَاتَ وَكَانَ يَسْمِي زَيْنَ الْعَابِدِينَ لِعِبَادَتِهِ﴾ ”امام علی بن حسینؑ اپنی پوری زندگی دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے زیادہ عبادت کی وجہ سے آپ کا نام ہی زین العابدینؑ پڑ گیا تھا۔“ نماز کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ان کے ماننے والوں پر واجب و لازم ہے کہ وہ بھی اپنے ائمہ کی اطاعت میں باقاعدگی سے اس انتہائی اہم فریضہ کو ادا کیا کریں۔

پانچویں دلیل

عن بکر بن حبيب قال قلت لابي جعفر عليه السلام: ائى شئى اقول فى التشهد والقنوت قال: قل باحسن ما علمت فانه لو كان موقفاً لهلك الناس.

بکر بن حبیب حمسی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تشہد اور قنوت میں کیا پڑھوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا پڑھ جس کو سب سے اچھا جانتے ہو کیونکہ اگر (تشہد) مقرر ہوتا تو لوگ ہلاک ہو جاتے

(الفروع من الکافی کتاب الصلاۃ باب التشہد، صفحہ ۹۹ طبع نولکشور، تہذیب الاحکام، جلد ۲)

باب کیفیت الصلاۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ طبع تہران

الجواب

اس روایت کی پوری سند یوں ہے

الحسين بن سعيد عن صفوان (بن يحيى) عن منصور بن حازم عن بکر بن

حبیب قال: قلت لأبي جعفر عليه السلام... الخ

(تہذیب الاحکام باب کیفیت الصلاۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۲، حدیث ۳۸۱/۱۳۹، طبع تہران)

اولاً:

یہ کہ اس سلسلہ سند میں پہلا راوی حسین بن سعید بن حماد الاہوازی ہے اگرچہ یہ بذات خود ثقہ اور جلیل القدر راوی ہے لیکن شیخ طوسیؒ کا اس کی طرف سلسلہ سند محل نظر ہے جیسا کہ آیت اللہ شیخ محمد آصف الحسنی دام ظلہ نے تحریر فرمایا ہے

الحسين بن سعيد حكم الطريق : فيه بحث ، حال ذى الطريق : ثقة

حسین بن سعید کی طرف شیخ طوسیؒ کا سلسلہ سند محل بحث ہے جبکہ حسین بن سعید خود ثقہ ہے (بحوث فی علم الرجال صفحہ ۴۳۳ باب بیان طرق مشیخ التہذیب، طبع قم)

رہا یہ اعتراض کہ ”اس طویل تشہد کا راوی بھی حسین بن سعید ہے جس پر آپ نے خود ہی جرح فرمادی“

جواب: معترض نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے، اس کتاب میں کہیں بھی ہم نے حضرت

اعتبار ہوتی ہے چنانچہ شیخ طوسیؒ اپنی تصنیف ”عدة الاصول“ صفحہ ۶۲ پر ”الفصل الحادی عشر“ مطبوعہ ایران ۱۳۱۴ھ میں اُن قرائن پر جو کہ احادیث کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور دیگر قواعد و ضوابط بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

واذا كان احد الراويين معروفاً والآخر مجهولاً قدم خبر المعروف على خبر المجهول لانه لا يؤمن ان يكون المجهول على صفة لا يجوز معها قبول خبره ”جب دو راویوں میں سے ایک معروف اور دوسرا راوی مجہول ہو تو معروف کی حدیث مقدم ہوگی مجہول راوی کی حدیث پر، کیونکہ کہ خدشہ ہے کہ مجہول راوی ایسا ہو کہ جس کی روایت قبول کرنا جائز ہی نہ ہو“

لہذا جس کسی نے بھی مجاہل اور بلا سند روایات سے استدلال کیا ہے اس نے اصول حدیث کے قواعد کو توڑ کر قانون کی سراسر خلاف ورزی کی ہے پس ایسی روایات سے حاصل شدہ نتیجہ باطل اور ناقابل قبول ہے۔

رہا یہ کہنا کہ ”اگر یہ مذکورہ روایت مجہول ہے تو نماز میں دو گواہیوں والی روایت بھی مجہول ہے“ یہ قیاس مع الفارق ہے اور یہ اعتراض وہ ہی کر سکتا ہے جو اصول حدیث سے بالکل ہی جاہل و نا بلند ہو، حالانکہ اس مجہول روایت اور دو شہادتوں کی روایت میں نمایاں فرق یہ ہے کہ محولہ بالا مجہول روایت صرف ایک ہی سند سے مروی ہے جو بکر بن حبیب کی وجہ سے مجہول و مردود ہے لیکن دو شہادتوں پر صرف ایک نہیں بلکہ بکثرت متعدد طرق و اسانید سے صحیح متواتر احادیث موجود ہیں جن کا انکار گویا نماز کے انکار کے مترادف ہے۔

ثانیاً:

یہ کہ قطع نظر سند کے، اس روایت سے مراد یہ ہے کہ تشہد میں شہادتین اور درود کے علاوہ دعائیہ کلمات اور حمد باری تعالیٰ واجب نہیں اور نہ ہی ان کے مخصوص الفاظ ہیں بلکہ مختلف

حسین بن سعید اھوازیؒ پر جرح نہیں کی بلکہ ہم نے انہیں بذات خود ثقہ اور جلیل القدر راوی کہا ہے۔ اب معترض اسے جرح قرار دے تو اس سے بڑی حماقت و جہالت کیا ہو سکتی ہے۔ رہا یہ کہ ”طریق قابل بحث ہے“ تو یہ علم درایہ کی فنی بحث ہے، اس کا تعلق راوی پر جرح سے ہرگز نہیں ہے۔ یہاں ہم نے ایک محقق کا قول نقل کیا ہے ان کے نزدیک محل بحث سے مراد یہ نہیں ہے کہ شیخ طوسیؒ کا حسین بن سعید تک سلسلہ سند ناقابل اعتبار ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر مزید بحث کی گنجائش ہے۔ علاوہ ازیں علامہ حلیؒ وغیرہم فقہاء نے واشکاف الفاظ میں تحریر کیا ہے: فطریق الشیخ رحمہ اللہ فی التہذیب... الی الحسین بن سعید صحیح۔ نیز مزید لکھتے ہیں وطریق الشیخ ابی جعفر الطوسی رحمہ اللہ فی کتاب الاستبصار... عن الحسین بن سعید صحیح۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ طوسیؒ کی سند حسین بن سعید اھوازی تک بالکل صحیح ہے۔ (ملاحظہ ہو: خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، صفحہ ۴۳۶، الفائدہ الثانیۃ، مطبوعہ ایران)

مزید یہ کہ اس کی سند ایک مرکزی راوی بکر بن حبیب حمسی نجفی کوئی ہے جس کا شمار امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے مجہول الحال ہے ملاحظہ فرمائیے: (المفید من معجم رجال الحدیث صفحہ ۹۰ ترجمہ نمبر ۱۸۴۱ طبع بیروت) یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے بھی اس روایت کو مجہول قرار دیا ہے چنانچہ مرآۃ العقول شرح الکافی جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ایران طبع جدید میں اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے:

الحديث الثانی مجهول ”اس باب (تشہد) کی دوسری حدیث مجہول ہے“ جبکہ اصول حدیث کی رو سے مجہول الحال راوی سے مروی روایت ضعیف اور ناقابل

اجمال نام لو۔“ اس مذکورہ روایت کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اس میں نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنے کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ یہ محض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اگر اس سے مراد شہادتِ ثالثہ ہوتی تو کم از کم خود شیخ صدوقؒ اس کا تذکرہ ضرور کرتے یا ان کے بعد آنے والے فقہاء اس روایت کو مورد استدلال ٹھہرا کر اپنی کتب معتبرہ میں تشہد کے ابواب میں شہادتِ ثالثہ کو درج کر دیتے لہذا اس سے مراد شہادتِ ثالثہ در تشہد ہرگز نہیں ہے۔

روایت بالا میں ذرا غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اجمال سے مراد صلوات میں ائمہ علیہم السلام کا ذکر ہے۔ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے ﴿اجملہم﴾ فرما کر اس بات کی وضاحت کر دی کہ نماز کے درود میں یہ ذواتِ مقدسہ شامل ہیں اس لیے آپ نے تفصیل سے نام لینے کی اجازت نہیں فرمائی، چنانچہ یہی وضاحت خود کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے حاشیہ پر موجود ہے جیسا کہ حوزہ علمیہ قم المقدسہ کے نامور علماء و فقہاء اور مدرسین کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ شائع شدہ اس کتاب کا نسخہ میرے پیش نظر ہے اس کے صفحہ ۳۱۷، حاشیہ نمبر ۲ پر اس روایت کی تشریح بایں الفاظ موجود ہے: ﴿و معنی اجملہم ای اذکرہم بامر شامل لہم مثل ال محمد فیمكن ان يفہم منہ وجوب الصلوۃ علی ال محمد﴾ بہر حال یہ بات تو متفق علیہ اور محقق ہے کہ پورے چودہ معصومین علیہم السلام نماز کے درود اللہم صل علی محمد و آل محمد میں شامل ہیں وجہ نماز میں ان کے اسماء گرامی تفصیل سے لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آخری امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک سب نے جہاں بھی تشہد کے کلمات کی تعلیم دی ہے وہاں ان اسماء مبارکہ کا بالتفصیل تذکرہ نہیں کیا۔ اگر بفرض محال ”اجملہم“ سے ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا تفصیلی نام لینا ہی مراد ہے۔ تو شہادتِ ثالثہ در تشہد کے داعی فقط حضرت علیؑ کے نام پر

الفاظ کے ساتھ بھی دعائیہ الفاظ اور حمد باری تعالیٰ کو بجالایا جاسکتا ہے چنانچہ علماء اعلام نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے

اراد منہ السلام أن ما يشتمل عليه تشهد الناس يومئذ من التحيات و التسليمات المتكررة والدعاء وغير ذلك ليس بواجب ولا مهم به وإنما يكفيك بعد الاتيان بالشهادتين والصلاة على النبي صلى الله عليه وآله وسلم التحميد الذي يؤتى به في التشهد فاذا قلته حسبك عن سائر الاذكار التي يأتون بها فيه قبل أو بعد.

”امام علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ اس وقت لوگوں کا جو تشہد، تحیات، متکرر سلاموں، دعاؤں اور اذکار پر مشتمل ہے (تشہد کبیر) یہ واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اہتمام کرنے کی ضرورت، تشہد میں دو شہادتوں اور درود کے علاوہ جو حمد بجالائی جاتی ہے وہ بھی تیرے لئے کافی ہے، پس جب آپ یہ تشہد پڑھیں (جس میں حمد، شہادتین اور درود ہے) تو جنہیں لوگ تشہد سے پہلے یا بعد میں پڑھتے ہیں باقی اذکار کی ضرورت نہیں ہے“ نماز کی قیود و حدود مقرر کی گئی ہیں۔ ہر مومن کو ان حدود میں رہنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ جب نبی مکرم ﷺ اور ان کے بعد ہادیان برحق ائمہ اطہار علیہم السلام مومن کے لیے آنکھ اٹھانے اور سانس لینے کے طریقہ کار کی بھی حد مقرر کرتے ہیں تو کیا دین اسلام کی پہلی فرع (نماز) کی ادائیگی کے لیے امت اسلامیہ کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :-

جناب شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ میں نقل کیا ہے کہ حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ﴿اسمى الائمة فى الصلوۃ؟﴾ نماز میں ائمہ کا نام لیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ﴿اجملہم﴾ بطور

ہی اکتفا کیوں کرتے ہیں؟ باقی ائمہ علیہم السلام کا نام کیوں نہیں لیتے؟

’اجملہم‘ کا معنی و مفہوم: یہ صیغہ واحد مذکر کا ہے جسکی فعل ماضی ”اجمل“ آتی ہے مضارع ”یجمل“ اور مصدر ”اجمال“ ہے۔ پس اس حدیث کا مطلب ہے کہ جی ہاں تم آئمہ علیہم السلام کا نام بطور اجمال نماز میں لے سکتے ہو اور صلوة سے بہتر اجمالی تذکرہ اور کیا ہوگا پس ہرگز ”جمیل“ معنی کرنا اس صیغہ سے ممکن نہیں۔

ثانیاً۔ اگر ہم بر سبیل تنزل تسلیم کر بھی لیں کہ اس سے مراد ”جمال و اجمال“ ہر دو معنی مراد ہیں تو یہ ایک مسئلہ عقلی و ادبی قاعدہ کی جاہلانہ مخالفت ہے کیونکہ یہ قاعدہ استعمال اللفظ فی اکثر من معنی قبیح ”ایک لفظ کو بیک وقت دو مختلف معنی میں استعمال کرنا قبیح عمل ہے“ اس بات پر بین دلیل ہے کہ (اجملہم) کو بیک وقت ”جمال و اجمال“ ہر دو میں استعمال کرنا غلط ہے۔

ثالثاً۔ اگر ہم فرضاً مان بھی لیں کہ لفظ (اجملہم) ”جمال و اجمال“ میں سے ہر دو میں استعمال ہو رہا ہے تو اس لفظ کی دونوں معنی پر دلالت مساوی نہیں ہوگی بلکہ ان میں سے ایک اظہر جبکہ دوسرا غیر اظہر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صیغہ اس کا مصدر اجمال ہی ہے اور ثانیاً علامہ باقر مجلسیؒ نے ہی اجمال کو اظہر معنی قرار دیا ہے چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسیؒ روایت میں وارد لفظ ”اجملہم“ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں قولہ علیہ السلام:

اجملہم ای اذکرہم مجملًا کقولک اللہم صل علی ائمة المسلمین و نحوہ و قيل المراد اذکرہم بالجمیل او اذکرہم جمیلاً، والاول اظہر ترجمہ: مختصر ذکر کریں جیسے آپ کا یہ کہنا اللہم صل علی آئمہ المسلمین اور اسی جیسے کلمات اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خوبصورتی سے ان کا ذکر کریں یا نہایت خوبصورتی کے ساتھ ذکر کریں لیکن پہلا قول اظہر ہے۔ (ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار، جلد ۳، صفحہ ۶۷۴،

ناشر مکتبہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۶ھ)۔ علامہ مجلسیؒ نے یہاں نہایت اختصار اور اجمال مراد لیا ہے اور اسی کو ہی اپنا قول مختار قرار دیا ہے جبکہ خوبصورتی والے قول کو صیغہ ترمیض کے ساتھ ذکر کر کے اسے رد کر دیا ہے۔ اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ قول مختار کے بعد صیغہ ترمیض کے ساتھ کوئی دوسرا قول نقل کرنا اس کے کمزور اور ناقابل اعتبار ہونے کی علامت ہوا کرتا ہے لہذا اظہر معنی کے ہوتے ہوئے غیر اظہر مراد لینا قطعاً درست نہیں ہے۔ نیز ملا فیض کاشانیؒ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: الاجمال ان یقول آل محمد او اہل بیت محمد و نحو ذالک ”اجمال سے مراد آل محمد یا اہل بیت محمد اور ان جیسے کلمات کہنا ہے“۔ (الوائی، جلد ۸، صفحہ ۸۸۶، طبع ایران)

رابعاً۔ اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ دونوں معنی مراد ہیں اور دونوں معنی پر دلالت بھی مساوی ہے تو بھی کلام جمیل وہی ہوگا جو سید کائنات علیہ السلام کی زبان بابرکت سے جاری ہوگا کیونکہ کلام الامام امام الکلام ہوتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کا نماز میں خوبصورتی سے نام انہی الفاظ سے لیا جائے گا جو آپ کی لسان اقدس سے صادر ہوئے ہیں اور وہ (اللہم صل علی۔۔۔)۔

خامساً۔ اگر اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالتفصیل خوبصورتی سے لو اور یقیناً یہ صیغہ امر ہے جو اولاً تو وجوب میں یا کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے اور نتیجہ حدیث کا مطلب کم از کم یہ بنتا ہے کہ بالتفصیل خوبصورتی سے تمام آئمہ علیہم السلام کا نام لینا مستحب ہے۔

اور اگر واقعاً یہ مستحب ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ صرف مولائے کائنات علیہ السلام کا اسم گرامی بالتفصیل ذکر کرتے ہیں لیکن دیگر آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے (و اولادہ المعصومین) کا اجمالی ذکر کیوں کرتے ہیں؟

معصوم علیہم السلام نے فرمایا (اجملہم) یعنی ان کے اسماء گرامی کو احترام و تقدس اور زیبائی سے لومثلہ انسان کے تشہد کے درود میں آئمہ طاہرین کے ناموں کو اسی طرح لینا جائز ہے جس طرح روایات میں وارد ہوا ہے۔ (رسالہ شہادت ثالثہ کا جواز در تشہد نماز صفحہ ۳۳، ۳۴)

یقیناً ہمارے باشعور قارئین حضرات متوجہ ہوں گے کہ یہ تو سراسر ہمارے موقف کی تائید ہے۔ کیونکہ آئمہ کے اسماء گرامی کو پڑھنے کی بات فقط تشہد کے درود کے حوالے سے ہو رہی ہے نہ کہ خود تشہد میں، اور ثانیاً آیۃ اللہ موصوف نے اسماء گرامی آئمہ کو فقط اسی عبارت و الفاظ سے پڑھنے کی اجازت دی ہے جواز روایات صحیحہ وارد ہوئے ہیں اور یقیناً اس بات میں تو کسی شیعہ کو انکار نہیں۔

پس دو نکتے قابل توجہ ہیں،

۱۔ جواب تشہد کے درود کے ساتھ مختص ہے نہ کہ تشہد کے بارے میں۔

۲۔ صرف ان ہی الفاظ کو صلوة میں لایا جاسکتا ہے جو صحیح روایات سے وارد ہوئے ہوں۔ لہذا کسی طور بھی مذکورہ بالا فتویٰ سے تشہد میں شہادت ثالثہ کے جواز کا عندیہ نہیں ملتا۔

تنبیہ

مشاہیر فقہاء کے ہاں یہ امر متداول ہے اور استدلالی فقہی کتب میں بھی یہ قاعدہ وضابطہ موجود ہے بلکہ بلا تامل اتنی بات شرح لمعہ کے طلبہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ ووقوفافی ماخلف الاصل علی القدر المتیقن ﴿ جب بھی اصل کے خلاف حکم لگانا ہو تو ضروری ہے کہ متیقن مقدار تک ہی لگایا جائے اور جو جزئی یقینی میں داخل نہ ہو اسی پر اصل کے مطابق ہی حکم لگانا ہوتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ نماز کے باب میں اصل کیا ہے آیا تشہد نماز میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا اصل ہے یا خلاف اصل؟

اہل علم کے لئے لمحہ فکریہ ہے فتامل جیداً۔

پس اگر ہر امام کا بالتفصیل و خوبصورت ذکر کرنا مستحب ہے اور اجمالی ذکر کافی نہیں ہے تو پھر آپ بھی برابر کے مجرم ہیں کیونکہ ہم بارہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالاجمال لیتے ہیں اور آپ گیارہ آئمہ علیہم السلام کا نام بالاجمال لیتے ہیں۔

اور دوسرا یہ کہ امامؑ کبھی کوئی مستحب کام ترک نہیں کر سکتے لہذا اگر تمام آئمہ کا نام تفصیلاً ذکر کرنا مستحب ہے تو کتب اربعہ اور باقی دیگر معتبر کتب میں مذکورہ بیسیوں تشہد میں معاذ اللہ امامؑ نے اس مستحب کی خلاف ورزی کیوں فرمائی؟

مکرمین ولایت علیؑ - نے اپنے آیۃ اللہ گرگانی کا جو فتویٰ ذکر کیا ہے حسن اتفاق یہ ہے وہ ان کے فرسودہ اور خود ساختہ نظریے کے سو فیصد مخالف اور ہمارے (الہی) موقف کی واضح تائید ہے۔

آیۃ اللہ سید محمد علی علوی گرگانی سے جب اسی روایت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے (اجملہم) سے مراد یہی تشہد میں درود مراد لیا ہے سوال و جواب ہر دو ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الحلبي له اسمى الاثمة في الصلاة؟ وقال المعصوم "اجملهم". چه معنی دارد؟ وضاحت فرمائید۔

جواب ۲۔ ظاہراً حلبی سئوالش این بوده من اسامی امامان را در نماز میاورم امام صادقؑ و معصومؑ فرمودند اجملهم یعنی اسامی آنان را با نیکی و بزرگی و زیبائی ببرید مثلاً در صلوات تشہد انسان جا یزاست اسامی امامان را آنطور کہ در روایات آمدہ است ببرد۔

ترجمہ: سوال دوسرا:۔ حلبی نے امامؑ سے پوچھا کہ میں آئمہ کے نام نماز میں لے سکتا ہوں تو معصومؑ نے فرمایا: اجمالی نام لو (اس حدیث کا کیا معنی) ہے؟

جواب: ظاہراً حلبی کا یہ سوال تھا کہ اماموں کے ناموں کو نماز میں لوں تو امام صادقؑ - و

۱۔ اس ضعیف روایت پر متقدمین و متاخرین تمام فقہاء نے عمل کیا ہو۔

۲۔ اس روایت کو بعنوان دلیل مستقل ذکر کیا ہو۔

پس بعض اصولیوں کے نزدیک ان دو شرائط کے ساتھ عمل اصحاب کسی بھی ضعیف حدیث کا جبران کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی شرط یہاں موجود نہیں۔

کیونکہ اس حدیث کی طرف باب اذان میں اشارہ فقط متاخرین نے کیا ہے اور دوسرا جن فقہاء نے اس کو ذکر فرمایا ہے وہ بعنوان دلیل نام ذکر نہیں کیا۔

کیونکہ اگر اذان میں شہادت ثالثہ کی دلیل یہی روایت ہوتی تو پھر یہ صیغہ (فلیقل) صیغہ امر ہے جو اولاً وجوب یا کم از کم استحباب پر دال ہے اور بالاتفاق تمام فقہاء عظام شہادت در اذان کے جزو ہونے کے منکر ہیں۔

ثانیاً: فرض کریں کہ اگر یہ دو شرائط پوری بھی ہو جائیں تو فقط عمل اصحاب ان کے نزدیک صحیح ہے جو فقہاء کی حیثیت و تقدس کے قائل ہیں پس فقہاء کے خلاف زبان درازی کرنے والے اور ان کو حرام خور، ریا کار، نام نہاد اور خمس خور جیسے الفاظ استعمال کرنے والے منکرین ولایت علی - کے لئے عمل فقہاء کسی طور بھی جبران ضعف حدیث نہیں کر سکتا پس بفرض محال اگر دونوں شرائط موجود نہ بھی ہوں تب بھی ان جیسے بدناموں کے نزدیک حدیث جوں کی توں ضعیف ہے۔

ثالثاً: اگر بفرض محال ہم اس روایت کو درست مان بھی لیں تو زمانہ قریب کے فقہاء کرام نے صرف اذان میں اسی روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے لیکن اس سے استنباط نہیں کیا کیونکہ اگر اسکو اذان میں شہادت ثالثہ کی دلیل کے طور پر اخذ کرتے تو حتماً اس کی جزئیت کے قائل ہوتے لیکن حسن اتفاق یہ ہے کہ طول تاریخ میں سے کسی نے شہادۃ ثالثہ کو جزء قرار نہیں دیا۔

چھٹی دلیل

فاذا قال احدكم لا اله الا الله محمد رسول الله فليقل على امير المؤمنين ولي الله -

۱۔ اولاً یہ روایت فی حدنفسہ مرسل ہے۔ البتہ بعض فقہاء کرام کا اس حدیث سے باب اذان میں استشہاد اس کے ضعف کا جبران کرتا ہے لیکن فقہاء کا استشہاد فقط ان افراد کے نزدیک جبران سند کرتا ہے جو فقہاء کرام کی حیثیت کے قائل ہیں پس فقہاء کے خلاف زبان درازی کرنے والے اور ان کیلئے حرام خور، ریا کار نام نہاد خمس خور جیسے غلط الفاظ کسی فتویٰ سے یہ استعمال کرنے والے دشمنان ولایت، منکرین ولایت کیلئے استشہاد فقہاء کسی طور بھی جبران سند نہیں کر سکتا پس حدیث جوں کی توں ضعیف ہے۔

پس اگر قدماء و متاخرین میں سے تمام فقہاء کسی ضعیف روایت کو بعنوان دلیل مستقل اخذ کریں تو انکا اس ضعیف روایت پر عمل کرنا بعض اصولیوں کے نزدیک اس کے ضعف کا جبران کرتا ہے۔

لیکن افسوس بالائے افسوس کہ اس روایت میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور یہ روایت فی حدنفسہ مرسل اور غیر معتبر ہے۔

بدکلام کی واضح خیانت:

مصنف نے اس روایت کے ذیل میں فقہاء کی کتب ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور انکی عبارتوں کو بیان کرنے سے صرف اسی لئے گریز کیا ہے کیونکہ یہ جناب کے موقف کی مخالفت کرتی ہے، یہ روایت فی حدنفسہ مرسل و غیر معتبر ہے، اس کے ضعف سند کو عمل فقہاء سے جبران کیا جاسکتا تھا لیکن کسی ضعیف روایت کے عمل فقہاء سے جبران کرنے کی دو شرائط ہیں۔

رابعاً: اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو بہت بڑا اعتراض سامنے آئے گا کیونکہ (فلیق علی امیر المومنین) صیغہ امر ہے جو کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے پس معنی حدیث یہ ہوگا کہ جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تو مستحب ہے ساتھ علی ولی اللہ بھی کہو اور یہ بات بھی واضح ہے کہ امام و معصوم کبھی مستحب کام ترک نہیں کر سکتا

ساتویں دلیل

محدث علامہ نعمۃ اللہ الموسوی الجزائری زہر الریح، صفحہ ۲۹۶، الانوار النعمانیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲، طبع تبریز میں رقم طراز ہیں۔

میں نے اصفہان میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ بڑا وسیع و عریض میدان ہے جس میں ایک حجرہ ہے لوگ اس حجرے کی طرف جا رہے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا ”حجرے کی طرف کیوں جا رہے ہو؟“ لوگوں نے مجھے بتایا کہ رسول خدا تشریف لا رہے ہیں پس میں بھی حجرے کی طرف دوڑا، ناگاہ دیکھتا ہوں کہ نبی کریم حجرے کے دروازے پر ہی تشریف فرما ہیں اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں، میں آنحضرت کے قدم چومنے کے بعد ان کے سامنے باادب کھڑا ہو گیا اور آپ کی طرف سے نماز کے شروع میں ایک دعا مروی ہے ”اللہم انی الیک محمد ابین حاجتی... الخ“

اس دعا میں امیر المومنین علیؑ کا ذکر نہیں ہے میں ڈرتا ہوں کہ اس دعا میں حضرت علیؑ کا نام لینے سے شریعت میں اپنی خواہش کے ساتھ مداخلت نہ ہو جائے۔ فاشار الی با صبیحہ و قرن بینہا۔ پس آنحضرتؐ نے میری طرف اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ ذکر علیؑ مع اسمی مثل ہاتین کہ ذکر علیؑ میرے نام کے ساتھ ایسے ہے۔ جیسے میری دو انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ فاذا ذكرت اسمی فا ذکر اسمہ۔ جب بھی، جہاں بھی میرا نام لو پس (لازم ہے) علیؑ کا نام بھی لو۔

نیز اذان میں شہادت ثالثہ کے جواز سے نماز میں شہادت ثالثہ کو جائز قرار دینا واضح طور پر ابلیسی قیاس ہے جس کا فقہ شیعہ سے دور تک کوئی تعلق نہیں اور مزید برآں یہ قیاس مع الفارق بھی ہے کیونکہ یقیناً اذان میں جو گنجائش موجود ہے وہ ہر گز نماز میں نہیں اذان و نماز میں فرق کی تفصیلی بحث صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کو جن فقہاء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے ان میں سے بعض نے صراحتاً اس حدیث سے نماز میں تیسری گواہی کے جواز کو یکسر مسترد فرماتے ہوئے نماز میں شہادت ثالثہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب انوار النعمانیہ میں کچھ یوں ذکر فرمایا ہے۔

”و یستفاد من قوله اذا قال احدکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین عموم استحباب المقارنة بین اسمیہا الا اخرجه الدلیل کا لتشهدات الواجبة فی الصلوات لانہا وظائف شرعیة، واما الاذان فهو وان کان من مقدمات الصلوة الا انه مخالف لها فی اکثر الاحکام“.

ترجمہ: امام کے اس قول کے ”جب تم میں سے کوئی یہ کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ تو اسے ”علی امیر المومنین“ کہنا چاہیے“ تو اسے ان دونوں ناموں (محمد و علیؑ) کو ملانے کا عمومی استحباب مستفاد ہوتا ہے۔ سوائے ان مقامات پر کہ جہاں کوئی دلیل محمد رسول اللہ کے ساتھ علی ولی اللہ نہ پڑھنے پر موجود ہو لہذا وہاں نام رسول اللہ اور علیؑ ولی اللہ کو باہم پڑھنا درست نہیں جیسا کہ نماز کے واجب تشہد میں کیونکہ یہ وظیفہ شرعیہ (توقیفیہ) ہے (سوا میں کمی بیشی درست نہیں ہے)۔ (انوار النعمانیہ جلد ۱۔ صفحہ ۷۰ طبع بیروت)

تفصیل ذلک فی رسالۃ الاجتهاد والتقلید .

قال الفقیہ الاعظم والمجتہد الاکبر الشیخ جعفر کاشف الغطاء قدس سرہ فی کتابہ (الحق المبین) . ان الاحلام لا تكون شواہد الاحکام باتفاق علماء اہل الاسلام انظر ص ۸۳ ط طہران (۱۳۹۱) ھ ق .

ترجمہ: مصنفؒ نے جو خواب اپنے مطلب کی تائید کے طور پر پیش کیا ہے وہ ہرگز دلیل شرعی نہیں بن سکتا اور خصوصاً احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کے لئے تو کبھی نہیں۔ پس مجتہد کی ذمہ داری ہے کہ احکام (شرعیہ) کو ان کی معروف اولہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور عقل سے استنباط کرے نہ کہ خوابوں و مثالوں کے سہارے سے جیسا کہ یہ بات اپنے مقام پر ثابت و طے شدہ ہے اور ہم نے اسی بات کی تفصیل اپنے رسالہ بنام ”اجتہاد و تقلید“ میں ذکر کر دی ہے۔ اور فقیہ اعظم مجتہد اکبر شیخ جعفر کاشف الغطاء قدس سرہ نے اپنی کتاب ”الحق المبین“ میں فرمایا ہے کہ اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ کبھی بھی خواب و سنے احکام شرعیہ کی دلیل نہیں ہو سکتے۔

(انوار نعمانیہ۔ جلد ۱، صفحہ ۱۷۱، طبع تبریز بذیل ”نور قمری متعلق باحوال القمر“) حجیت خواب کے بارے میں علم رجال و اصول حدیث کے ماہر عالم ربانی حضرت علامہ شیخ عبداللہ مقاتی اپنی کتاب ”تنقیح المقال“ میں جناب دعبیل بن علی خزاعی کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”وثانیاً بان الرؤیا لیست بحجة فضلاً عن ان یعارض بها الخبر المعتبر المعتمد وأما قوله من رأنا فقد رأنا فان الشیطان لا یتصور بصورنا ولا یصور شیعتنا فلا یقتضی حجة الرؤیا فانه لا یلزم من رؤية الشخص بعینه ان یکون قوله حجة فیما یتعلق بالاحکام سلمنا ولكن منع ان ظاهر الالفاظ حجة فیها كما هو حجة فیها كما هو حجة والیقظة

میں بخوشی خواب سے بیدار ہوا اور یہ خواب اپنے استاد محترم محدث علامہ مجلسیؒ ابقاہ اللہ کو سنایا انہوں نے وضاحت کی۔ قد ورد فی صحیح الاخبار ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لعلی ”یا علی سألت ربی ان تذکر حیث اذکر“ فاجابنی الی ذلک۔

صحیح روایات میں وارد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ! میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ جہاں میرا ذکر کیا جائے وہاں تیرا ذکر (بھی) کیا جائے تو اللہ نے میری دعا قبول فرمائی۔

الجواب:

جب ان مداری حضرات کو اپنے خود ساختہ نظریہ کی حمایت میں متقن و مضبوط دلائل نہیں ملتے تو پھر بے چارے خواب و خیال کے کچے دھاگوں کی گتھیاں سلجھانے لگتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ ”الانوار نعمانیہ“ میں ذکر شدہ ایک خواب کا حوالہ دیا جاتا ہے جو ان کے بقول نماز میں شہادۃ ثالثہ کی دلیل ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ شہادۃ ثالثہ کے حق میں تصنیف شدہ کتب میں جب بھی یہ مداری کسی مغالطے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کتاب کا عکس نہیں دیتا کیونکہ اس میں اس کے موقف کا زبردست رد ہوتا ہے۔

چنانچہ کتاب انوار نعمانیہ مطبعہ شرکت تبریز ہمارے پیش نگاہ ہے اس میں جہاں محولہ بالا خواب کا ذکر ہے وہیں حاشیہ پر فاضل محشی حضرت آیت اللہ محمد علی القاضی الطبا طبائی التبریزیؒ نے شدید الفاظ میں یوں تردید فرمائی ہے۔

”وما ذکرہ المصنف رحمہ اللہ من الرؤیا تائیداً للمرامہ لا یکون دلیلاً شرعیاً ولا سیماً فی اثبات الاحکام الشرعیۃ فان علی المجتہد استنباط الاحکام عن الادلة المتعارفة من الكتاب والسنة والاجماع والعقل لا بطریق الرؤیا وامثاله كما هو معلوم ومبرهن فی محلہ وکتبنا

میں (علیاً) کا اضافہ فرمایا بھی تھا تو اس کو اپنی حیات طیبہ میں بیان کرتے وقت ہی فرما دیتے جبکہ آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔

ثالثاً۔ اس خواب کا تشہد نماز سے تو دور تک کوئی تعلق نہیں ہے اور خاص کر ہمارے مابہ النزاع سے تو یہ خواب بالکل اجنبی ہے کیونکہ اگر یہ خواب فرضاً حجت بھی ہو تب بھی حد اکثر دعا میں ذکر علیؑ کے اضافے کا جواز ہے نہ کہ تشہد میں۔

رابعاً۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شخصیت کو یہ خواب آیا ہے وہ یہ بات نہ جان سکے جو آج کا مداری جان گیا ہے کیونکہ محدث جزائری کہ جنہوں نے یہ خواب دیکھا اور بیان کیا وہ خود بذاتہ تشہد نماز میں شہادۃ ثالثہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان کی عبارت مع ترجمہ دیکھ سکتے ہیں۔

شیخ طوسیؒ کی کتاب ”مصابح المہجد“ میں بددیانتی

شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ رئیس مذہب شیعہ انتہائی جلیل القدر عالم ہیں آپ کی دو کتابیں ”تہذیب الاحکام“ اور ”الاستبصار“ کتب اربعہ میں شامل ہیں آپ کئی دیگر فقہی کتابوں کے مؤلف ہیں آپ نے اپنی کتابوں میں تشہد کے واجبات اور مستحبات کو بڑی تفصیل سے درج کیا ہے لیکن کہیں بھی تشہد میں شہادت ثالثہ کا اشارہ تک نہیں کیا، آپ کی ادعیہ مبارکہ پر مشتمل مشہور کتاب مصباح المہجد کا رجب المرجب ۱۰۰۴ھ کا خطی نسخہ ہمارے پیش نگاہ ہے علاوہ برائیں دیگر تصحیح شدہ مطبوعہ نسخے بھی ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں جن میں باختلاف الفاظ طویل تشہد درج کیا گیا ہے مگر اس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں ہے اس سے بھی زیادہ مضبوط اور محکم دلیل یہ ہے کہ شہید ثانی شیخ زین الدین بن علی عالمیؒ نے اپنی کتاب ”الفوائد الملیہ شرح الرسالة النفلیہ“ صفحہ ۲۲۱، بذیل عنوان ”سنن التشہد“ مطبوعہ مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی قم میں یہی تشہد ”مصابح

اذ لا دلیل علیہ ولذلك تفسر الاشياء بملازماتها و مناسباتها وامثال ذالك من التاويلات البعيدة من تفسير الشيء نقیضہ و ضلہ و مشکالہ فجازان يكون شرب الخمر عبارة عن لذا الذل الدنيا من المباحات و اما اسواد الوجه فلا دلالة على سوء حاله“۔

ترجمہ: اور ثانیاً خواب حجت نہیں ہیں چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ کوئی معتبر اور معتمد حدیث خواب سے معارض ہو سکتا ہے اور رہا امام کا یہ فرمان مقدس کہ ”جس نے خواب میں ہماری زیارت کی (وہ شک نہ کرے) اس نے ہماری ہی زیارت کی ہے (کیونکہ) شیطان ہماری اور ہمارے شیعوں کی شکل اور روپ نہیں دھا رہا سکتا“۔ یہ فرمان ہرگز خواب کے حجت و قابل اعتبار ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی شخص کو بعینہ دیکھنے کا یہ لازمہ ہرگز نہیں کہ اس کا قول بھی حجت ہو، احکام شرعیہ میں (اور بالفرض اگر) ہم صحیح بھی مان لیں تو بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ جس طرح ان ذوات مقدسہ کا حالت بیداری میں قول حجت ہے بعینہ حالت خواب میں بھی حجت ہو کیونکہ خواب میں حجیت قول پر کوئی دلیل نہیں۔ اسی لئے اشیاء کی وضاحت یا تصریح ان کے ملازمہ یا مناسب یا ان جیسی چیزوں سے کرنا تاویلات بعیدہ میں سے شمار ہوتا ہے جیسے کہ کسی شے کی تفسیر اس کی نقیض یا اس کی ضد سے کرنا بعید ہے پس اگر (خواب میں ان کی زیارت ان کے قول کی حجت پر بھی دلیل ہوتی تو بالکل اسی طرح) درست تھا کہ شراب نوشی کا مطلب تمام مباح لذتوں کو استعمال کرنا ہوتا اور (اسی طرح ملازمہ کی مثال کہ) کسی شخص کے چہرے کی سیاہی کا اس کی بد حالی پر دلالت کرنا درست نہیں۔ (کتاب: تنقیح المقال جلد ۱، صفحہ ۴۱۸، ۴۱۹۔ طبع نجف اشرف ۱۳۳۹ھ)

ثالثاً۔ اگر بالفرض محال ہم اس خواب کو حجت مان بھی لیں تو بہت بڑا سوال پیدا ہوگا کہ اگر واقعاً حضرتؑ نے اس دعا (اللہم انی اقدم الیک محمداً بین یدی حاجتی)

المجتبىٰ کے حوالے سے درج کیا ہے لیکن اس میں بھی شہادتِ ثالثہ کے اضافی الفاظ نہیں ہیں۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

واكثر الاصحاب ومنهم الشيخ في المصباح افتتاحه بقولهم بسم الله و بالله والاسماء الحسنی كلما لله (و بعد) قوله و اشهد ان محمداً (عبده و رسوله) يقول (ارسله بالحق بشيراً و نذيراً بين یدی الساعة و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمد نعم الرسول و بعد الصلاة علی النبی و آلہ صلی الله علیه و علیہم۔۔

ترجمہ: اکثر فقہاء اور ان میں سے شیخ طوسیٰ نے مصباح المجتبىٰ میں تشہد کی ابتداء اس کے ساتھ کی ہے بسم الله و بالله والاسماء الحسنی كلما لله (و بعد) قوله و اشهد ان محمداً (عبده و رسوله) يقول (ارسله بالحق بشيراً و نذيراً بين یدی الساعة و اشهد ان ربی نعم الرب و ان محمد نعم الرسول اور اس کے بعد محمد و آل محمد پر درود و سلام ہے۔ معلوم ہوا کہ شہید ثانی کے پاس مصباح المجتبىٰ کا جو نسخہ تھا اس میں یہ اضافی الفاظ موجود نہیں تھے لہذا اصل مصباح المجتبىٰ میں یہ الفاظ نہیں پائے جاتے۔ اگر اس میں یہ الفاظ ہوتے تو شیخ طوسیٰ اپنی کتاب الاستبصار اور تہذیب الاحکام دونوں میں اسے تحریر کرتے۔

لیکن بد قسمتی سے ایک غیر معروف مطبع بنام ”علمی“ مشہد مقدس کے ناشر نے ۱۳۳۸ھ میں بین السطور اپنی طرف سے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے ”و ان علیاً نعم المولیٰ“ ہم اسی کتاب میں پہلے اصل خطی نسخے کا عکس پھر محترف نسخے کا عکس پیش کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ان مغالطہ دینے والے چند غیر ذمہ دار افراد کی ابلہ فریبی اور بددیانتی اچھی طرح منکشف ہو جائے۔

اصل خطی عکس صفحہ نمبر ۱ پر اور مطبوعہ محرف نسخہ صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ سلاوی کی کتاب ”المراسم فی الفقہ“ میں بددیانتی

شیخ مفیدؒ کے شاگرد نامور فقیہ حمزہ بن عبدالعزیز الدیلمی البطرستانی المعروف بہ شیخ سلاوی متوفی ۴۶۳ھ جو ایک بلند پایا محدث اور ایک بالغ نظر فقیہ تھے اور کئی سال تک قضاوت کے بڑے عہدے پر جلوہ افروز رہے ان کی مشہور فقہی کتاب ”المراسم فی فقہ الامامیہ“ ہے جو آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے ۱۲۷۶ھ ایران سے ”الجوامع الفقہیہ“ نامی مجموعہ کے اندر شائع ہوئی بحمد اللہ تعالیٰ یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے مزید برآں اس کا ایک قدیم خطی نسخہ بھی ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے (اس کتاب المراسم) کا حوالہ سابقہ اوراق میں درج کیا جا چکا ہے

اس کتاب میں مذکور تشہد میں شہادتِ ثالثہ کا نام و نشان تک نہیں ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جدید طباعت میں ناشرین نے انتہائی بدترین خیانت کرتے ہوئے ”و ان علیاً نعم الامام“ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو صرف مصنف کے ساتھ ہی ظلم نہیں بلکہ پورے مکتب اہل بیتؑ کے ساتھ ظلم و زیادتی اور انتہائی گھناؤنا جرم ہے۔ ہمارے پیش نظر ”المراسم فی الفقہ“ کے وہ دو نئے مطبوعہ نسخے ہیں جن میں تحریف ہوئی ہے۔

۱۔ منشورات الحرمین پاساؤ قدس قم (عکس صفحہ نمبر ۱۹۶-۱۹۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

۲۔ المطبعة امیر قم تاریخ اشاعت ۱۳۱۴ھ

مندرجہ بالا دونوں جدید نسخوں میں اس گھناؤنی کاروائی کا ارتکاب کیا گیا ہے البتہ قلمی اور قدیم طبع نسخوں میں محولہ بالا اضافی عبارت نہیں ہے۔

اصل قلمی عکس صفحہ نمبر ۱۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مطبوعہ قدیم طبع اول کا عکس صفحہ نمبر ۱۹۴ پر ملاحظہ فرمائیں

آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ کی طرف جھوٹی نسبت:

بعض غیر ذمہ دار افراد کی طرف سے حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید حسین طباطبائی البروجردی قدس سرہ الرفیع کی طرف کتاب ”جامع احادیث الشیعہ“ کے حوالے سے یہ نسبت دی گئی کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں مصباح المتہجد اور فقہ الرضا کے حوالے سے تشہد میں شہادت ثالثہ کی روایت نقل کی ہے کہ اس سے ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ گویا آقا بروجردیؒ شہادت ثالثہ در تشہد کے قائل تھے۔

ایک عظیم مرجع پر یہ بہت بڑا بہتان ہے جبکہ آیت اللہ العظمیٰ آقا بروجردیؒ ہرگز تشہد میں شہادت ثالثہ کے قائل نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنی پوری زندگی میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا جیسا کہ ان کی توضیح المسائل اور دیگر فقہی کتب اس پر شاہد ہیں ان بہتان طرازوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آقا بروجردیؒ کی ”جامع احادیث الشیعہ“ نامی کوئی کتاب ہے ہی نہیں۔ آپ کی زندگی میں اس کتاب کی صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، ان کی وفات کے بعد الحاج شیخ اسماعیل معزی نے اس کتاب کی تدوین کی۔ یہ کتاب ہمارے پیش نظر ہے اسکے مؤلف کا نام ”الحاج الشیخ اسماعیل المعزی الملایری“ درج ہے۔ عکس ملاحظہ فرمائیں۔

ہویۃ الكتاب:

الكتاب:	جامع احادیث الشیعہ فی أحكام الشریعة المجلد الخامس
المؤلف:	الحاج الشیخ اسماعیل المعزی الملایری
الناشر:	المؤلف
اللیتوغراف:	الواصف - قم
المطبعة:	المهر - قم
تاریخ الطبع:	۱۳۷۴ھ - ۱۴۱۶ھ
التعداد:	ثلاثة آلاف
السعر:	۹۵۰۰ ریال

جميع الحقوق محفوظة ومسجلة للمؤلف

زیر بحث کتاب ”جامع الأحادیث الشیعہ“ کے مؤلف نے طبع ثانی میں اس کتاب کی تصحیح کرتے ہوئے اس میں دیئے گئے مصادر و مآخذ کی طرف رجوع کیا تو غیر موثق عبارات کو خارج کر دیا۔ انہی میں سے مصباح المتہجد کی وہ عبارت بھی ہے جسے شہادت ثالثہ کے قائلین اچھاں رہے ہیں حالانکہ خود مؤلف نے اس بات کی صراحت کی ہے چنانچہ کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں: عکس ملاحظہ فرمائیں

بسمہ تعالیٰ ولہ الحمد وعلى التبی والأئمة الصلوٰۃ والسلام

تمتاز هذه الطبعة بمازيات مستكملة وفوائد مستتمة:

منها تكثير رواياتها واثارتها فأنه مضافاً على ضبط ما نقل في الطبعة الأولى أضفنا إليها زهاء ألف حديث مما عثرنا عليه من الروايات التي لم تذكر في الوسائل والمستدرک.

ومنها ضبط معانٍ لغاتها وتفسيرها وبيان المراد منها في الهامش تسهلاً للطلّاب.

ومنها إيراد تعليقات وبيانات مفيدة من الاعاظم في الدليل.

ومنها تعيين مواضع الإشارات الآتية تفصيلاً بذكر رقم الحديث ورقم الباب مشخّصاً فإن هذا في الطبعة الأولى غير ميسور.

ومنها تبديل أرقام صفحات الكتب المنقولة عنها الحديث بأرقام صفحات الكتب المطبوعة الحديثة فإن أرقام الصفحات في الطبعة الأولى كانت من الكتب المطبوعة القديمة ولم توجد فعلاً إلا عند بعض العلماء فبدّلناها بأرقام الصفحات المطبوعة الحديثة كي يتمكن الجميع من الرجوع إليها.

ومنها تصحيح اغلاط الطبعة الأولى والتمعي البليغ والنظر العميق في تصحيح الكامل والمقابلة مع المصادر المصححة حتى الوسع والاستطاعة.

ومنها مزايّا أخر تظهر عند المراجعة للمحققين واهل النظر وتركت ذكرها اختصاراً فيكون هذا الجامع بحمد الله ومثته كافٍ وافٍ للفقهاء البارِع المستنبط للأحكام، وأحسن الوسائل له الى التّيل بمعرفة الحلال والحرام ويغنيه عن سائر مجامع الجدّثان طراً ويستغني به القانسون عن العمل بالأراء والمقاييس والاستحسان كلّاً فشكراً لله المتّان وإسألّه ان يجعله مرجعاً للعلماء العاملين المخلصين وللفقهاء العدول المنبخرين ولطلّاب علوم الدّين المبين والتمسّكين بحبل الله المتين وبأطائب عترة خير المرسلين صلوات الله عليهم أجمعين وارجو من المراجعين الكرام واساتذة العظام ان لا ينسوني من الدّعاء ويتبهوني بما فيه من التّهو والخطاء ويعفو عني عفا الله تعالى عنهم وجزاهم أحسن الجزاء وأعلی مقام سيّدنا الاستاذ الأعظم آية الله العظمى البروجردی فی الجنان وحشره مع التّبيين والقصد يقيّن وأنجده الكرام فأنه هدانا لهذا والسلام عليكم ورحمة الله.

أقلّ خدمة أهل العلم اسماعيل بن قاسم المعزی الملایری عفا الله تعالى عنه وعن أبويه وعن المؤمنين.

لہذا مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات عیاں ہوئی کہ عظیم مرجع آقا بروجرودیؒ کی طرف زیر بحث مسئلہ کی نسبت انتہائی ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئیؒ کے ایک فتویٰ کی وضاحت

حال ہی میں قم سے ایک کتاب بنام ”صراط النجاة فی اجوبة الاستفتاءات“ چند جلدوں میں شائع ہوئی ہے جس میں آیت اللہ۔۔ خوئیؒ اور آیت اللہ۔۔ جوادی تبریزیؒ کے فتاویٰ موجود ہیں

شہادت ثالثہ کے ایک محرک نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے آقا خوئیؒ کے ایک فتویٰ کو شہادت ثالثہ کے جواز کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس عبارت سے خلط ملط مفہوم اخذ کرتے ہوئے ہذیان میں آکر وہ باتیں کی ہیں جو کوئی بھی سنجیدہ آدمی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محرک نے نہ ہی سائل کے سوال کو سمجھا ہے اور نہ ہی حضرت آیت اللہ خوئیؒ کے جواب کو سمجھ سکا۔ ہم اپنے معزز قارئین کے لئے سائل کا سوال اور آقا موصوف کا جواب من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

سوال [۵۲۰]: من یدکر فی کل تشهد فی الصلاة، بعد الشهادة بالوحدانية والرسالة، الشهادة لعلی بالولاية، هل یحکم ببطلان صلاته، لو کان ذلک منه جهلاً بالحکم و اعتقاداً ببلزومها أو استحبابها أم تصح تلک الصلاة؟
الخوئی: اذا کان معتقداً بصحة الصلاة معها، صحت ولا اعادة علیه فيها.
”جو شخص نماز کے ہر تشهد میں توحید و رسالت کی شہادت کے بعد اگر حکم (تشہد) سے جہالت کی بنا پر حضرت علیؑ کی ولایت کے لازم ہونے یا مستحب ہونے کے اعتقاد سے ذکر کرتا ہے تو کیا اسکی (پڑھی ہوئی) نماز کے بطلان کا حکم لگایا جائے گا؟ یا وہ (پڑھی

ہوئی) نماز صحیح ہوگئی؟

جواب: جب وہ شہادت ثالثہ کیساتھ نماز کے صحیح ہونے کا معتقد ہو تو اس کی (گزشتہ) نماز صحیح ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے یہی سوال آیت اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر السید محمد سعید الطباطبائی الحکیم دام ظلہ سے بھی پوچھا گیا جس کا جواب سرکار نے وہی دیا جو آقا خوئیؒ نے دیا سوال و جواب حاضر خدمت ہیں۔

سوال ۲۳۸: ما حکم من یقول فی تشهده انا الصلاة (و أشهد أن علیاً ولی الله)؟

الجواب: اذا کان جاهلاً بفصلاته الماضية صحيحة و علیه ترک ذلک فیما بعد .

سوال: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو نماز کے دوران تشهد میں ”و أشهد أن علیاً ولی الله“ پڑھتا ہے؟

جواب: اگر وہ شخص حکم سے جاہل تھا تو اس کی پڑھی ہوئی گزشتہ نماز صحیح ہے اور (جان لینے) کے بعد اس پر شہادت ثالثہ کا ترک کرنا واجب ہے

(الفتاویٰ اسئلۃ واجوبۃ جلد ۱ صفحہ ۷۲ طبع دارالاحلال نجف اشرف، الطبعة الثانیة ۱۴۰۴ھ)
وضاحت

در اصل سائل کا سوال گزشتہ پڑھی گئی نمازوں کے متعلق ہے جنہیں اس نے جہالت کی بنا پر شہادت ثالثہ کے ساتھ انجام دیا تھا۔ آقا موصوف نے فرمایا ہے کہ گزشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں ہے اسی طرح شریعت کی رو سے اگر کوئی آدمی سنی سے شیعہ ہو جائے تو سابقہ مذہب پر پڑھی گئیں تمام نمازوں کی قضا اس پر واجب نہیں ہے نیز یہی حکم جاہل از حکم تشهد کے متعلق ہے یہ بات کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ تشهد میں شہادت ثالثہ کے مبطل

تشہدِ نماز میں

شہادتِ ثالثہ سے متعلق

مراجع و فقہاء عظام اور علماء علام

کے فتاویٰ و ارشادات

ایک ضروری وضاحت :- بعض ثقہ اور جلیل القدر مراجع و فقہاء نے شہادتِ ثالثہ در تشہد کے مبطل نماز ہونے کا فتویٰ معاذ اللہ حضرت امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کی وجہ سے نہیں بلکہ کلامِ آدمی (اپنی طرف سے اضافے) کی وجہ سے دیا ہے کیونکہ نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ ثابت نہیں ہے لہذا جو بھی اسے پڑھے گا کلامِ آدمی (اپنی طرف سے اضافہ) کے زمرے میں آئے گا اور کلامِ آدمی بالاتفاق مبطل نماز ہے۔ بایں وجہ نیز شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر انہوں نے مبطل نماز کا فتویٰ دیا ہے۔ (فافہم)

نماز ہونے کے متعلق حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف انتہائی واضح اور غیر مبہم ہے۔ ان کے ارشاد و فتاویٰ کو نظر انداز کر دینا اور اپنی طرف سے کشید کردہ غلط معنی و مفہوم ان کے ذمے لگا دینا کتنی بڑی بددیانتی و ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔ ان کے فتویٰ کا عکس اسی کتاب میں موجود ہے۔

فتویٰ مرجع ذی قدر حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم طباطبائی رح

تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں
اور مبطل نماز ہے (آیہ اللہ محسن الحکیم)

سوال : در صلوة واجبی شہادت ولایت جناب امیر دادن
جائز است یا نہ؟ سائل: سید محمد سبطین گردیزی۔ ۱۲ شعبان ۱۳۸۳ھ

جواب : جائز نیست و مبطل صلوة است

دستخط و مهر شریف

عکس فتویٰ!

۸۔ در صلوة واجب پنج شہادت ولایت دادن جائز است یا نہ۔

بسم فتویٰ
جائز نیست و مبطل صلوة است

در اسلام عظیم و حسن من اتبع الهدی و روضہ شریف
السید محسن الحکیم

۸۳
۲۳



فتویٰ مرجع ذی قدر حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم طباطبائی رح

MAKTABAT-UL-HAMADANI
BLOCK No. 19 SARODHA (W. PAKISTAN)

دفتر مکاتبہ اہمدانی سرگودھا

Ref No. _____

Date _____



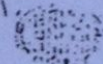
بسم اللہ الرحمن الرحیم
بمقام حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیم

السید محسن! امید ہے کہ راجع شریف باجید سعلینی بخیر و عافیت ہو گئے۔
دین سیرت ایک مسئلہ درج سے جواب جواب کا شکریہ ادا ہے اپنی وفاداری یاد
ادام اللہ فیکم الشریف

سہ شہادت باللہ شہادت بولایت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ "آئینہ شہادت"
میں اگر نو چند تین و بیشتر کچھ تو کیا نذر اس مجلس سے حاصل ہوگی یا اس میں کچھ
مخلوط ہے گا یا کہ ایمان و اعتقاداً پھر صاف درست ہے؟

الستفتی محمد حنیف خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شہادت میں مذکور تصدیق پھر صاف درست نہیں ہے
آئینہ شہادت میں کچھ تو کیا نذر اس مجلس سے حاصل ہوگی
نقد و تنقید کے لئے اور کچھ؟



۱۳۸۸
۱۴

عبد الرزاق اليوسفي المرمم

سِرُّ الْإِيمَانِ

الشَّهَادَةُ الثَّالِثَةُ فِي الْأَذَانِ

مجموعة فتاوى العلماء الاعلام من الماضين والحاضرين

في استحباب الشهادة بالولاية لعلي بن ابي

طالب عليه السلام في الاذان وغيره

سنة ١٣٧٤ هـ ١٩٥٥ م

مطبعة الفقه في الحوزة
النجف

- ٤٩ -

فتوى آية الله الحكيم الطباطبائي

ان كلمة سيد الطائفة الحقة وفقه بيت المعمدة آية الله السيد محسن الحكيم الطباطبائي ايده الله في مستمسك العروة الوثقى ج ٤ ص ١٤ توقف القارئ النابه على دقيق الاستنباط وما تستوجبه الملاحظات من وجوب الاعلان بالشهادة لسيد الاوصياء بالولاية وإمرة المؤمنين صلوات الله عليه وعلى ابناؤه الذين اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا واليك ما فتى به في المستمسك قال ايده الله: لا بأس بالانتيان بالشهادة بالولاية بقصد الاستحباب المطلق لما في خبر الاحتجاج اذا قال احدكم لا إله إلا الله محمداً رسول الله فليقل علي امير المؤمنين بل ذلك في هذه الأعصار معدود من شعار الإيمان ورمز الى التشيع فيكون من هذه الجهة راجعاً شرعاً بل قد يكون واجباً لكن لا بعنوان الجزئية من الأذان ومن ذلك يظهر وجه ما في البعار من انه لا يبعد كون الشهادة بالولاية من الأجزاء المستحبة للأذان لشهادة الشيخ والعلامة والشهيد وغيرهم بورود الأخبار بها وأيد ذلك بخبر القاسم بن معاوية المروي عن الاحتجاج للطبرسي عن الصادق «ع» انتهى .

- ٥٠ -

وقال في (منهاج الصالحين) ص ١٢٩ الطبعة السابعة و تستحب الصلاة على محمد وآله عند ذكر اسمه الشريف و اكمال الشهادتين بالشهادة لعلي «ع» بالولاية وإسرة المؤمنين في الأذان وغيره اهـ .

وتفرقة ادام الله ظله في جواب سؤال (قاسم سالم البياتي) على ما جاء في المنشور الرابع ٢٧ رمضان في استحباب الشهادة بالولاية في الأذان وغيره دون الصلوة لم تحف على العارف بقواعد الشريعة ومن درس الأحكام فان الأخبار الخاصة منعت من ادخال الكلام في الصلاة إلا ما كان قرآناً او ذكراً او دعاء ويدخل في الذكر التكبير والتهيل والتسبيح لله تعالى وفي الدعاء الصلاة على محمد وآله واما الشهادة بالرسالة لمحمد (ص) وان لم تكن من الدعاء إلا انه جاء في رواية الحلبي عن الصادق «ع» كلما ذكرت الله به والنبي (ص) فهو من الصلاة والشهادة بالولاية لا تدخل تحت هذه العناوين فهذا وجه من منع منها في الصلاة ، ولا نضايق من يرتئي من الفقهاء الحاقها بالذكر اخذاً بعموم قوله «ع» اذا قال احدكم لا إله إلا الله محمداً رسول الله فليقل على امير المؤمنين فان للاجتهاد باباً واسعاً ومعتذر صاحبه اذا كان على الموازين الشريعة والقواعد المقررة .

مرجع عالیقدر آیتہ اللہ العظمیٰ
سیّد الباقی القاسم الموسوی الخوئی قدس اللہ سرہ

”نماز میں فقط ذکر خدا، دعا اور قرآن کی اجازت ہے۔ یہ نہیں کہ جو بھی حق ہو اس کا نماز میں ذکر جائز ہو۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام نبی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے۔ ائمہ بارہ ہیں۔ یہ امور سب برحق ہیں۔ مگر اس قسم کے امور حقہ کو نماز میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔“

تفصیلات

۳۱۶۶۱	:	الرئيس
۳۱۷۵۵	:	الوكيل
۳۱۱۲۸	:	النكاح

رسالة المجلس الشرعي الجعفري

٢٠
دوني
الولايات المتحدة

الرقم ٢٩ / - جواد ٩٩ د
١٤ / ١١ / ٢٠٢٢

التاريخ ٧٥١١٤

ما يقول سماحة - يدنا آية الله العظمى السيد القاسم الخوئي رحمه

في المسألة الآتية : يفتي علماءنا الاسلام حفظهم الله تعالى
 باستحباب الشهادة لعلى (٤) بأمره المؤمنين في الاذان فعل يعني ان
 هذا الاستحباب يحرى في تشهد الصلاة او مختمها فيما عدا الصلاة (لانه لا يجوز
 اضافة شيء في الصلاة غير الدعاء والقران وذكر الله تعالى بشرط ان
 تكون هذه الاضافة لا يقصد الجزئية) واذا كان الاستحباب يختم فيما عدا
 الصلاة فهل يسمح سيدنا اطلال الله بقاء بايضاح الفرق ونرجوا ان تكون الاجابة
 واضحة حتى ينتفع بها عامة الناس وختاماً نسأل الله سبحانه ان يحفظكم ويحفظ
 بكم معالم الاسلام ويبقيكم ذخيراً للمسلمين .

رئيس مجلس ادارة الاوقاف
الجمهورية العربية السورية
م. ب. ٢٠٠
دولة الامارات العربية المتحدة
تلفون ٢١١٢٨/٢١١٦٤

بسمه تعالى
 ثم برع في الصلاة من الكلام الا ما ذكرتم
 من الدعاء والقراءة وذكر الله تعالى فذلك كل ما
 هو حق جدير به في الصلاة فقل ان عيسى بن
 ابي موسى كان يباين عيسى والائمة ابتاعوا
 فلا يجوز امثال ذلك وانما يجرى ما يباين في
 احد العناوين السادة ولهم احوال اخرى

(2) $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$

میں نے اس کے لئے دعا کی ہے۔

صفحة ١٢ من ١٢

[illegible]

بہنی نمازیچہ در شصت نماز کلمات مذکور می خوانند و بعد از آن سوره کلم را در رکعت بیست و دوم (رح) بتیلا اقتدا می نمایند و در نماز مندرجہ است

آیت ابتدائے الامام حسین علی مرتضیٰ مدظلہ العالی

اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ
مذکورہ بالا فتویٰ نثر و حضرت عالی چہ طور پر است و ضمانت نہایت ہے
(ری)

فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آقائی السید روح اللہ النجینیؒ

”جو تشہد معروف اور رسالہ ہائے عملیہ میں مذکور ہے اسے پڑھا جائے اس کے علاوہ صحیح نہیں ہے اور اگر تشہد میں عمداً شہادت ثالثہ پڑھے تو نماز باطل ہو جائے گی۔“

سوال: چہ حکم است مسئلہ کہ در تشہد بعد از شہادتین گفتن شہادت امیر المومنین و ذریۃ الطاہرین ثواباً نہ بر اعتقاد جزو نماز آیا ثواب دارد یا گفتن حرام است۔

(سائل) فقا الشیخ محمد حسن الباکستانی

جواب: تشہد باید بنحوی کہ معروف است در رسالہ ہائی عملیہ مذکور است خواندہ شود و بغیر آن صحیح نیست و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود۔

دستخط و مہر شریف

عکس فتویٰ:

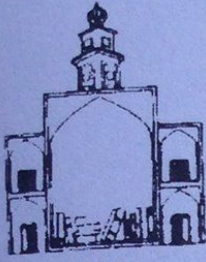
مستأ

تشہد باید بخور کہ معروف و در رسالہ عملیہ

مذکور است خواندہ شود و بغیر آن صحیح نیست

و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود





۴۵۵

استغاثات

از مخبر

مرجع تقلید جهان شیخ زعیم حوزہ امامی علیہ

حضرت آیہ اللہ العظمیٰ امام خمینی (مدظلہ العالی)

جلد اول

آیا باید به شک خود اعتنا کند یا نکند؟



ج - اعتنا به شک خود نکند. **بسم الله الرحمن الرحيم**

س ۱۴۳ - اگر انسان بعد از سر برداشتن از سجده شک کند که سجده اول

بوده یا دوم، در این حالت چه باید بکند؟

بسم الله

ج - بنا را بر



سجده اول بگذارد و بنا را بر سکن اول بگذارد و کبر دوم بجا آورد

سجده دوم بجا

آورد.

س ۱۴۴ - اگر انسان در تعداد سجده ها شک کند که یک سجده بجا آورده

یا دو یا سه سجده؛ حکمش چیست؟

بسم الله

ج - اگر محل آن باقی است بنا بر **الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَوْلَى**



یک بگذارد و اگر محل آن گذشته اعتنا

نکند.

س ۱۴۵ - اگر در بین نماز و یا بعد از نماز یادمان آمد که در رکعتی، سه

سجده کرده ایم، چه حکمی دارد؟

ج - زیادی سجده اگر از روی سهو و فراموشی بوده در فرض مرقوم نماز

صحیح است و چیزی بر او نیست اگر چه بهتر است دو سجده سهو برای زیادی

سجده بجا آورد.

بسم الله الرحمن الرحيم زیادتی سجده اگر از روی سهو و فراموشی بوده در فرض مرقوم نماز صحیح است و چیزی بر او نیست اگر چه بهتر است دو سجده سهو بجا آورد



تشهد - سلام - تعقیب

س ۱۴۶ - در بعضی از کشورهای خارجی افرادی دیده شده اند که در تشهد

نماز خود بعد از شهادتین یعنی شهادت توحید و رسالت، شهادت ثالثه یعنی

شهادت علیاً ولی الله را می خوانند آیا شهادت علی - امیرالمؤمنین یا دیگر چیز بعد از شهادتین مستحب است یا مبطل نماز است توضیح بفرمائید؟
 ج - باید تشهد نماز به همان طور که
 وارد شده و متعارف است خوانده شود.



س ۱۴۷ - در سلام نماز می شود هر سه سلام را با هم گفت؟ یا باید طبق فتوای شما اول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته و بعد السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته بگوید یا فقط السلام علینا و علی عباد الله الصالحین بگوید؟



ج - گفتن سه سلام مانع ندارد.
 س ۱۴۸ - آیا بعد از نمازها شعارهای اسلامی بگوییم یا تسبیحات حضرت زهرا (ع) را؟ با توجه به تأکید فراوان روایات در باره تسبیحات حضرت زهرا بعد از نماز.



ج - اختیار با
 نماز گزار است و جمع بین هر دو بهتر است.
 س ۱۴۹ - مصافحه بعد از نماز که در میان مؤمنین و بعد از نمازهای جماعت رایج است، چه حکمی دارد؟
 ج - مانع ندارد



س ۱۵۰ - اینکه بین الصلاتین برای قرائت دعای وحدت دست در دست یکدیگر می دهند اشتها پیدا کرده است بعضی از آقایان نهی فرموده اند نظر مبارک تان را مرقوم بفرمائید؟
 ج - مانع ندارد



فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آقائی السید روح اللہ الخمینیؒ

”جو تشہد معروف اور رسالہ ہائے عملیہ میں مذکور ہے اسے پڑھا جائے اس کے علاوہ صحیح نہیں ہے اور اگر تشہد میں عمدۂ شہادت ثالثہ پڑھے تو نماز باطل ہو جائے گی۔“

سوال: چہ حکم است مسئلہ کہ در تشہد بعد از شہادتین گفتن شہادت امیر المومنین و ذریۃ الطاہرین ثواباً نہ بر اعتقاد جزو نماز آیا ثواب دارد یا گفتن حرام است۔

(سائل) فظ الشیخ محمد حسن الباکستانی

جواب: تشہد باید بنحوی کہ معروف است در رسالہ ہائی عملیہ مذکور است خواندہ شود و بغیر آن صحیح نیست و اگر عمداً بگوید نمازش باطل میشود۔

دستخط و مهر شریف

عکس فتویٰ:

مستأ

تشہد باید بخور کہ معروف و در رسالہ ای عملیہ

مذکور است خواندہ شد و بغیر آن صحیح نیست

والکرمہ الیحدیہ فارسی طبع شد



نقد الرزاق اليوسوي المحرم

سِر الأيمان

الشهادة الثالثة في الأذان

مجموعة فتاوى العلماء الاعلام من الماضين والحاضرين
في استجواب الشهادة بالولاية لعلي بن ابي
طالب عليه السلام في الأذان وغيره

سنة ١٣٧٤ هـ ١٩٥٥ م

مطبعة الف في بيروت
ابن

فتوى آية الله العظمى ميرزا باقر الزنجاني النجفي

- ٥٣ -

نعم للصلاة على النبي (ص) خصوصية تفارق الشهادة بالولاية وهي
جواز الاتيان بالصلاة على الرسول (ص) اثناء الصلاة واما الشهادة
بالولاية فلا يؤتى بها في اثناء الصلاة للأخبار الخاصة الناهية عن ادخال
الكلام في اثناء الصلاة إلا ما كانت ذكراً او قرآناً او دعاء والصلاة
على النبي من الدعاء دون الشهادة بالولاية .

فعلى ابناء الشيعة نبتهم الله تعالى بالقول الثابت ان يقتفوا أسلافهم
التابعين لفتاوى علمائهم الا برار ان لا يتركوا هذا الشعار المشروع الذي
لامطمن فيه ولا مغرر وليستقيموا كما امروا . وفقهم الله لما يحب ويرضى

فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آقائے السید محمد کاظم شرعیتمداری

”نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔“

تقریرات
فرنیس : ۲۱۹۹۱
فرکیل : ۲۱۹۹۵
الکتاب : ۲۱۹۹۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رئاسة المجلس الشرعي الجعفري

مجلد ۱۰
دیس
الإمارات العربية المتحدة

الرقم: ۱۱۱۱/۷۶
۱۳۹۰/۱/۱۹

التاريخ: ۱۱۱۱/۷۶

ما يقبل حاجة سيدنا آية الله العظمى السيد محمد كاظم شرعیتمداری

في المسألة الآتية : هل يفتي طهارنا الامام حفظهم الله تعالى
باعتجاب الشهادة لعلي (ع) بأمره المؤنن في الاذان فهل يفتي ان
هذا الاستحباب يجرى في تعدد الدلالة او يقتصر فيها هذا الصلاة لانه لا يجوز
اضافة شيء في الصلاة غير الدعاء والقرآن وذكر الله تعالى بشرط ان
تكون هذه الاضافة لا بقصد الجزئية () واذا كان الاستحباب يقتصر فيها هذا
الصلاة فهل يمتنع من هذا ان الله يقناه بالفساح للفرق ونرجو ان تكون الاجابة
واضحة حتى يتطهر بها عامة الناس وعلما بما نكّل الله سبحانه ان يحفظكم ويحفظ
بكم معالم الاسلام ويقيكم ذنبا لئلا للمسلمين .

الحمد لله

رئيس المجلس ادارة الاوقاف
المقدسية الدينية في
دولة الامارات العربية المتحدة
تتمتع : ۲۱۹۹۸/۲۱۹۹۶

بسم الله الرحمن الرحيم
ما اشرتم اليه من الفرق قد لا يسر فان
منهم من جعله دليلا على
من الكلام ولا يجوز الكلام في هذه الاضافة
الاذن بها من بعض النسخ وهذا
الاذن فكل من سئل عن هذا لم يفتي فيه
من بعد ان يرى المصلحة في ذلك
والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

استغاثات

از محضر مرجع عالیقدر شیخ

حضرت آیہ اللہ العظمیٰ حاج شیخ محمد علی اراکی مدظلہ العالی

س ۳: آیا جایز است بعد از تشهد نماز بگوییم: «اشهد ان ربی نعم الرّب و ان محمداً نعم الرسول و ان علیاً نعم الامام و نعم الوصی»؟
ج: ترتیب تشهد نماز را بهم زدن جایز نیست.

س ۴: اگر در سجده پس از ادای ذکر واجب، دستها را یا پا را از زمین عمدتاً یا سهواً بردارد ولی هنوز سجده را تمام نکرده و می خواهد ذکر مستحبی بگوید آیا مضر به سجده است یا نه؟

ج: اگر عمدتاً باشد نماز را اعاده کند و اگر سهواً باشد ذکر را اعاده کند و فرقی بین ذکر مستحب و واجب نیست.

س ۵: شخصی شک دارد که «السلام علینا» را صحیح گفته یا نه آیا می تواند آن را تکرار کند و یا آن را نصفه گفته رها کند، و یا یقین کند که باطل بوده، آیا در هر سه صورت باید «السلام علیکم» بگوید و تکرار نکند، «السلام علینا» را؟

ج: اگر شک دارد، نمی تواند بنابر احتیاط و باید «السلام علیکم» بگوید اما اگر یقین دارد به بطلان، می تواند تکرار کند.

س ۶: شخصی در نمازهای اخفاتی قرائت را بلند می خوانده و خیال می کرده اخفات همین است آیا نماز او صحیح است؟

ج: اگر عمدتاً به جای جهر، اخفات کند یا به جای اخفات جهر کند، باطل است ولی اگر از روی نسیان و جهل به حکم یا موضوع باشد نماز صحیح است.

س ۷: شخصی در سلام نماز سلام اول را گفته و از نماز خارج شده نماز او چگونه است؟

ج: نماز را اعاده کند چون سلام اول مستحب است و مخرج از نماز

استفتاءات

پرسش و پاسخ های مسائل شرعی

از:

حضرت آية الله العظمی

سید محمد صادق روحانی

(مدظله العالی)

کافیست یا نه؟

ج - باسمه تعالی: اذان از یک نفر و اقامه از شخصی دیگر مانعی ندارد ولی بعضی از آن را کسی و بعضی را دیگری بگوید: محل اشکال است و کسی که در آن نماز با اذان از یک شخص و اقامه از دیگری شرکت کند اگر وارد مسجد شود و صفوف به هم نخورده است اذان و اقامه از او ساقط است.

س ۱۹۸ - آیا می‌توان به جای اشهد أنَّ محمداً رسول الله در اذان و اقامه به قصد ورود یا رجاء عبارت اشهد ان خاتم الانبیاء محمداً رسول الله یا عبارت اشهد ان سید الانبیاء محمداً رسول الله گفت ؟

ج - باسمه تعالی: شهادت به رسالت در هر جا وارد شده است باید به همان الفاظ متعارف باشد. بعضی از اذکار دیگر در قبل یا بعد از آن مستحب است چنانچه در رساله نقل شده است.

س ۱۹۹ - شهادت ثالثه یعنی به ولایت امیرالمؤمنین در اذان و اقامه و تشهد چه حکمی دارد؟

ج - باسمه تعالی: در اذان و اقامه شهادت به ولایت امیر المؤمنین علیه اسلام مستحب است و از شعائر مذهبی است و در این عصر نباید ترک شود.

کافیست یا نه؟

ج - باسمه تعالی: اذان از یک نفر و اقامه از شخصی دیگر مانعی ندارد ولی بعضی از آن را کسی و بعضی را دیگری بگوید: محل اشکال است و کسی که در آن نماز با اذان از یک شخص و اقامه از دیگری شرکت کند اگر وارد مسجد شود و صفوف به هم نخورده است اذان و اقامه از او ساقط است.

س ۱۹۸ - آیا می‌توان به جای اشهد أنَّ محمداً رسول الله در اذان و اقامه به قصد ورود یا رجاء عبارت اشهد ان خاتم الانبیاء محمداً رسول الله یا عبارت اشهد أنَّ سید الانبیاء محمداً رسول الله گفت؟

ج - باسمه تعالی: شهادت به رسالت در هر جا وارد شده است باید به همان الفاظ متعارف باشد. بعضی از اذکار دیگر در قبل یا بعد از آن مستحب است چنانچه در رساله نقل شده است.

س ۱۹۹ - شهادت ثالثه یعنی به ولایت امیرالمؤمنین در اذان و اقامه و تشهد چه حکمی دارد؟

ج - باسمه تعالی: در اذان و اقامه شهادت به ولایت امیرالمؤمنین علیه اسلام مستحب است و از شعائر مذهبی است و در این عصر نباید ترک شود.

مجمع المسائل

استفتاآت

از مخیر مرجع عالیفتی

حضرت آیت الله العظمی حاج شیخ یوسف صانعی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

س ۴۴۵ - آیا سجده بر هسته خرما، جایز است یا نه؟

۷۵/۶/۲۰

ج - اگر عرفاً جزء مأكولات نباشد، جایز است.

س ۴۴۶ - کانت مکلفه تصلی فترة والجلباب حائل بین جبهتها و بین التربة، مع أنها کانت جاهلة بالحکم، فما هو حکم صلواتها السابقة تلك؟

۷۵/۱/۵

ج - ان کانت جهالتها قصوراً صحت صلواتها الماضية.

س ۴۴۷ - آیا ذکر شهادت ثالثه (اشهد أن علیاً ولی الله) در تشهد جایز است؟

ج - نماز و تشهد را، به همان نحو که متعارف است، باید به جای آورد، و اضافه

۷۵/۱۱/۲۵

کردن چیزی به نماز، موجب بطلان آن است.

س ۴۴۸ - اگر شخصی در رکعت سوم نماز، هنگامی که در رکوع است و یا بعد از آن، متوجه شود که در رکعت دوم، تشهد را نخوانده است، چه کار باید بکند؟

ج - بعد از اتمام نماز، بدون اینکه رو از قبله بگرداند، ابتدا باید قضای تشهد را

۷۶/۲/۲۰

بخواند، و بعد از قضای تشهد، دو سجده سهو هم به جا آورد.

س ۴۴۹ - کسی مدتها در آخر سلام نماز به جای «السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته» به اشتباه، «برکاته» را «برکاة» تلفظ کرده، های آن را تلفظ نمی کرد؟ حال با عنایت به اینکه در سلام آخر، بعد از تشهد، فقط باید بگوید: «السلام علیکم» تا از نماز خارج شود، و بقیه آن - یعنی (و رحمة الله وبرکاته) - طبق فتوای جناب عالی، احوط استحبابی است، آیا نمازهایی که خوانده شده صحیح است؟

۷۵/۶/۱۶

ج - صحیح است.

س ۴۵۰ - اگر شخصی تشهد نماز را فراموش کند، آیا بعد از قضای تشهد، سلام نماز را هم باید بگوید یا لازم نیست؟

۷۴/۴/۱۵

ج - سلام، لازم نیست.

استفتائات

جلد اول (عبادات)

حضرت آئیہ اللہ اعظمی

آقامی حاج سید عبدالکریم موسوی بردیلی (دام)

گردآوری و تنظیم: رضا قبادلو

نماز / واجبات نماز ۲۱۳

پاسخ : چنانچه به قصد جزئیت نباشد، بلکه به قصد دعا و قربت مطلقه باشد، ظاهراً اشکال ندارد و موجب بطلان نماز نمی‌شود؛ ولی بهتر است در تشهد نماز، به همان نحوی که وارد شده و مأثور است، اکتفا شود.

[۸۵۳] سؤال ۲۰۲: آیا خواندن شهادت ثالثه (شهادت بر ولایت حضرت علی علیه السلام)، در نماز جایز است؟

پاسخ : نباید چیزی بر نماز اضافه شود. بنا بر این، شهادت ثالثه در تشهد به قصد این که جزء نماز باشد، صحیح نیست و بدون قصد جزئیت هم چون منشأ اختلاف است، ترک شود.

سلام

[۸۵۴] سؤال ۲۰۳: یکی از مؤمنین مدتی در نمازش به جای «السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته» عبارت «السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته» را گفته است. حکم نمازهایی که این طور خوانده است، چیست؟

پاسخ : نمازهای قبلی او باطل نیست؛ ولی پس از این همان طور که در توضیح المسائل نوشته شده است، بخواند.

[۸۵۵] سؤال ۲۰۴: آیا در سلام‌های آخر نماز، می‌توان به جای کلمه «السلام» کلمه «سلام» را به کار برد؟

پاسخ : جایز نیست.

موالات

[۸۵۶] سؤال ۲۰۵: کسی که بر اثر حواس پرتی، مدتی طولانی در بین نماز چیزی نمی‌گوید و کاری هم انجام نمی‌دهد و بعد از جمع شدن حواس، به ادامه نماز می‌پردازد، آیا به موالات نمازش صدمه‌ای وارد می‌شود یا خیر؟



مجموعه

استفتائات جدید

مرجع عالیقدر حضرت آیہ اللہ العظمی

مکارم شیرازی، مدظلہ

۹۶۸۸۹

۱۵/۱۰/۸۵

تہیہ و تنظیم:
ابوالقاسم علیان نژادی

وقف
مکتبہ
رحمۃ اللرم

جواب: اگر قرائت قرآن به طور مستقیم پخش شود سجده کردن واجب است و اگر مستقیم نباشد احتیاط است.

سؤال ۱۹۵: آیا سجده بر دستمال کاغذی و کاغذی که روی آن خط کشی شده جایز است؟

جواب: سجده بر دستمال کاغذی و همچنین ورق خط کشی شده جایز است در صورتی که خطها مانع رسیدن پیشانی بر کاغذ نباشند و یا بین خطها به مقداری که سجده ضحیح است فاصله باشد.

سؤال ۱۹۶: آیا سجده نمودن بر طرف نوشته شده مهرها (مثل این که می نویسند تربت اعلا مال کربلا) جایز است یا احتیاط می فرمایید؟ جهت احتیاط چیست؟

جواب: اشکالی ندارد مگر در مواردی که دستاویزی به دست دشمنان بدهد.

سؤال ۱۹۷: آیا سجده بر سیمان و موزائیک و سنگ مرمر جایز است؟

جواب: اشکالی ندارد.

سؤال ۱۹۸: کسی که سجده را روی صندلی بجا می آورد اگر با کفش نماز بخواند چه صورتی دارد؟

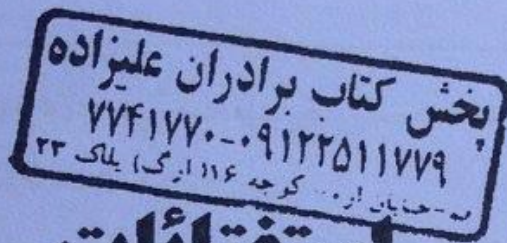
جواب: اشکالی ندارد ولی بهتر است کفش را بیرون آورد.

سؤال ۱۹۹: آیا سجده بر کاغذ رنگی که در اصل عکس رنگی است (مثل اسکناس) جایز است؟

جواب: رنگی که جرم نداشته باشد مانع نیست ولی بهتر است از سجده بر اسکناس خودداری شود.

سؤال ۲۰۰: آیا شهادت بر ولایت امیر المؤمنین (ع) در تشهد نماز جایز است؟

جواب: نظر به این که ائمه معصومین - علیهم السلام - اجازه اضافه کردن شهادت ثالثه را نداده اند، این کار صحیح نیست و وظیفه ما در این گونه موارد



استفتائات

از محضر حضرت آیت الله العظمی بهجت
مدّظله العالی

جلد دوم

۷. تشهد

□ تشهد

۲۱۴۲. آیا در تشهد نماز، جایز است بعد از شهادت اول، به امید ثواب و به قصد ذکر، این عبارت «الهاً واحداً واحداً فرداً صمداً حياً قیوماً دائماً ابداً لم يتخذ صاحبةً ولا ولداً» گفته شود؟

ج. جایز است.

□ خواندن صلوات در تشهد توسط پیامبر اکرم -صلی الله علیه وآله وسلم-

۲۱۴۳. آیا خود پیامبر اکرم -صلی الله علیه وآله وسلم- صلوات در تشهد را همراه با «آل محمد» می خوانده اند؟

ج. بله.

□ تشهدى که ابوبصير از امام صادق -عليه السلام- نقل کرده

۲۱۴۴. در بحار الانوار، باب مناقب النبى و العتره، در حالات امام ششم، ابوبصير از حضرت صادق -عليه السلام- نقل کرده که در تشهد بگویند «اشهد ان ربى نعم الرب وان محمداً نعم الرسول وان علياً و اولاده نعم الائمة»، خواندن این تشهد در نماز چه صورت دارد؟

ج. ذکر تشهد بنابر احتیاط عبارت است از: «اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله، اللهم صل على محمد و آل محمد».

الإستفتاءات

لسماحة المرجع الديني آية الله العظمى
الشيخ محمد إسحاق الفياض (دام ظله)

الاستفتاءات الشرعية (٩٦)

يلتفت إلى اليمين وإلى اليسار ويسلم الشخص أم لا يجوز ؟
الجواب : نعم يجوز الالتفات إلى اليمين واليسار قليلاً أثناء التسليم

سؤال (٢٧٧) : ما رأي سماحتكم بالنسبة للشهادة الثالثة في التشهد، وأريد
الدليل لأنني في حيرة من أمري والله ولي التوفيق ؟
الجواب : الشهادة الثالثة هي الشهادة بولاية أمير المؤمنين وأولاده الطاهرين ع
إلى إمام العصر عجل الله تعالى فرجه الشريف وهي أساس مبدأ التشيع وأصوله
ولكن حيث إن الصلاة توقفية فلا بد من الإقتصار على ما وصل إلينا من الله تعالى
بواسطة الأئمة الأطهار والواصل منهم ع هو أن كلام الأديمي يبطل للصلاة وبما أن
الشهادة الثالثة من قول الأديمي فلا يجوز الإتيان بها في الصلاة

سؤال ٢٧٨ : إذا لم نقرأ التشهد بعد الركعة الثانية وتابعنا الصلاة فما العمل ؟
الجواب : في حالة ترك التشهد عمداً تبطل الصلاة وفي حالة تركه سهواً
وعدم تذكره حتى الدخول في ركن يكون الحكم إتمام الصلاة وقضاء التشهد
بعدها ثم الإتيان بسجدة السهو

سؤال (٢٧٩) : هل يمكن توضيح الجهر والإخفات بصورة مبسطة ؟
الجواب : الإخفات معناه عدم إظهار صوت الحرف عرفاً في الركعة الثالثة
والرابعة وأولوي الظهر والعصر على الأحوط والجهر إظهاره
وأما في ذكر الركوع والسجود والتشهد والتسليم ، المكلف مخير بين الجهر



استغناء

حضرت ایدہ اللہ جوادی آملی

اذان و اقامه

- نظر حضرت عالی درباره افزودن کلمه شهادت «أشهد أن فاطمة الزهراء عصمة الله الكبرى و حجة الله على الحجج» به قصد ثواب و رجاء، در فصول اذان و اقامه، پس از شهادت به ولایت امیر مؤمنان (علیه السلام) چیست؟
۱. هیچ تردیدی در عصمت حضرت فاطمه زهرا (علیها السلام) نیست.
 ۲. هیچ شکّی در حجّت الهی بودن آن حضرت نیست.
 ۳. شهادت مزبور در خارج اذان و اقامه گفته شود؛ نه در فصول آن دو.

تشهد

۱. آیا در تشهد نماز خواندن شهادت سوم یعنی «أشهد أن علياً أمير المؤمنين (ع) ولی الله وأولاده المعصومين حجج الله» جایز است یا نه؟ آیا مبطل نماز است یا نه؟
۲. آیا در رکوع و سجود و قنوت نماز خواندن «الحمد لله الذي جعلنا من المتمسكين بولاية علي بن أبي طالب» جایز است یا نه؟ آیا مبطل نماز است یا نه؟
۱. اهل بیت عصمت و طهارت (علیهم السلام) عدل قرآن و حکم و حجّت بالغه الهی اند.
۲. از شهادت سوم در نماز جداً پرهیز شود.
۳. درخواست ادامه توكلي آن ذوات مقدّس، در قنوت و مانند آن جایز است.

آمار مرکز مطالعات و تحقیقات اسلامی

الفوائد المملیة

لشرح الرسالة النفلية

زين الدين الشهيد الثاني قدس سره

تحقيق

مركز الابحاث والدراسات الإسلامية

قسم إحياء التراث الإسلامي

مركز اشارات و فرتيقات اسلامي حوزه علميه قم

سنن المقارنات/ التشهد □ ٢٢١

(مستحضراً) في رفع الأيمن وانخفاض الأيسر: (اللهم أمتِ الباطل وأقمِ الحق، وقول: بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله) هكذا رواه أبو بصير، عن الصادق عليه السلام مع ما بعده من التحيات والدعاء.

وأكثر الأصحاب ومنهم الشيخ في المصباح^١ افتتحوه بقولهم: بسم الله وبالله والأسماء الحسنى كلها لله (وبعد) قوله: وأشهد أن محمداً (عبده ورسوله) يقول: (أرسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة، وأشهد أن ربي نعم الرب وأن محمداً نعم الرسول، وبعد الصلاة على النبي وآله صلى الله عليه وعليهم) في التشهد الأول يقول: (وتقبل شفاعته في أمته وارفع درجته، ثم يقول: الحمد لله رب العالمين، مرة، وأكمل ثلاث مرّات.

(ويختص تشهد آخر الصلاة) سواء لم يكن سواء كالثنائية أم كان ثانياً كغيرها (بعد) قوله: نعم الرسول بقوله: التحيات لله، الصلوات الطاهرات الطيبات الزاكيات الغاديات الرائحات السابغات الناعمات لله، ما طاب وطهر وزكى وخلص وصفاً لله، ثم يكرر التشهد فيقول: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله (إلى) قوله: (نعم الرسول) ثم يقول: (وأشهد أن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من في القبور، الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله، الحمد لله رب العالمين، اللهم صل على محمد وآل محمد، وبارك على محمد وآل محمد، وسلم على محمد وآل محمد، وترحم على محمد وآل محمد، كما صليت وباركت وترحمت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد).

روى ذلك كله أبو بصير، عن الصادق عليه السلام، وزاد بعد ذلك: «اللهم صل على محمد وآل محمد واغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم، اللهم صل على محمد وآل محمد وأمنن علي

١. تهذيب الأحكام ٢: ٣٧٣/٩٩.

٢. المقنعة ١٠٧، «النهاية» ٨٣، «الذكرى» ٢٠٤.

٣. مصباح التهجد ٣٩.

الفتاوي الجديدة

سماحة
المرجع الديني
آية الله العظمى الشيخ ناصر مكارم الشيرازي «مدّ ظله»

الجزء الأول

اعداد وتنظيم
ابوالقاسم عليان نژادي، كاظم الخاقاني

القسم العاشر / أحكام الصلاة ٦١

العملة الورقية.

(السؤال ٢٠٠): هل يجوز ذكر الشهادة بولاية أمير المؤمنين عليه السلام في التشهد؟

الجواب: بما أن الأئمة عليهم السلام لم يأذنوا بإضافة الشهادة الثالثة فلا يصح ذلك،
وواجبنا في مثل هذه الحالات إتباع تعاليم المعصومين عليهم السلام.

(السؤال ٢٠١): إذا نسي تشهد الصلاة فهل يجب عليه قراءة تسليم الصلاة بعد قضاء التشهد؟

الجواب: الاحتياط أن يؤدي التسليم كذلك ويسجد سجدة السهو أيضاً.

(السؤال ٢٠٢): من بين أشكال الجلوس عند التشهد، هل الأفضل الجلوس المعروف والشائع أم جلوس بعض الأخوة الذين يضعون ثقلهم (أكثر من المعتاد) على الجانب الأيسر بما يشبه ما يفعله أهل السنة وخاصة الحنفيون؟

الجواب: الشكل الثاني يدعى التورك ويعتبر من المستحبات.

(السؤال ٢٠٣): هل في تدوير الخاتم في الأصبع أثناء القنوت ثواب؟

الجواب: تفيد بعض الروايات باستحبابه.

(السؤال ٢٠٤): ما حكم الصلاة على محمد عليه السلام؟

الجواب: من المستحب المؤكد.

(السؤال ٢٠٥): إذا فقد توازنه وهو يهوي إلى السجود بحيث سقط إلى وراء، فهل تبطل صلاته؟

الجواب: لا بأس في ذلك إذا استطاع أن يعود إلى حالته الأولى قبل أن يفقد هيئة الصلاة.

(السؤال ٢٠٦): ما حكم من نسي سجدة واحدة في الركعة الأولى والتشهد في الثانية والركوع في الثالثة؟

الجواب: إذا التفّت إلى ذلك أثناء السجدة الأولى من الركعة الثالثة فيعتبرها

استفتائات جدید

حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ

حاج شیخ مہر راجہ اودھری

ادام اللہ ظلہ



برترے؛ «الرحیم» را تکرار کند کافی است، واللہ العالم.

۳۳۷۔ چنانچه در سجده و رکوع پیش از پایان ذکر، ناخود آگاه سر بردارد، چه باید کرد؟

برترے؛ نماز صحیح است، و چیزی بر او نیست، واللہ العالم.

۳۳۸۔ آنچه در قرائت نماز مثل جایز نبودن وصل به سکون یا وقف به حرکت، و نیز مثل

اینکه اگر در آخر آیه باشد شک کند که اول آیه را خوانده یا نه، به شک اعتنا

نکند، آیا در سایر اذکار نیز جاری است؟

برترے؛ در اذکار واجبه جاری است، ولی در اذکار مستحبه و ادعیه مستحبه

رعایت لازم نیست، ولی باید دعا و ذکر مطلق باشد و مغیر معان شود، واللہ

العالم.

۳۳۹۔ چنانچه در تلفظ «بحول اللہ و قوتہ» اشتباه کنیم، تا آنکه به قیام رسیدیم، آیا در

همان حالت قیام، تکرار این جمله لازم است؟

برترے؛ لازم نیست، واللہ العالم.

۳۵۰۔ شهادت بر ولایت امیر المؤمنین علیه السلام بعد از شهادتین در نماز چه حکم دارد؟

برترے؛ بنابر احتیاط واجب در نماز شهادت بر ولایت ترک شود، و اگر

خواستند بگویند باید بعد از سلام آخر نماز بگویند، واللہ العالم.

۳۵۱۔ چنانچه احتمال ضعیف یا مساوی و یا قوی می دهد که خواب بماند و نمازش

قضا شود، آیا جایز است بخوابد یا نه؟

برترے؛ چنانچه اطمینان ندارد قبل از خروج وقت بیدار شود، باید نمازش را

بخواند و نمی تواند قبل از آن بخوابد، واللہ العالم.

۳۵۲۔ اگر کسی در حال نماز، گوشتی که روح دارد از بدنش بکند و بیندازد، آیا به این

دلیل که - گرچه در یک لحظه - میته همراه داشته نمازش باطل است یا نه؟ و در

حکم نماز آیا فرقی هست بین این که:

الف - آن گوشت استخوان همراه نداشت.

ب - آن گوشت استخوان همراه داشت.

برترتے؛ در صورت اول یک نماز چهار رکعتی به قصد مافی الذمه اتیان می کند، و در صورت دوم نماز مغرب و عشا را اعاده می کند، والله العالم.

۴۰۷- شخصی نماز واجبش را به قصد اینکه ثوابش برای حضرات معصومین علیهم السلام باشد می خواند، آیا هدیه کردن ثواب عمل واجب به معصومین علیهم السلام جایز است؟ و آیا این نماز کفایت از نماز واجبش می نماید؟

برترتے؛ این عمل که قصد ثواب است برای معصومین علیهم السلام منافات با اتیان نماز واجب ندارد، والله العالم.

۴۰۸- در فقه الرضا، شهادت ثالثه در تشهد نماز ذکر شده، آیا این دلیل بر جواز می شود یا خیر؟ آیا فقه الرضا علیه السلام خودش از کتب معتبره محسوب می شود یا خیر؟

برترتے؛ کتاب فقه الرضا اعتبار ندارد و نمی تواند مدرک حکم شرعی قرار گیرد، والله العالم.

۴۰۹- سجده در مقابل غیر خدا به عنوان تشکر و احترام جایز می باشد یا خیر؟ کما اینکه ملائکه بر آدم سجده کردند؟

برترتے؛ سجده معروفه برای غیر خدا جایز نیست، و سجده ملائکه برای حضرت آدم علیه السلام به امر خدا بوده و بعید نیست آن سجود به معنی مطلق خضوع باشد که معنی لغوی آن است، والله العالم.

۴۱۰- بیدار نمودن افراد برای نماز با چه کیفیتی مجاز است؟

برترتے؛ به طریق متعارف جایز است، والله العالم.

۴۱۱- یک ربع بعد از اذان صبح باید نماز را خواند، آیا طبق فتوای شما هم همین صحیح می باشد؟

برترتے؛ نماز گزار باید یقین یا اطمینان به دخول وقت پیدا کند، و در حکم مذکور فرقی بین ایام ماه نیست، والله العالم.

۴۱۲- اگر کسی را برای نماز بیدار کنیم ناراحت می شود، آیا بیدار کردن او جایز است؟

برترتے؛ بیدار کردن جایز است، و ناراحتی او اثری ندارد، والله العالم.

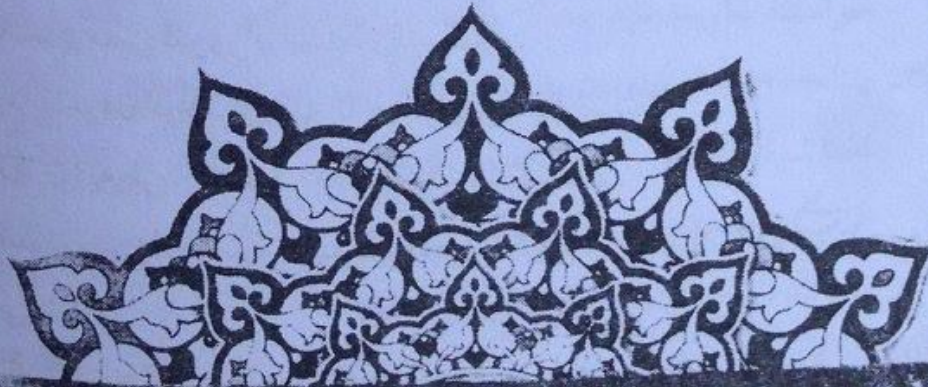


المسائل الفقهية

طبقاً لفتاوى المرجع الديني سماحة آية الله العظمى

السيد محمد حسين فضل الله (دامت)

العبادات



س١٢٢٤: حرف (أَنْ) في قولنا أثناء التشهد: (أشهد أن لا إله إلا الله)، هل هو بالسكون أو التشديد؟

■ الأصح هو قراءتها بالتخفيف، وإن كان يجوز التشديد أيضاً.

س١٢٢٥: هل يجب أن يمس إبهام القدم اليمنى الأرض أثناء الجلوس للتشهد؟

■ لا ضرورة لأن يمس الإبهام الأرض أثناء الجلوس للتشهد، والمهم هو الجلوس للتشهد، ويكفي فيه طي الساقين تحت الفخذين ووضع ظاهر القدم اليمنى على باطن القدم اليسرى.

س١٢٢٦: هل يجب وضع القدمين بعضهما على بعض أثناء التشهد والتسليم؟

■ لا يجب ذلك ولكنه أفضل.

س١٢٢٧: هل يجوز أن نقول: (أشهد أن علياً ولي الله) في التشهد؟

■ لا يجوز ذلك، وتبطل الصلاة بالإتيان به عمداً، لأنه زيادة كلام في الصلاة لم يرد عليه نص من الشارع المقدس، وبمجرد كونه من العقائد الحقة لا يبرر الإتيان به في الصلاة.

س١٢٢٨: هل تبطل الصلاة فيما لو لم يأت المصلي بالصلاة على النبي وآله في التشهد؟

■ إن تعمّد المكلف تركها مع اعتقاده بوجوبها بطلت صلاته، أما إن تركها من غير عمد، أو اعتقاداً بعدم وجوبها، فصلاته صحيحة.

س١٢٢٩: ما حكم صلاة من لم يصل على النبي وآله في التشهد، أو لم يقل: (أشهد أن لا إله إلا الله) جاهلاً بوجوب ذلك؟ وهل هناك فرق بين كون الجهل عن قصور أو تقصير، مع توضيح مفهوم التقصير؟

■ لا تجب إعادة الصلاة في مفروض السؤال، والفرق بين القاصر والمقصر، هو أن القاصر لا يستطيع تعلم أحكام الصلاة، وأما المقصر فيستطيع ذلك،

جلد اول

مجمع المسائل

فقیہ اہل بیت عصمت حضرت آیہ اللہ العظمی
آقای حاج سید محمد رضا کلایاری کانی مدظلہ العالی

(جمع).

تشهد

س ۲۰۴ - حضرت رسول اکرم صلی الله علیه وآله وسلم در زمان خودش صلوات در تشهد را بهمین کیفیت بضمیمه (و آل محمد) می خوانده است یا نه؟

ج - بلی بهمین نحو می خوانده اند. در بحار از بعضی از انصار نقل می کند که حضرت در تشهد می گفتند: (اللهم صل علی محمد و آل محمد).

س ۲۰۵ - هرگاه در حال نشستن برای خواندن تشهد سرزانویا وسط قلم پا بواسطه ناهموار بودن زمین یا ضخیم بودن لباس، به زمین نرسد و مثلاً باندازه یک بند انگشت یا کمتر، از زمین فاصله داشته باشد اشکال دارد یا نه؟

ج - یا فرض صدق جلوس، مانعی ندارد.

س ۲۰۶ - بعضی از وعاظ پاکستان بیان می کنند که در احتجاج طبرسی بروایت قاسم بن معاویه از معصومین صلوات الله علیهم اجمعین مأثور است که (إذا قال أحدکم لا اله الا الله محمد رسول الله فليقل علی امیرالمؤمنین علیه السلام) و ایضا در بحار باب مناقب النبی والعترة حالات امام ششم، ابوبصیر از حضرت صادق علیه السلام نقل کرده که در تشهد بگویند (اشهد ان ربی نعم الرب وان محمداً نعم الرسول وان علیاً واولاده نعم الاثمة) حال خواندن این تشهد، در نماز چه صورت دارد؟

ج - تشهد ابی بصیر در عروة الوثقی مذکور است به همان نحو بخوانند و چون مسئله از مسائل فرعیه است مقلدین، زائد بر آنچه در رسائل عملیه مذکور است نخوانند.

سلام نماز

س ۲۰۷ - شخصی سلام نماز را فراموش نمود و بدون منافی بلا فاصله داخل در نماز دیگر شد حکمش چیست؟

ج - احوط آنست که نماز دوم را قطع کند و بنشیند و سلام نماز اول را بدهد و نماز را احتیاطاً اعاده نماید و پس از آن نماز دوم را بخواند.

س ۲۰۸ - تکرار سلام، مبطل نماز است یا نه؟

العروة الوثقى

للسيد محمد كاظم الطباطبائي اليزدي قدس

وهما ارتباطها تعلقات.

آية الله العظمى الإمام الخميني

آية الله العظمى الشيخ الأراكي

آية الله العظمى السيد الخوئي

آية الله العظمى السيد الكلباكاني

الجزء الأول

مكتب وكلاء الإمام الخميني
في المسائل الشرعية والسياسة

بسم الله الرحمن الرحيم
مدبوس بالمكتب مطبوع في طهران
بمطبعة الطباعة في طهران
وهو من مطبوعات مطبعة
الطبعة في طهران

بسم الله الرحمن الرحيم
للمطبعة المطبوعة في طهران
بمطبعة الطباعة في طهران
وهو من مطبوعات مطبعة
الطبعة في طهران

وہ مستحب تشہد جس کے پڑھنے کا حکم آیت اللہ العظمیٰ گلیانگانیؒ نے اپنے فتویٰ میں دیا ہے

ج ۱ فی التشہد ۵۳۷

الساعة ، أشهد أنك نعم الرب ، وأن محمداً نعم الرسول ، اللهم صل على محمد وآل محمد ، وتقبل شفاعته في أمته وارفع درجته ، ثم تحمد الله مرتين أو ثلاثاً ثم تقوم فإذا جلست في الرابعة قلت : « بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، أرسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة ، أشهد أنك نعم الرب ، وأن محمداً نعم الرسول ، التحيات لله ، والصلوات الطاهرات الطيبات الزاكيات الغاديات الرائحات السابغات الناعمات ما طاب وزكى وطهر وخلص وصفى فله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله أرسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة ، أشهد أن ربي نعم الرب ، وأن محمداً نعم الرسول ، وأشهد أن الساعة آتية لا ريب فيها ، وأن الله يبعث من في القبور ، الحمد لله الذي هدانا لهذا ، وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله ، الحمد لله رب العالمين ، اللهم صل على محمد وآل محمد ، وبارك على محمد وآل محمد ، وسلم على محمد وآل محمد ، وترحم على محمد وآل محمد ، كما صليت وباركت وترحمت على إبراهيم وآل إبراهيم إنك حميد مجيد ، اللهم صل على محمد وآل محمد ، واغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ، ولا تجعل في قلوبنا غلاً للذين آمنوا ، ربنا إنك رؤوف رحيم ، اللهم صل على محمد وآل محمد ، وأمن علي بالجنة وعافني من النار ، اللهم صل على محمد وآل محمد واغفر للمؤمنين والمؤمنات ، ولا تزد الظالمين إلا تباراً »

ثم قل : « السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته ، السلام على أنبياء الله ورسله ، السلام على جبرائيل وميكائيل والملائكة المقربين ، السلام على محمد بن عبد الله خاتم النبيين ، لا نبي بعده ، والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، ثم تسلم . » الثامن : « أن يستبح سبعا بعد التشهد الأول بأن يقول : « سبحان الله سبحان الله ، سبعا ، ثم يقول . » التاسع : « أن يقول :

فتویٰ آیتہ اللہ العظمیٰ آقائے السید محمود الشاہرودیؒ

”نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ حضراتِ ائمہ معصومین علیہم السلام سے وارد نہیں ہے۔ محمد و آل محمدؐ پر صلوٰۃ کافی ہے۔“

سوال : بعد از اهداء چه حکم است در این مسئلہ در تشہد بعد از شہادتین شہادۃ حضرت امیر المومنین و آئمہ الطاہرین من ذریعہ علیہم السلام گفتن جائز است یا خیر اگر اعتقاداً کسی بگوید نہ جزو نماز آیا ثواب دارد یا فعل حرام کردہ نمازش باطل است یا صحیح است۔
والسلام فقط محمد رضا الباکستانی

جواب : بسم اللہ الرحمن الرحیم
در مفروض سوال این شہادت در تشہد نماز وارد نیست و صلوٰۃ علی محمد و آل محمد کافی است
دستخط و مهر شریف

عکس فتویٰ : بسم اللہ الرحمن الرحیم
در مفروض سوال این شہادت در تشہد نماز وارد نیست و صلوٰۃ علی محمد و آل محمد کافی است



فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آقائے السید عبداللہ الموسوی الشیرازیؒ

”پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے بعد نماز کے تشهد میں کبھی شہادت ثالثہ نہیں پڑھی۔“

سوال: آیا شہادت بولایت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ در تشهد نماز واجب است یا نہ؟

سائل: سید محمد سلیمان کردیزی ملتان

جواب: واجب نیست والا لازم می آید کہ پیغمبرؐ ترک واجب کرده باشد چون یقیناً پیغمبرؐ بعد از غدیر خم شہادت بولایت علیؑ در نماز نمیدادہ۔
و دستخط و مهر شریف

عکس فتویٰ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولہ الحمد

محضر مبارک حضرت مستطاب آیتہ اللہ العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر قاضی آقا الحاج

مستوفی عبداللہ موسوی شیرازی دام ظلہ العالی۔ بمقام حضرت

پس از عرض سلام: ملتان۔ حیدرآباد سلطان کردیزی۔

سوال: آیا شہادت بولایت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ در تشهد

نماز واجب است یا نہ؟ بسم اللہ الرحمن الرحیم ولہ الحمد

واجب نیست والا لازم می آید کہ پیغمبرؐ ترک

نماز نمیدادہ۔

دانش احمد ۱۳۹۱ھ



عکس فتاویٰ آیتہ اللہ العظمیٰ السید محمد ہادی میلانی الحسینیؒ

بسمہ تعالیٰ شانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت کے بارے میں جو حدیث موجود ہے وہ ”نماز کے بارے میں نہیں“ غیر نماز کے بارے میں ہے۔ لہذا تشہد میں یوں احتیاط کی جاتی ہے کہ اس میں اتنی مقدار پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے جتنا وہ منقول ہے یعنی محمد و آل محمد علیہم السلام پر کلی طور پر صلوٰت پڑھنے تک ہی اقتصار کیا جاتا ہے ۲۹

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ بسمہ تعالیٰ شانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حیث ان الحدیث بالنسبہ
الی الشہادۃ لعلی علیہ الصلوٰۃ والسلام بالولایۃ تدور
فی غیر الصلاۃ فلہذا یجتاب بالافضال فی التسلیم علی ما ہو
علیہ من الصلاۃ علی محمد و آل محمد بنحو الکتابۃ
وہذا بخلاف الاذان والاقامۃ حیث انہ لیس فیہما
الشہادۃ الا بالرسالۃ دہم و دانت مکارم محمد ہادی الحسینیؒ

عکس فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ

”شہادت ثالثا اذان میں کہنا شعار تشیع سے ہے اور نماز کے تشہد میں اس کا ترک احوط ہے۔“

الفرقات
قرنیس : ۲۱۶۶۱
قریکل : ۲۱۷۰۰
الکتب : ۲۱۱۲۸

رئاسة المجلس الشرعي الجعفري

م. ب. ۲۰
دیس
الامارات العربية المتحدة

الرقم ۷۶/۱۶۶/۱۶

التاريخ ۷/۱۱/۱۴۳۱ھ

ما يقبل سماحة سيدنا آية الله العظمى السيد محمد باقر المجلسي المرتضى

في المسألة الآتية : يفتي طعنا في الامتثال حفظهم الله تعالى باستحباب
الشهادة لملي (۱) بأمر المرخصين في الاذان قبل يحضن ان هذا الاستحباب
يجري في تشهد الصلاة او مخصص لها هذا الصلاة (لانه لا يجوز اضافة شيء
في الصلاة غير الدعاء والقرآن وذكر الله تعالى بشرط ان يكون هذه الاثبات
لا بقصد الجزئية) واذا كان الایجاب مخصص لها هذا الصلاة قبل مسح سيدنا
اطال الله بقاءه بائناح الفرق ورسومه وان يكون الاجابة واضحة حتى ينتفع عامة
الناس وعتاما سال الله سبحانه ان يحفظهم ويحفظ بكم معكم الاسلام
ويقدم ذخرا للمسلمين

رئيس مجلس ادارة الاوقاف
الجمهورية العراقية في دبي
م. ب. ۲۰
دولة الامارات العربية المتحدة
اللدون : ۲۱۱۲۸/۲۱۶۶۱

س. ب.
الشهادة فلك في الزمان شواهد في التند
المراد بالمراد

الفستقلى

اسئلة واجوبة

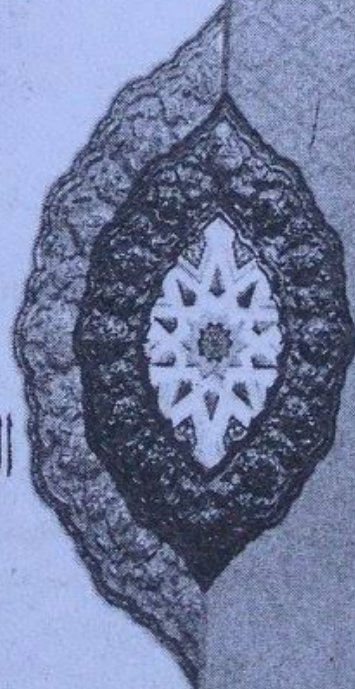


لسماحة المرجع الديني الكبير

السيد محمد سعيد الطباطبائي الحكيم

القسم الأول

والله اعلم



الطبعة الثانية

١٤٢٥هـ - ٢٠٠٤م

جميع الحقوق محفوظة

اسم الكتاب الفتاوى / أسئلة وأجوبة
المؤلف السيد الحكيم (دام ظله)
المطبعة فاضل
العدد ٣٠٠٠ نسخة
الناشر دار الهلال

ISBN: 964-826-30-7

□ يحاول أن يحصل على ما يصح السجود عليه ولو بالمشي قليلاً من دون أن يؤثر ذلك على الاستقبال وإذا لم يمكنه ذلك جاز له إبطال صلاته والبحث عما يصح السجود عليه.

س ٢٤٦: إذا أراد الإنسان أن يحفظ آيات السجدة عن ظهر قلب وكان يكررها بالنظر إلى تلك الآيات الشريفة فقط من دون تلفظ، فهل يجب عليه السجود كلياً نظراً إليها أم يجب في حالة التلفظ فقط؟
□ إنما السجود مع التلفظ فقط ولا يجب بمجرد الحضور القلبي أو النظر في المصحف.

التشهد

س ٢٤٧: هل يجوز أن يقول المؤمن في صلاته عند التشهد (في الركعة الثانية): (أشهد أن علياً أمير المؤمنين) عملاً بخبر الاحتجاج المروي عن الصادق عليه السلام: «إذا قال أحدكم لا إله إلا الله محمد رسول الله فليقل علي أمير المؤمنين»؟

□ لا يجوز ذلك لأنه كلام مبطل للصلاة، وليس الحال كالإذان الذي لا يبطل بالكلام في أثناءه.

س ٢٤٨: ما حكم من يقول في تشهده أثناء الصلاة (وأشهد أن علياً ولي الله)؟

□ إذا كان جاهلاً فصلاته الماضية صحيحة وعليه ترك ذلك فيما بعد.

التسليم

س ٢٤٩: في تسليم الصلاة من هم المقصودون بقولنا (السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين) ومن هم المقصودون بقولنا (السلام عليكم

صراط النجاة

في أجوبة الإستفتاءات
(العبادات)

الحج المصطفى

سماحة آية الله العظمى
الشيخ الميرزا جواد التبريزي
(دام ظلها)





اسم الكتاب: صراط النجاة (الجزء السابع)

المؤلف: آية الله العظمى الميرزا جواد انتريزي (دام ظلّه)

الطبعة و تاريخ النشر: الاولى - ١٤٢٦ هـ. ق - ١٣٨٣ هـ. ش

المطبعة: تكين

عدد المطبوع: ٢٠٠٠ مجلد

ISBN:964-8438-23-4(Vol7)

شابك مجلد السابع: ٢٣-٤-٨٤٣٨-٩٦٤

ISBN:964-8438-18-8(SET)

شابك الدورة: ٨-١٨-٨٤٣٨-٩٦٤

السعر: ١٥٠٠ تومانا

العنوان: ايران - قم المقدسة - تقاطع شهداء - شارع معلم - رقم القرع ٢٥ - فرع

أملك - تليفون: ٧٧٤٤٢٨٦ - فاكس: ٧٧٤٣٧٤٣

www.tabrizi.org

عنوان السات:

tabrizi_t@hotmail.com

عنوان البريد:

مركز التوزيع: قم - شارع معلم - انتشارات دارالتفسير

تليفون: ٧٧٤٤٢١٢ - فاكس: ٧٧٤١٦٢١

نسلم، حيث لم أتعلمه إلا من مدارسنا الحكومية وهي سنّية، ويسمونّها الصلاة أو التحيات الإبراهيمية، فهلا أفنّتموني بالنص.

بِسْمِ اللَّهِ التَّشَهُّدُ الَّذِي تَخْتَمُ فِيهِ صَلَاةُ الْفَرِيضَةِ هَكَذَا: الْحَمْدُ لِلَّهِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ. السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. وَهَذَا التَّشَهُّدُ مُجْزِي فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْفَرِيضَةِ أَوْ النَّافِلَةِ، وَفَقَّكَ اللَّهُ لِمَا فِيهِ الْخَيْرُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

(٦٢٨) هل يجوز الاتيان بالشهادة الثالثة في التشهد؟

بِسْمِ اللَّهِ الشَّاهِدَةُ الثَّلَاثَةُ لِعَلِيِّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْوَلَايَةِ رُكْنَ الْإِيمَانِ، وَمَوْقِعُهَا بَعْدَ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ لِمَنْ أَرَادَ التَّعْقِيبَ بِهَا، وَفَقَّنَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ لِلثَّبَاتِ عَلَيْهَا وَالْمَمَاتِ عَلَيْهَا، وَاللَّهُ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

(٦٢٩) ماذا عن الالتفات يميناً وشمالاً بعد التسليم من الصلاة - كما يفعله الإخوة من المذاهب السُّنّية وكثير من الشيعة - هل هذا الفعل مستحب بعد الانتهاء من الصلاة؟ أو هل وردت روايات تخص هذا الفعل؟

بِسْمِ اللَّهِ الْمَشْرُوعُ هُوَ الْإِشَارَةُ بِالْعَيْنِ عِنْدَ التَّسْلِيمَةِ الْآخِرَةِ فِي صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ لِلْإِمَامِ، وَأَمَّا الْإِلْتِفَاتُ بِتَمَامِ الرَّأْسِ كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ بِمُسْتَحَبٍّ، وَاللَّهُ الْعَالِمُ.

(٦٣٠) ما حكم من ترك جزءاً من التشهد جهلاً بفترة من الزمان؟

بِسْمِ اللَّهِ إِذَا كَانَ مُعْتَقِداً أَنَّ التَّشَهُّدَ هُوَ بِذَلِكَ الْمَقْدَارِ فَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ قِضَاءُ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَيْهِ أَنْ يَتَعَلَّمَ التَّشَهُّدَ الْوَاجِبَ فِي الصَّلَاةِ وَيَتَشَهُّدَ فِي الصَّلَوَاتِ الْآتِيَةِ، وَاللَّهُ الْعَالِمُ.

(٦٣١) أقول في التشهد الأول والثاني: «الحمد لله أشهد أن لا إله إلا الله و-»

عکس فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ الشیخ جواد تبریزی ادام اللہ ظلہ

”شہادت ثالثہ کا اذان میں کہنے کا حکم نماز سے مختلف ہے۔ اذان میں کہنا کوئی مانع نہیں۔ بلکہ شعائر (تشیع) سے ہے۔ مگر نماز میں قرآن، دعا اور ذکر خدا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کہنا جائز نہیں ہے۔“

الشیخ جواد

حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی رحمہ اللہ

نظر جناب عالی در مورد مسئلہ مذکور چیست؟ بمشال المکرّم ۱۴۱۶

بسمہ تعالیٰ

عکس شہادت ثالثہ در نماز ماگتن آن حد اذان مختلف است وگتن آن حد اذان متنی فداورد عقبہ از متعارف است و فی حد نماز غیر از قداں ردعاء و ذکر خدا و پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ جائز نیست واللہ العالم

جواد تبریزی

عکس فتویٰ سماحة آیتہ اللہ العظمیٰ السید موسیٰ الشیرازی الزنجبانی دام ظلہ

”ہمارے استاد آقائے خوئی قدس سرہ نے جو افادہ فرمایا وہ حق ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے“

بسمہ تعالیٰ

سماحة آیتہ اللہ العظمیٰ السید موسیٰ الشیرازی الزنجبانی مدظلہ

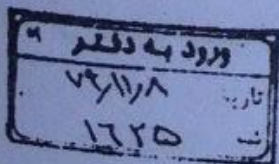
ما اربکم الشرف فی هذه المسألة؟ أفند ما ما حورین

بسمہ تعالیٰ

ما افادہ سیدنا الامتاد قدس سرہ

حق لا اشکال فیہ واللہ العالم

بذیقعة الحرام ۱۴۱۶ھ موسیٰ شیری الشیرازی



فتویٰ آیتہ اللہ العظمیٰ الحاج شیخ ناصر مکارم شیرازی مدظلہ العالی

”شہادت ثالثہ کے متعلق جو حضرت آیت اللہ العظمیٰ خوئی نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔ اس میں شک و شبہ نہیں ہے۔ معصومین علیہم السلام کا عمل، سابقہ اور دور حاضر کے فقہاء کا عمل اسی کی گواہی دیتا ہے۔ نماز کو اذان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔“

بسم اللہ
حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ حاج شیخ ناصر مکارم شیرازی مدظلہ
نظر جناب عالی در مورد مسئلہ مذکور چیست؟

بسم اللہ
ج: ما افتی بہ آیتہ اللہ العظمیٰ الخوئی رضی اللہ عنہ لا یجب
و شہد لہ عمل العصرین دج، و فتاویٰ الاسلام تیدما و حدیثاً
ولا تأمن الصلوۃ بالاذان: و منکم اللہ لمضاتہ۔

ناصر مکارم

۵۸/۱۱/۳

س: کچھ لوگ تشہد نماز میں ”اشہدان امیر المؤمنین علی ولی اللہ“ پڑھنا ضروری خیال کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟
ج: ولایت علی کی شہادت دینا نماز (تشہد) میں بدعت ہے۔ اور تمام علماء شیعہ رضوان اللہ علیہم کے فتاویٰ کے مخالف ہے۔

سوال ۵: ترجمہ در تشہد نماز شہادت امیر المؤمنین علیہ السلام اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ
ترجمہ صحیح است

ج: لکن شہادت بہ ولایت علی (ع) در نماز (تشہد) بدعت است و
مخالف فتاویٰ امام علی بن حسین رضی اللہ عنہما ×



جمعہ از علماء پاکستان و فضلاء مقیم حوزہ ۲۳/۱۹
۲۳/۲۲
نمبر ۱۵۲

فتویٰ حضرت آیتہ العظمیٰ آقای شیخ محمد فاضل لنکرانی مدظلہ العالی

”شہادت ثالثہ یعنی شہادت ولایت امیر المؤمنین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اذان اور اقامت
میں بقصد رجاء پڑھنے سے کوئی مانع نہیں رکھتا لیکن نماز میں ترک کی جائے۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محضرت مبارک حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای حاج شیخ فاضل لنکرانی (دام ظلہ)

مرجع بزرگوار جہان تشیع

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احتراماً، با توجہ بہ شرایط حساس پاکستان نظر مبارک خود را درباره قرائت
شہادت : لے در تشهد نماز بہ طور صریح مرقوم فرماید۔

بمناسبت دعا

جمعہ از علماء پاکستان و فضلا، مقیم حوزه علمیه قم
تقریر

بسم اللہ

شہادت ثالثہ یعنی شہادت ولایت امیر المؤمنین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد
در اذان و اقامت ہم بقصد رجاء و مانعی ندارد لیکن در نماز ترک شود۔



۸۰۲۲۶

عکس فتویٰ آیتہ اللہ العظمیٰ السید علی حسینی الہیستانی مدظلہ

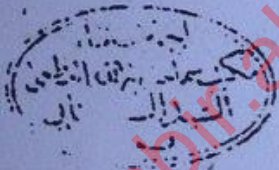
”احوط وجوبی یہ ہے کہ شہادت ثالثہ کو نماز میں ترک کیا جائے“

بِسْمِ تَعَالٰی

ساحۃ آیت اللہ العظمیٰ السید علی حسینی الہیستانی (مدظلہ)
ما رأیکم الشریف فی هذه المسألة ؟ اُفتونا مأجورین۔

باسمہ تعالیٰ

ج: الأحوط وجوباً تركه في الصلاة



۱۲ نومبر ۱۴۲۶ھ

”تشہید نماز اس طرح پڑھیں جس طرح توضیح المسائل میں لکھا ہے۔ جس طرح
سابق بزرگ مراجع عظام نے حکم دیا ہے۔ اور اپنی توضیحات مسائل میں لکھا ہے۔“

۱۔ اپنے مسئلہ در پاکستان خیلی مورد سوال می شود کہ
شہادت ثالثہ در تشہد نماز حائز اسے بلکہ بفعلاً
میر و جوب فتوای دادہ است فتویٰ حنا بعلی فرماید
و بمردم خطور بیاید سود وہ چه کیفیت بفعلاً نہ ؟

سبحان :

شاهد نماز را بنویسید در رساله نوشته شده بخوانید ، همانگونه
که مراجع عزیرتان سابق گفته اند و در رساله ها نوشته اند .

۵- متعص حیلوی ما نماز می خواند نماز باطل و هم چنین وضو
میگیرد هم باطل اما منع کرده لازم است و تکلیف چیست
بیان فرمایید ؟

آثار حاشی علم است که در حدیث مستند است تعلیم اود در صورتیکه
معه در نهان باشد لازم است .

در کسی در ماه رمضان که با غسل بدو ن غسل بر خاست باقی بماند و بعد از
چند روز غسل کرده روزه بگیرد آیا در مسک است یا نه اگر در مسک نباشد
قضا کرده کار هر دو لازم است یا فقط قضا بدو ن گذارد و اگر در مسک
جنب بر حرام باشد چه بقیه غسلی بیان فرمایید ؟



۹۱/۹۱
۱۴۰۲

مجہد سے پوچھے گئے سوالات

حصہ دوم

جوابات از:

مکتبہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

الحاج آقائے سید علی الحسینی السیستانی

متع اللہ المسلمین بطول بقائه

قم المقدسہ

بحوالہ:

www.rafed.net

پیشکش:

نعبہ مطبوعات

قرآن و عترت اکیڈمی

کراچی پاکستان

کتاب : مجتہد سے پوچھے گئے سوالات - حصہ دوم
 جوابات از : مکتبہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السیستانی مدظلہ
 بحوالہ: www.rafed.net

مترجم : مولانا قمر علی لیلائی صاحب
 تصحیح : حجۃ الاسلام مولانا غلام رضا روحانی صاحب
 نظر ثانی : حجۃ الاسلام مولانا علی رضا مہدوی صاحب
 طبع : اول محرم ۱۴۲۳ھ، دوم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ،
 سوئم جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

پرنٹر : Prn dotcom
 prndotcom@hotmail.com
 021-2217495-6, 0345-2003577

تعداد : ۱۰۰

توجہ:

مومنین کی جانب سے کسی بھی قسم کی تجویز، مشورے یا
 تصحیح کا شکریہ کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

ملنے کا پتہ:

قرآن و عمرت اکیڈمی

۳۶۵/۱ پارا سٹریٹ، گارڈن ایسٹ

کراچی ۷۴۸۰۰ - پاکستان

فون: 021-2226948-2237207

Email : info@qoitrat.org

Website : www.qoitrat.org

۴۵

متفرقات

جواب: اگر قبلے کے 90 ڈگری کے اندر اندر نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہے۔ اس سے زیادہ کی صورت میں اگر وقت باقی ہو تو نماز کو دہرانا ضروری ہے اور اگر وقت گر رہ چکا ہو تو پھر نماز صحیح مان لی جائے گی۔

سوال ۸۷: آیا قنوت میں فقط معصومین علیہم السلام سے نقل ہونے والی دعائیں پڑھنا ضروری ہے یا خود سے دعا بنا کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے اگرچہ معصومین علیہم السلام سے مروی دعائیں پڑھنا بہتر ہے۔

سوال ۸۸: کیا واجب نماز کے دوران نماز پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی نیت کو قضا نماز کی طرف پھیر دے؟

جواب: اگر ادا نماز کا وقت تنگ نہ ہو تو جائز ہے۔

سوال ۸۹: جو شخص قضا نماز انجام دے رہا ہو کیا اس کے لئے ادا نماز کی جانب نیت پھیرنا جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں۔

سوال ۹۰: ایک عورت نماز میں چند سال سے تشہد اس طرح پڑھتی ہے ”اشھد لا الہ

الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ واشھد ان علیاً

ولی اللہ“، اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ عورت جاہل قاصر تھی تو کوئی قضا اس پر واجب نہیں لیکن اگر جاہل مقصر

تھی تو احتیاط واجب کی بنا پر ضروری ہے کہ ان نمازوں کی قضا کرے۔

سوال ۹۱: اگر کوئی شخص نماز کو مستحب سلام پر ہی ختم کر دیا کرتا تھا، اس خیال سے کہ اسی پر

باصلاح و بجا ہے۔
مکملہ صلاۃ لکھنؤ (۲) عبدالباقی اعظمی
کاملاً صحیحاً ہے۔
سوال ۹۱: اگر کوئی شخص نماز کو مستحب سلام پر ہی ختم کر دیا کرتا تھا، اس خیال سے کہ اسی پر

عكس فتوى آية الله العظمى شيخ محمد امين المامقاني دامت بركاته

بسم الله الرحمن الرحيم

سماحة المرجع الديني الكبير آية الله العظمى الشيخ محمد أمين المامقاني دامت بركاته

بعد التحية والسلام

في تشهد الصلوة بعد ذكر الشهادتين ﴿ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده

ورسوله ﴾ ما حيثية ذكر الشهادة الثالثة ﴿ اشهد ان عليا ولي الله ﴾ ؟ في جهة عدم جواز هذا الذكر ما حكم

صلوة اللذين يصلون وراء الامام الذي يشهد الشهادة الثالثة المذكورة ؟

☆

بسمه تعالى
لا يجوز النطق بالآية الثالثة جزئياً عن
الجماعة (سلام الله عليهم) ، والذي يركزون الشهادة الثالثة في الصلاة يحكمهم

باطل غير عرضي شراً تخالف صلاتهم صلاة رسول الله وأئمة الهدى
عليهم السلام لأنهم لا يحدروا للولاية كلفي (ع) عيباً لهم الصلاة .

فتویٰ حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آقائے حافظ البشیر حسین انجمنی مدظلہ

”تشہد میں شہادت ثالثہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا صحیح
علم نہ ہمارے گذشتہ علماء کو تھا اور نہ (العیاذ باللہ) کسی معصوم کو۔“

بسم اللہ
امیر المؤمنین اہل بیت سے
کامل ہے لہذا درود میں شریک
ہے لیکن تشہد میں کسی جہ سے
نہی قائل اور شریعت کا حکم فرمائی
صرف اس لئے کہ کتابہ تکلیف جنت فقہ رضوی - ۲۴ سے موسوم کیا جائے تا میں یہاں اسکا
مستند ایک ایسا قائلہ تاکہ جیسے معصومہ لعنت کی تھی جتنی ہم جیسا کہ نماز میں کسی جہ سے
انہی میں سے نہیں بنادیں انہیں کر سکتے اس طرح تشہد میں بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ حجت
امیر المؤمنین کا نقض منویہ ہے کہ آپ اس طرح ثابت نہیں جس طرح انہوں نے یہاں آپ آیت
اس اضافہ سے پہلے طور دشمنان اہل بیت - سیاہ معاہدہ یہ کہنا چاہتے ہیں بارے کرشتہ
علماء تو اکیلا ذباہہ کسی معصوم کو نماز کا صحیح علم نہیں آج تکلو پتر چلا
کہ نماز کس طرح ادا کر رہے۔ فاتقوا اللہ اللہ علی الذین اتقوا والذین لم یحسنوا



فتویٰ حضرت آیتہ اللہ سید محمد شیرازیؒ

”شہادت توحید اور شہادت رسالت کے علاوہ نماز میں اضافہ نہ کیا جائے۔“

مفسر مدارک تربیت اللہ العظمیٰ آیتہ سید محمد شیرازیؒ، مدظلہ العالی

لعلہ تعالیٰ ہم عرض یست کہ از طرف خردتان مسئلہ ایت براب لغزائیہ
در تریا شہادت ثلاثہ در تشہید خواندن جائز نیست یا نہ
در بیان غلطیست

نیکو نوح: بناید مرد و شہادت رسالت و شہادہ کرد



مجلس شورای اسلامی

مجلس شورای اسلامی

نوٹ: تشہد نماز میں شہادت ثلاثہ کے عدم جواز پر آقائے شیرازیؒ کا جو فتویٰ علامہ اختر عباس مرحوم نے حاصل کیا تھا
وہ آئندہ ایڈیشن میں شامل کیا جائے گا (انشاء اللہ)

محمد بن محمد باقر، کتب حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آیتہ سید محمد شیرازیؒ، مدظلہ العالی

محمد بن محمد باقر، کتب حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ آیتہ سید محمد شیرازیؒ، مدظلہ العالی
در تشہد و شہادت ثلاثہ خواندن جائز نیست یا نہ
در بیان غلطیست یا در غلطیست
در بیان غلطیست یا در غلطیست

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 اذینہ منہ فترہ نہ شہاد میں
 شہادت شہاد شہاد اذان ہے
 یہ شہادہ نہ لکھا ہے یہ شہادہ لکھا ہے
 کہ شہادہ یہ لکھا ہے شہادہ نہ
 زیادہ لکھا ہے شہادہ لکھا ہے
 شہادہ لکھا ہے شہادہ لکھا ہے

س: لوگ جناب کی طرف یہ نسبت دے کر بیان کرتے ہیں کہ جناب تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنا جائز قرار دیا ہے کیا یہ نسبت درست ہے؟ یا جناب عالی کے فتویٰ میں تصرف کیا گیا ہے؟

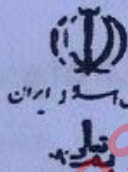
ج: مسئلہ مذکورہ میں جو کچھ بندہ نہ کہا ہے یا لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ”شہادت ثالثہ اذان میں ہے“ تشہد وغیرہ اسی طریقہ سے پڑھنا چاہیے جو فقہاء نے توضیح المسائل میں لکھا ہے، زیادتی اور کمی نہیں ہونی چاہیے۔ واللہ المستعان“

آیتہ اللہ محمد یزدی

عضو فقہائی شورای نگهبان

”تشہد میں شہادت ثالثہ بعنوان تشہد میں نماز کو باطل کر دیتا ہے۔“

شماره ۱۱۸ / ۸۵۴۶
تاریخ ۵/۶ / ۸۰
پست



شورای نگهبان

حجج اسلام جنابان آقایان :

کرامت دلی عمرانی - مسئول محترم حوزه علمیه جامعہ جعفریہ پاکستان
سید عابد رضا نقوی - مسئول محترم جامعہ ہاشمیہ پاکستان
سید سبطین حیدر سبزواری - مسئول محترم جامعہ النجف پاکستان

شہادت ثالثہ در تشہد نماز بعنوان تشہد نماز را باطل می کند و ذکر آن در حد
بعنوان دیگر ممکن نیست . تمام فرق اسلامی در تشہد شہادتین می خوانند .
کاری کہ موجب تفرقه می شود نباید انجام داد .

محمد یزدی
عضو فقہای شورای نگهبان

إيجوز الكبرياء

سماحة ولي أمر المسلمين

آية الله العظمى

السيد علي بن جواد الحسيني الخامنئي

دام ظله الوارف

الجزء الأول

العلاقات

الدار الإسلامية

بيروت - لبنان

١٥٠ _____ أجوبة الاستفتاءات

مبطلات الصلاة

س ٥٠٩: هل تبطل الصلاة بالإتيان بشهادة ولاية أمير المؤمنين علي عليه السلام في التشهد؟

ج: الإتيان بأمر غير واردة في تشهد الصلوات الواجبة بقصد أنها واردة شرعاً، كجزء من التشهد، يبطل الصلاة، وإن كانت تلك الأمور الزائدة حقاً وصحيحة في نفسها.

س ٥١٠: شخص مبتلى بالرياء في عباداته وهو الآن يجاهد نفسه، فهل يعتبر هذا أيضاً رياءً؟ وكيف يتجنب الرياء؟

ج: يجب الإتيان بالعبادات بقصد القربة لله عز وجل. ومن أجل التخلص من الرياء فعليه بالتفكير في عظمة الله عزت وآؤه، وفي ضعف نفسه وإحتياجه كغيره إليه تعالى، وعبوديته، وسائر الناس له تعالى شأنه وعز اسمه.

س ٥١١: هل يجب على النساء وضع إحدى اليدين على الأخرى حال الصلاة أم لا؟

ج: ليس بواجب، وإذا كان على نحو التكتف فهو غير جائز.
س ٥١٢: عند المشاركة في صلاة الجماعة للأخوة أهل السنة تُلَفِّظ كلمة آمين بصوت عالٍ بعد قراءة إمام الجماعة سورة الفاتحة، فما هو حكمها؟
ج: لو اقتضت التبعية قول آمين في الفرض المذكور فلا مانع منه وإلا فهو غير جائز.

س ٥١٣: أحياناً وفي أثناء الصلاة الواجبة نرى الطفل يقوم بعمل خطير، فهل يجوز أن نقرأ بعض الكلمات من سورة الحمد، أو من سورة أخرى، أو بعض الأذكار بصوت مرتفع كي يتنبه الطفل، أو نلفت انتباهه من في البيت إلى الأمر ليرتفع

عکس فتویٰ ولی امر مسلمین
 آیتہ اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای دام ظلہ
 ”نماز میں شہادت ثالثہ کا کہنا جائز نہیں ہے۔“

۴۶۰۰
 ۷۹,۷,۱۶
 تالیف
 باجماع
 حضرت مبارک، مرتبہ جہان نسیم دارا، امر مسلمین، حضرت۔ العظمیٰ علی خامنہ ای دامت برکاتہ

۴۹۵۹۳

سلام علیکم

اسی سبب کہ در شہد صلوات بعد از شمارین ایہم ذکر جبہ حکم دارد

در سولہ و شہد اثنا علیاً ولی اللہ السلام مل و مل و مل
 برے

یاد کر شہادت ثالثہ آیہ نماز باطل و بیحد : ممکن آن در نماز جائز نیست



عکس فتویٰ آیۃ اللہ الشیخ محمد الیعقوبی دام ظلہ

سوال - محل مجوز السجادة الثالثة القدسية (اشہدان علیا امیر المومنین
ولی اللہ و اولادہ المعصومین حج اللہ) فی التشرع الصلوة الواجبة
والمستحبہ بعد السجارتین؟ وهل یبطل الصلوة لقرأتها؟

والسلام علیکم ورحمة اللہ

وسیم عون جعفری پنجاب

پاکستان

بسمہ تعالیٰ

لینجب احوال بشہادتین بالشراة لعلی علیہ السلام بدولایہ
وأمرہ المؤمنین فی اذان و نذر و اتمام و نذر بالصلوة و السلام
علیہ

لنا
اشیخ محمد الیعقوبی
مجلد ۱۷

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

س: کیا واجب اور مستحب نماز کے تشهد میں شہادتین کے بعد شہادت ثالثہ مقدسہ
(اشہدان علیا امیر المومنین ولی اللہ و اولادہ المعصومین حج اللہ) پڑھنا جائز ہے؟ کیا
اس کے پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے؟

ج: مستحب ہے کہ دونوں شہادتوں کو مکمل کیا جائے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت
کے ساتھ اذان وغیرہ یعنی اقامت میں۔ نماز کو مکمل کیا جائے نبی کریم ﷺ پر درود و
سلام کے ساتھ

[illegible]

البؤس ما جده بالغير لنا. موت
 من آمن بالله واليوم الآخر
 ۱۴۰۰ امام باقر (ع) مصارف ضروری
 ۱۴۰۱ نماز کے حرہ ارکان میں کسی نماز میں زیادتی یا کمی کی نہیں ہو سکتی۔ اس
 نماز میں اواد شہادت ولایت کیا جائے۔ اگر کسی نے نہیں کی ہے۔ باقی تمام شہادت ولایت
 و نبوت بخلا۔ شہادت ولایت بھی اس میں ہے۔
 ۱۴۰۲ اگر کسی نے کھوارات بھی صحت سے پڑھا ہے۔ وہ بھی صحیح ہے۔
 ۱۴۰۳ اگر کسی نے کھوارات بھی صحت سے پڑھا ہے۔ وہ بھی صحیح ہے۔

عکس فتویٰ امیر کارسید العلماء آیتہ اللہ سید علی نقی النقی نور اللہ مرقدہ

بیتاب مروج الاحکام حضرت سید العلماء آقا علی نقی النقی نور اللہ مرقدہ

السلام علیکم و تحنہ یا علی علیہ السلام مدنی کیا فرماتے ہیں علمائے اہل البیت ان مسائل کے جواب میں

سبحانک اکر الہ

اسرار الہی

کا عقد الہی

بطن شری

ایمان الہی

اولاد الہی

فوز الہی

نہی

مراۃ الہی

صفا الہی

دشمن الہی

فیہ الہی

میں الہی

از الہی

ایمان الہی

۹۹

۳

۴

۵

۶

۷

۸

۹

سئلہ ۱۔ ایک مرد ہے جس نے ایک منکوحہ عورت کو طلاق کر دیا ہے اور اس کے ساتھ نہ نکاح کیا ہے

بے اس عورت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اس لڑکی سے جو جن ہوئے ہیں اس کا نکاح

بلوغت میں کیا گیا ہے اب اس لڑکی سے طلاق نہ دیا ہے اور نہ ہی نکاح کیا ہے کیا یہ درست ہے

سئلہ ۲۔ کیا سید زادی کا نکاح غیر منکوحہ مرد کے ساتھ ہو سکتا ہے

سئلہ ۳۔ کیا شیعہ عورت شیعہ مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے

سئلہ ۴۔ ایک عورت حنفیہ منکوحہ شیعہ ہو رہی ہے اس شیعہ ہونے پر اس کا بیوہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں

سئلہ ۵۔ کیا باپ یا مادر رحمہ امام کاظم علیہ السلام جو کہ تم میں سے ہیں نے زانیہ امام رضا علیہ السلام میں

زنا کیا ہے یا امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے

سئلہ ۶۔ کیا حکومت جمہوریہ کے نائب کے ساتھ بیعت ہو سکتی ہے

سئلہ ۷۔ واجب نماز کے تشہد میں بے قصد و غرض مستحب طور پر شہادت دلائیے

سئلہ ۸۔ عید الفطر دینا جائز ہے یا ناجائز

سئلہ ۹۔ ولایت کی مندرجہ ذیل کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے

سئلہ ۱۰۔ ایک منکوحہ عورت نے ایک منکوحہ مرد سے زانیہ کیا ہے

سئلہ ۱۱۔ ایک منکوحہ عورت نے ایک منکوحہ مرد سے زانیہ کیا ہے

سئلہ ۱۲۔ ایک منکوحہ عورت نے ایک منکوحہ مرد سے زانیہ کیا ہے

سئلہ ۱۳۔ ایک منکوحہ عورت نے ایک منکوحہ مرد سے زانیہ کیا ہے

سئلہ ۱۴۔ ایک منکوحہ عورت نے ایک منکوحہ مرد سے زانیہ کیا ہے

فی معرض حجة آية الله العظمى الشيخ محمد اصف الحسنى دامت نيتكم العالی

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

هل يجوز الشفاعة الثالثة في الصلاة بعد الشاعتين
وما حكم اضافة الشفاعة الثالثة في التشهد ؟

بسمه تعالی

لا يجوز اللجوء بالشفاعة - وهي من كان العبادات -

بالاصول والميول العربية

سنة ۱۴۲۱

نماز کے ساتھ اپنی خواہشات ، ذاتی میلان اور خواہش کے مطابق

کھینٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ نماز ارکان عبادات میں سے ہے ،

بسم الله الرحمن الرحيم
 بعد الحمد والمديح توفيقاً وعناية صدر كتاب مستمير

که بنظر انور عالیجناب تقدس سبب شریعت انفتاب الفقیه
 النبیہ السید المستند العالم المتمد المجتهد مولانا السید ابوالحسن
 المعروف بجناب سید ابوصاحب قلبہ دام ظلہ العالی کہ شتہ
 بفرانش جناب شمت آب کہف المؤمنین غیاث المسلمین فی
 والعز والصلوہ جناب تنظیم الاموالہ احمد علیخان

تحفہ احمدیہ

دام اقبالہ وعم نوالہ وحسن اللہ حالہ وشرح بالہ
 درماہ مبارک رمضان سنہ ۱۳۳۰ ہجری نبوی صلیم

بجس سعی حاج حسن علی و مطبع حیدر علیہ

(تحفہ احمدیہ کا قدیم طبع نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا ذکر نہیں)

وَصَلٰوة

۲۴۹

باب

بیان شہادۃ
معدنہ ترجمہ

نہ اوٹھائی تو اس طرح بیٹھی کہ اعضا اور رانیں آپس میں پھینک رہی تھیں
جب درست قرار پکڑے تشریف پڑی اس طرح کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ مُعْنٰی گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ نہیں
کوئی معبود سوا اوس خدا کے کہ جامع سب کمالوں کا ہی اور مستحق سب
عباد تو نکاہی اسی حال میں کہ یکتا اور فروہ خدا یمین اور اوس کا کوئی
شریک نہیں استحقاق عبادت میں وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ
وَرَسُوْلُكَ مُعْنٰی گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ محمد بندہ اوس کا ہی
اور پیغمبر بھیجا ہوا اوس کا ہے اور بہتر بھی ہے کہ بعد رسولہ کے یہ کہے
اَوْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ اَشْهَدُ اَنَّ رَبِّيْ
نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَاَنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ لَا رَيْبَ
فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ اَلَدِيْ هَدٰىنَا
اِلٰذَا اَوْمَأَ كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنَّ هَدٰىنَا اللّٰهُ *
یعنی بھیجا ہی اوس کو ساتھ رہتی اور رستی کی بیشک وہی شہدہ اسی حالت
میں کہ بشارت دینی والا ہے رحمت و فضل خدا کی اوس شخص کو کہ دین
حق کا اقرار کری اور ڈرانے والا ہی عقوبت و عدل خدا سی اوس شخص کو
کہ دین حق سی نکلجائی یا اصرار گناہان کبیرہ پر کرے اور پیش روی
قیامت مبعوث ہوا ہی یعنی نزدیک قیامت اور کوئی اور پیغمبر بعد از

باب

۳۵۹

وصلو صلب

اَسِيرُ لَا سِرَّ اَنَا لَا سِيرُ بِذَنبِي الْمُرْتَهَنُ بِجُرْمِي اِلٰهِي لَيْتَ
 طَالِبَتْنِي بِذَنبِي لَا طَالِبَتِكَ بِكُرْمِكَ وَلَيْتَ طَالِبَتْنِي بِجُرْمِي
 لَا طَالِبَتِكَ بِعَفْوِكَ وَلَيْتَ اَمَرْتُ نِي اِلَى النَّارِ لَا خَيْرَ اَهْلِيَا
 اِنِّي كُنْتُ اَقُولُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الطَّاغُوتَ
 كُفْرَكَ وَالْعَصِيَّةَ لَا تَضُرُّكَ فَهَبْ لِي مَا يَسِّرُكَ وَاعْفُ لِي
 مَا لَا يَضُرُّكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ پَس جِسوت كه قنوت سے
 فارغ ہووی تو رکوع اور سجود کو بطریق مذکور بجا لاوی اور تشهد کہ
 مشہور ہے پڑھے اور تخب ہی کہ تشهد بہ نشست تو رکب پڑھی چونکہ
 تشهد طولانی پڑھنا بہتر ہے اور سنت ہی اگر اس تشهد کو پڑھے تو ناسخ
 ہی بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ كُلِّهَا لِلّٰهِ أَشْهَدُ اَنْ
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
 وَرَّسُولُهُ اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ
 وَأَشْهَدُ اَنْ رَبِّي نِعَمَ الرَّبِّ وَاَنْ مُحَمَّدًا نِعَمَ الرَّسُولِ اَللّٰهُمَّ
 صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِي اُمَّتِهِ وَاٰلِ
 دَرَجَتِهِ پَس سلام پڑھی اس طرحی کہ ہی السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
 وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّادِقِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ جب سلام پیر چکی دو رکعت

تشہد طولانی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ

الحمد لله والمنه لله درین زمان سعادت اتم ان رساله منتخبه الاحکام یعنی حرر

۱۹۱۰

نجات العباد

جو قبل میں کئی مرتبہ چھپ چکا تھا فی الحال بزین بدستخط و توثیق جناب سرکار شریعت دار
سلطان الفقہاء و المتکلمین عیسیٰ بن ابی نعیم و المتکلمین آیت اللہ فی العالمین و حجتہ علی الجاہلین
صدر المحققین نجم الملتہ والدین ابو الفضل جناب آقا السید ناصر حسین صاحب دام اللہ

فللہم العالی علی رؤسنا و اوالی

حسب فرمایش سالک سالک صدق و سداد نایج مناجیح صلاح و رشاد سعید ازل
جناب دار و غہ سیدی محی علی صاحب دام مجتہد

تصویر الکتاب و یو اید شہد
در مطبع عالم الکتاب بی غایت مطبوع

پیشانی اور دونوں کف دست اور دونوں زانو اور دونوں انگوٹھے پر کے اور کافی
 ہو رکھنے میں بھی اور احوط یہ ہے کہ کنارے دونوں انگوٹھوں کے طول میں رکھے اور
 چاہیے کہ بوجھ زمین پر ڈالے فقط رکھ دینا اعصنا کا بدون اس کے کہ سنگینی ان کی زمین پر
 ڈالے کافی نہیں ہے اور واجب ہے سجدے میں ذکر اور ٹھہرنا بقدر ذکر اور سر اٹھانا
 سجدے سے اور ٹھہرنا بعد سر اٹھانے کے سجدہ اول سے اور اختلاف ہے ذکر سجدہ میں اور
 مختار ہے کہ ذکر سجدہ واجب اور احوط مثل ذکر رکوع کے ہے مگر یہ کہ تسبیح کبریٰ میں
 یہاں مقام پر اَلْعَظِيمِ کے اَلَا عَالِیٰ کے

باب ساتواں بیان میں تشہد و سلام کے ہے

اور اس باب میں دو فصلیں ہیں

فصل پہلی تشہد کے بیان میں ہے

تشہد واجب ہے دو رکعتی نماز میں ایک دفعہ بعد دوسری رکعت کے اور نماز مغرب
 میں دو دفعہ ایک بعد دوسری رکعت کے اور دوسرا بعد تیسری رکعت کے اور
 چوتھتی نماز میں بھی دو دفعہ واجب ہے پہلا بعد دوسری رکعت کے اور دوسرا بعد
 چوتھتی کے اور نوافل میں سنت ہے اور شرط صحت ہے اور واجب ہے بیٹھنا حال تشہد میں
 اور استقرار بقعد ذکر واجب کے اور ذکر واجب شہادتین اور صلوات میں اور احوط یہ
 ہے کہ اس طرح کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهُمَّ صَلِّ
 عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اور احوط زیادہ اس سے یہ ہے کہ یوں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَآشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ
 مُحَمَّدٍ بَلْكَ وَجوب اسکا خالی قوت سے نہیں ہے اور واجب ہے تشہد میں محافظت نہایت
 پر اور ترتیب کلمات میں بطور مذکور اور پڑھنے پر صناعاً اسکا اور تشہد رکن نہیں ہے پس اگر
 بھول جاوے تشہد اول کو اور یاد آوے قبل رکوع کے بیٹھ کے تشہد پڑھے اور اگر
 یاد آوے بعد رکوع میں جانے کے نماز تمام کرے اور بعد فراغ تشہد کے قضا کرے جو یا
 اور دو سجدہ سو بعد اُسکے کرے اور اگر تشہد آخر بھول جاوے پس اگر قبل سلام کے
 یاد آوے پڑھے اور اگر بعد سلام کے یاد آوے قضا کرے اور سجدہ سو کرے اور اگر
 حدیث صادر ہو ہو تو احتیاطاً عادیہ نماز کا بھی کرے بعد قضاے تشہد اور سجدہ سو
 اور حکم شک تشہد میں وہی ہے جو گذرا تکبیرۃ الاحرام میں اور کرنا سجدہ سو کا بعد قضا
 تشہد کے واجب ہے

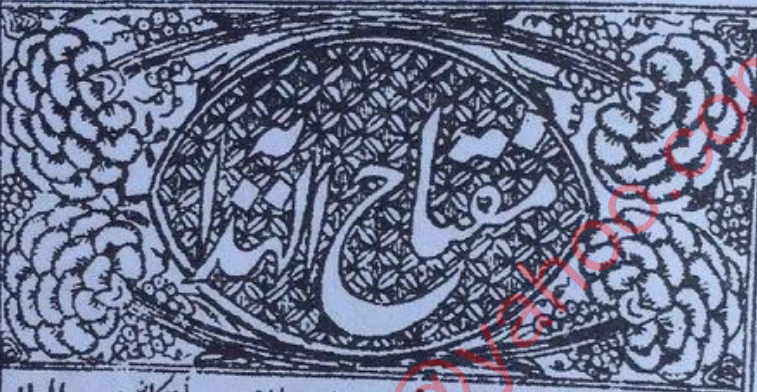
افضل دوسری سلام کے بیان میں ہے

واجب ہے سلام نماز واجب میں بلکہ جز نماز ہے اور اسکی دو عبارتیں ہیں ایک السَّلَامُ
 عَلَيْكَ وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اور دوسرا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ پس جب کون دونوں
 سے نہ پڑھے نماز سے خارج ہوگا اور احتیاط یہ ہے کہ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے ساتھ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
 بھی کہے اور اس احتیاط کو ترک نہ کرے اور مستحب ہے کہ کُنَا وَبَرَكَاتُہُ کا بعد وَرَحْمَةُ اللَّهِ کے
 اور احتیاط یہ ہے کہ دونوں سلام پڑھے بتدریج

خاتمہ ذکر میں بعض مستحبات کے اول قنوت دوسری رکعت میں ہر نماز میں سنت ہے
 لکن نماز شفع میں احتیاط ترک ہے اور اگر بقصد مطلق دعا پڑھے اولی ہوگا اور پہلی رکعت میں

وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

الحمد لله والمنه كدورين مان سعادتها اقتران بركت نشان ترجمه مختصر رساله بحاله غنى



موافق قنای و احتیاطات سرکار شریفه ارسلطان المفتی و المتکلمین بیسویب العلماء
و المتعلمین آیه الله فی العالمین و محبت علی الجاحدین کاسر اسنان المنکرین قاطع عروق
الملحدین راغم انوف المنافقین صدر المحققین فخر الملة و الدین ابو الفضل آقا
السید قاض حسین صاحب دام الله ظلمه العالی علی رؤس المؤمنین و الموالی
منزجیه حاوی الفروع و الاصول جامع المعقول و المنقول فاضل نبی فی البیاع
الطویل و المجد الثامیل و الفخر الجمیل لادیب البجل و الاریب المکمل الحسیب الاوجه
و النسیب لمقر و ممتاز الافاضل جناب المولوی السید نبی حسن جماعه الله فی کل حاله و فی
حسب فرمائش سالک سالک صدق و سدا و ناچ مناجیح صلاح و رشاد سعید
ازلی جناب دار و خد سید محیی علی صاحب دام مجده العالی ما دام الایام و الالیالی
باہتمام خاکسار ذرہ بمقدار احقر زمان علی حسین خان بامہ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ

مطبع انشاوی کربلا
در نجف اشرف محمد مندو طبع و

حقوق الطبع محفوظہ اشاعت سوم ۱۹۸۴ء

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ وَعَرَّتِي أَهْلُ بَيْتِي

شیعان آل محمد خصوصاً واعظین و مبلغین کے لئے نادر و نایاب تحفہ

المجلد التاسع من تفسير (9)

النوادر النجف أسرار البصحة

مصحفہ

حجۃ الاسلام والمسلمین آیتہ اللہ علامہ حسین بخش جابر مجتہد العصر
پرنسپل جامعہ جعفریہ ناشر جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مکتبہ انوار النجف دریا خان ضلع بہار جھڑپیشن ۶۴
۴۰ روپے صرف
(اسود آفٹ پریس فیصل آباد)

وَرَحْمَةُ اللَّهِ بَرَكَاتُهُ ادر یہ سلام تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے پھر نفل کو مغرب کی طرف بڑھا کر پڑھے۔
السلام عَلَيْكَ وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اور گزشتہ چشم سے دائیں طرف اشارہ کر کے تیسرا سلام پڑھے اَللّٰهُمَّ
عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اور اگر مغرب کی نماز ہو تو تشہد کے بعد سلام نہ پڑھے بلکہ بِحَوْلِ اللَّهِ اَمَّا
پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑا اور حالت قیام میں یا تو صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا اس کے بجائے تسبیحات اربعہ پڑھے دوسرا
سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَوَلَدِهِ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ مُحَمَّدًا رُكُوعًا
وَسُجُودًا كَيْفَ تَشْهَدُ پڑھے اور اگر چار رکعتی نماز یعنی ظہر یا عصر یا عشاء ہو تو تیسری رکعت
میں سجدوں کے بعد تشہد پڑھنے کی بجائے بِحَوْلِ اللَّهِ اَمَّا پڑھتے ہوئے اٹھ جائے اور تیسری رکعت کی طرح
چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد و سلام پڑھے۔

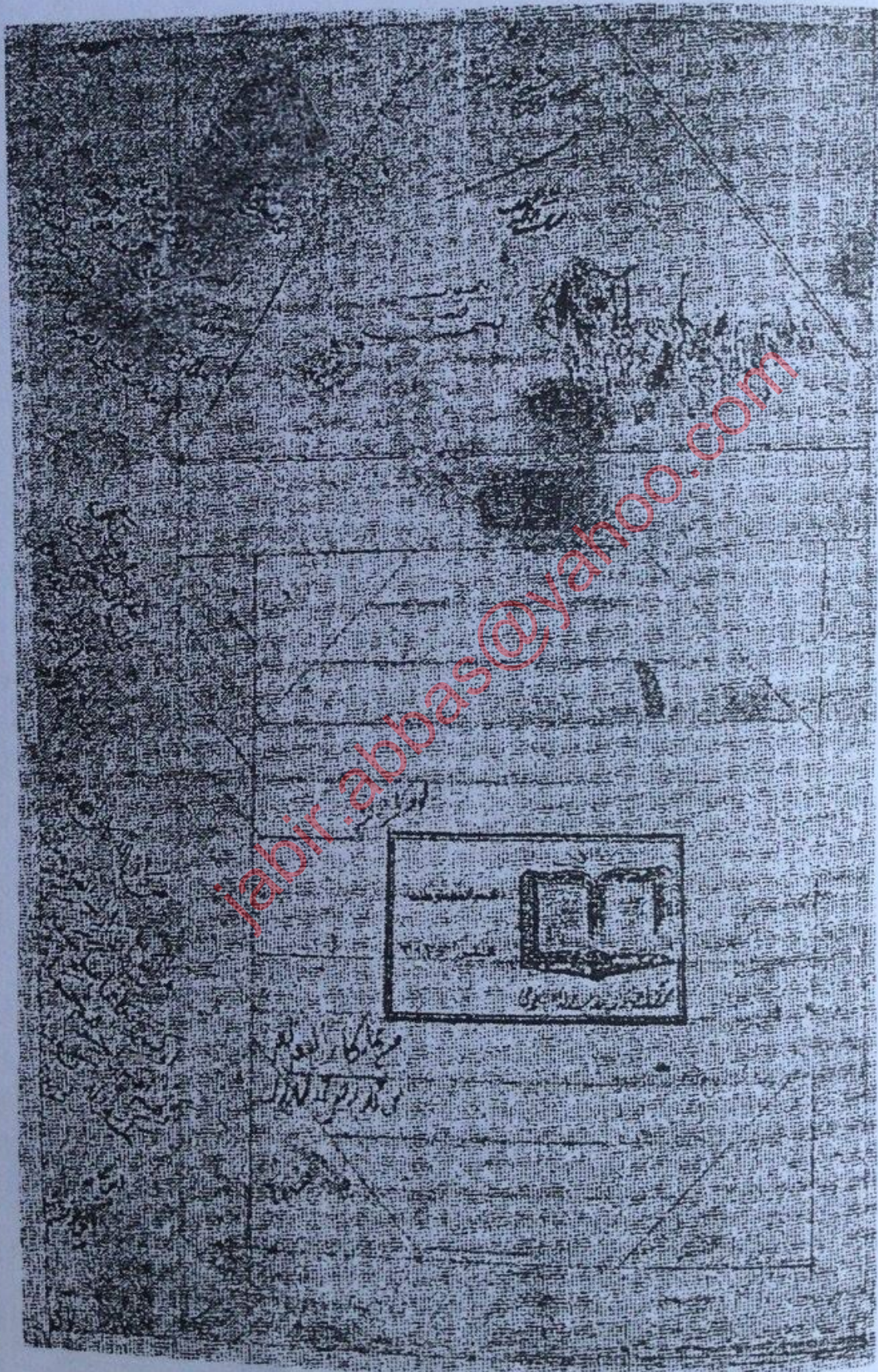
چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد و سلام پڑھتے۔
ائمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علمائے کبار میں نہیں ہے تشہد میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کی شہادت پر امر اور نہ خواہ خواہ کی موجودگی ہے کیونکہ درود میں سب اہل محمد شامل ہیں دوسرے حاضر کے مجتہد اعظم آئمائے محسن حکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں ولایت علی کی شہادت کا افاضہ مبطل نماز ہے پس امتیاز کا تعاضب یہی ہے کہ حقیقت سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

کی شہادت کا اعتراف مطلق مناسب ہے پس اسباب کا تعاقب یہی ہے کہ جو چیزیں اس میں ہیں ان کی تشریح کی جائے۔
 نمازیں چار واجبات ہیں وہ چارہ ہیں۔ ۱) تہیت اور اس کے حکم کا دائم رکھنا، ۲) تکبیرۃ الاحرام یعنی پہلی انگلی کے
 جس سے نماز شروع ہوتی تھی، ۳) قیام، ۴) رکوع، ۵) سجدہ، ۶) قرأت، ۷) ذکر رکوع، ۸) ذکر سجدہ، ۹) تشہد، ۱۰) سلام
 (۱۱) ترتیب یعنی اس ترتیب سے پڑھی جائے جو اوپر بیان کی جا چکی ہے، ۱۲) موالات یعنی ایک فعل کے بعد دوسرا فعل
 بلا تاخیر بجالایا جائے کہ درمیان میں طویل خاموشی یا کوئی دوسرا شغل مائل نہ ہو، ۱۳) طہانیت یعنی ہر فعل اپنے اپنے مقام پر
 بجالائے اور اطمینان و سکون کو کسی جزو نماز میں نہ ترک کرے پس نماز کی حالت میں ہتے جلتے رہنا درست نہیں ہے (۱۴)
 بعض علماء نے جلسہ استراحت کو بھی واجب قرار دیا ہے یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے
 کے بعد تھوڑا سا بیٹھ رہنا اور پھر اٹھنا، ان واجبات مذکورہ میں سے پہلے پانچوں کو امکان نماز کہا جاتا ہے یعنی ان کی کمی یا بیشی
 عمدًا جو اس نماز کو باطل کر دیتی ہے باقی سب واجبات ہیں ان میں اگر غلطی یا بیشی ہوگی تو نماز باطل ہوگی ورنہ نہیں۔

شکایات نماز

چونکہ نماز میں شکوک و شبہات کا آنا لازمی ہے تو اہل غمخوار نے جو ان کے علاج بتلائے ہیں ان کو ذیل میں
نہیں کر لینا بھی ضروری ہے تاکہ موقع پر کام میں آئیں اور وارد ہے کہ مَا أَحَادُ الصَّلَاةِ فَيَقْبَلُ لَعْنَتِي
نقد رکھنے والا نماز کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ نماز پر وارد ہونے والے شبہات کا اس کو علاج معلوم ہوتا ہے اور اشارہ
خداوندی ہے وَلَا تَبْتَغُوا أَغْنَاءَكُمْ ۖ یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو بنا بریں شک پڑے پر نماز کو توڑ دینا جائز نہیں
بلکہ اگر اس کا علاج ہو سکتا ہے تو اسے علاج سے صیغہ کر لیا جائے جس طرح ظاہری اجسام کی بعض بیماریاں لاعلاج ہوتی ہیں

مصباح الممتجد کا دسویں صدی ہجری کا قلمی نسخہ



دعوت محمدی علیہ السلام

(مطبوعہ محرف نسخہ جس میں بین السطور شہادت ثالثہ کا اضافہ کیا گیا)

آداب نماز ظہر

۳۴

کُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ذَنْبِ اَدْنٰى وَاعْتَمِدْ مِنْ اَقْرَبِ مِثْلِهِ اِنَّكَ عَلَى مَا تَشَاءُ قَدِيرٌ
 ثُمَّ خُذْ سَاجِدًا رَتِّلْ (يَا اَهْلَ التَّقْوٰى وَيَا اَهْلَ الْمَعْرِفَةِ يَا بَرَّارِ حِمِّ
 اَنْتَ اَبْرَرُ مِنِّي مِنْ اَيِّ دِيْنٍ جَمِيعِ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِينَ اِظْلِمْنِي بِقَضَائِكَ
 نَحْبًا بِادْعَائِي مَرْحُومًا صَوْنِي وَمَنْكَرًا أَنْوَاعِ الْبَلَاءِ عَنِّي شَرِّ نَعْمٍ
 إِلَى الْفَرَضِ بَعْدَ أَنْ تُؤْذَنَ وَنَعْمٍ عَلَى مَا مَضَى ذَكَرَهُ وَتَشْفَعِ الصَّلَاةُ عَلَى مَا ذَكَرَ
 بَسْمِ الْكَبِيرِ وَتَجْتَهِ مِنَ الْقِرْآنَةِ فِي الظَّهْرِ مَا شِئْتَ مِنَ التَّوَارِيفِ وَأَفْضَلِهِ
 اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي الْاَوَّلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَإِذَا صَلَّيْتَ رُكْعَتَيْنِ
 بَعْدَ الْقِرْآنَةِ وَرَفَعْتَ يَدَيْكَ بِالنِّكَاسِ عَلَى مَا مَضَى شَرِّهِ وَتَشْهَدُ بِمَا ذَكَرْنَا
 شَرِّ نَعْمٍ إِلَى الثَّلَاثَةِ مَقْعُول (يَحُولُ اللَّهُ وَقُوْنِهِ أَقْوَمُ وَأَعْلَى) وَنُفِّرُ الْحَدَّ
 وَخُذْ هَاتِي الرُّكْعَتَيْنِ إِنْ شِئْتَ بَدَلًا مِنْ ذَلِكَ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ نَعْمٍ (سُبْحَانَ اللَّهِ
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) (وَفِي الثَّلَاثَةِ) وَاللَّهُ أَكْبَرُ اِنْ تَجْتَهِ فِي ذَلِكَ قَدْ
 جَلَسْتَ لِلتَّهْدِي فِي الرَّابِعَةِ عَلَى مَا وَصَفْنَا فَلْيَقُلْ (بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) وَلَا تَسْأَلِ
 الْحَسَنَى كَلَامًا لِلَّهِ أَشْهَدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدًا لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
 عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ لِلطَّيِّبَاتِ
 الطَّاهِرَاتِ الرَّائِحَاتِ الْغَادِيَّاتِ الْأَعْيَانِ لِلَّهِ مَا طَابَ ظَهْرٌ
 وَرَكْبٌ وَخَلَصَ وَمَا حَبَّتْ فَلْيَغْبِرْ اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدًا لَا
 شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ دِينًا وَ
 نَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَأَشْهَدُ أَنَّ الْحَقَّ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ
 السَّاعَةَ آيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وَأَشْهَدُ أَنَّ
 اللَّهَ رَبِّي نَعْمَ الرَّبُّ وَأَنَّ مُحَمَّدًا نَعْمَ الرَّسُولُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مَا عَلَى الرَّسُولِ
 سَمِعَ

پس مہمانی بخند و سبکون (با)
 اقل التقوی
 بر بختی
 برای ذہن و فقیہ ظہر
 واطلاق امامت ہما ہو کر ذکر شد
 و افواج سبکی نماز خود را بوقت
 تکبیر چنانچہ کند شایستگی
 نماز ظہر مرسومہ کہ بخواند از
 سورہ ہاتھی کو حجت و افضل جو
 اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ اِسْتَدْرَکَاتِ
 قُلْ هُوَ اللَّهُ اَحَدٌ رُکْعَتِ وَتَم
 چون از قرائت دو رکعت و فارغ
 شد دستہا را بتکبیر بالا ببرد
 و قنوت بخواند پس چہ کند
 پس رکوع و سجود و تہجد بجل
 مبادی ہمان نحو کہ ذکر کردیم
 بر سر سجہ ہر رکعت سہ در
 حالیکہ میگوید (سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
 قُوْنِهِ أَقْوَمُ وَأَعْلَى) و میخواند
 یک سورہ حمد شہان در ہر
 رکعت دو رکعت آخر ذکر بخواند
 بدل از تسبیحات عشر یکون یا
 نحو (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) سہ مرتبہ در
 مرتبہ سہم الله اکبر میخواند
 و مختار میباید و چون از
 چهار رکعت فارغ شود و سبکی
 برای نعت و میگوید سَمِعَ

[illegible]

<http://fb.com/ranajabirabbas>

[illegible]

مذبح جو کبریا الفواعل الذی
تختار علی کل جمیع

هذا الكتاب المسمى بالجامع نفهيد الفقهاء

لِجَمَاعَةٍ أَوْ مَسْجِدٍ أَوْ مَدِينَةٍ

وهي المقنع والهديز والانتصا و

الناصرية والجواهر والاشارة والمراحم و

النهاية ونكتها والغنية لا الكلام وكتاب الوصل إلى التوحيد
والسالك العبد المذنب المحقق حاله يصبر على العلم

الأمد و ليس لحد ثبوت يحيى فقال له الشيخ جعفر محمد علي قبايوق الصادق قدس سره رحمه الله تعالى انما
لناج العلماء الاجرام متصرف في اثار جداره الاظهار ناصر المذهب الذي قدوة العلماء والراعي لوجوه القدر
والصالحين يستندوا الى الفاسدة المجدبة الملقبة بجد المرقوم في ارفقها الصائفة بعلم الهدى على موهوبين المحسنين

[illegible]

تلاوة المصنف الشريف في بيان ما روي عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم من أن الخلد مقام حصري في لعبته ثم كانهم واما النجاشي

هو من مصنفات الشيخ الامام ملا علي الاعلم وقد وفقه الله الاسلام بحسب الزمان والمكان والحوادث

محمد الحسن الطوسي شكر الله تعالى عساياهم وانزلهم من الفردوس الى عالمهم وانما التذكير في كل كتاب

حَقَائِقُ الشَّرْعِيَّةِ بِمُحَدِّدِ رُوحِ الشُّعُورِ يُعَلِّمُ لِعُلَمَاءِ وَحُكَمَاءِ الْفَقْهِ الْأَمَارَ الْحَقِيقِيَّ بِالنَّهْجِ الْمُنَظَّمِ

جعفر عبدالحق، فضل الله علیہ، وصدیق شایب، رضوانہ اللہ علیہما، مؤلفین

هو عاريف غنية في مؤلفات بدجلية في اللغة العربية

ابن عمر بن الخطاب
محدث

خبر واما

کتاب الیہ منہلہ فہم انہ منہلہ

الشيخ الفقيه العلامة محمد بن الحسين بن علي

الطوبى لمن يصدق ما في هذا الكتاب

و اما الاخر فهو التبدل في

و اما الاجرة فهو التبريد
صاحبها الميعر والندوة في الحصة لعامة القضاة
والجهد بالانفس والافس

والله اعلم بالصواب

[illegible]

(کتاب المراسم کا محرف نسخہ جس میں شہادت ثالثہ کا اضافہ کیا گیا)

45

(۵)

المراسم فی

الفقہۃ الإمامی

تألیف

الفقہیہ

حزہ بن عبد الغزیز الدیلمی

الملقب بسلا

المتوفی سنة ۵۶۲ھ

تحقیق و تقدیم

الدکتور محمود البستانی

عضو الهيئة التدريسية

في كلية الفقه بالنجف الاشرف

منشورات الحرمين

پاسار قدس

العظيم ، سبحانه الله رب السموات السبع ورب الأرضين السبع وما فيهن وما بينهن . ورب العرش العظيم . وسلام على المرسلين . والحمد لله رب العالمين . . ويقتت في كل ثانية قبل الركوع من فرض وتقل . ثم يركع ويسجد كما ذكرناه . ثم يجلس فيشهد بان يقول : بسم الله الرحمن الرحيم وبالله والحمد لله . والأسماء الحسنى كلها لله . أشهد أن لا إله إلا الله : وحده لا شريك له . وأشهد أن محمداً عبده . ورسوله : أرسله بالحق بشيراً ونذيراً بين يدي الساعة صلى الله عليه وآله . ثم يلم تجاه القبلة تسليمة واحدة . يقول : السلام عليكم ورحمة الله وبركاته . وينحرف بوجهه يميناً .

ويتم ثماني ركعات : كل ركعتين بتسليمة واحدة على كيفية ما رسم . ثم يؤذن ويقيم . ويصلي الظهر أربعاً بتسليمة واحدة : يقرأ في الأولى منها : الحمد . و . انا أنزلناه . وفي الثانية : الحمد . و . قل هو الله أحد . . وفي الثالثة والرابعة : الحمد . وحدها أو يستحب فيقول : سبحانه الله والحمد لله ولا إله إلا الله . ثلاث مرات : ويزيد في الثالثة : والله أكبر . . ويقتت في الثانية بعد القراءة وقبل الركوع ، وكذلك في كل صلاة فرض وتقل . وأما التشهد الأول فمثل ما تقدم ، وأما التشهد الثاني الذي يتعقب التسليم في الرابعة من الظهر والعصر والعشاء الآخرة ، والثالثة من المغرب . والثانية من صلاة الغداة . فهو : بسم الله وبالله والحمد لله . والأسماء الحسنى كلها لله : التحيات لله . والصلوات الطيبات الطاهرات الزاكيات الناعمات السابقات الثامات الحسنات لله ما طاب وطهر وزكا ونما . وخلص . وما خبث فلفير الله . أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له . وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، أرسله بالهدى ودين الحق ليظهر على الدين كله ولو كره المشركون . وأشهد أن ربي نعم الرب ، وإن بمحمد نعم الرسول ،

وان علياً نعم الامام . وان الجنة حق والنار حق ، وان الساعة آتية لا ريب فيها ، وان الله يبعث من في القبور . اللهم صلى على محمد وآل محمد وبارك على محمد وآل محمد وارحم محمد وآل محمد وتحن على محمد وآل محمد كافضل ما صليت وباركت وترحمت وتحنتت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد ، للسلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته . ويومئذ بوجهه إلى القبلة فيقول : السلام على الأئمة الراشدين : السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين . وينحرف بعينه إلى يمينه . وقد قضى صلاته .

ثم يعقب بالدعاء ، ويسبح تسبيح الزهراء (ع) وهو اربع وثلاثون تكبيرة وثلاث وثلاثون تحميدة وثلاث وثلاثون تسبيحة . ويفعله في عقب كل صلاة فرض ونفل . ولو فعله في عقب كل صلاة لكان فضلاً كبيراً . ثم يعفر ويسجد ، ثم يبرز خله الأيمن في موضع سجوده : ثم خله الأيسر ، ثم يعود إلى سجوده ويقول ما هو مرسوم .

ثم يصلي ثماني ركعات كما بيناه . ثم يؤذن ويقوم للمصر : ويصلي أربعاً على شرح الظهر . ويعقب ويعفر ، ثم ينصرف .

فإذا غربت الشمس من عصره من الاق : اذن وأقام ، ثم صلى ثلاث ركعات : فرضه ، يشهد في الثانية من غير تسليم . ثم يقوم إلى الثالثة ، ثم يجلس ويشهد ويسلم .

ثم يصلي أربع ركعات بتسليمتين : نفله ، ثم ينصرف .

فإذا غاب الشفق الأحمر : اذن وأقام ، ثم صلى العشاء الاخرة أربعاً : فرضه ، كهية الظهر والمصر ويقراء فيها من المفصل ، ثم يسلم بعد التشهد الثاني . فإذا سلم عقب . ثم يصلي ركعتين من جلوس بحسان بواحدة .

لمحہ فکر یہ

آج بھی مکتب تشیع کے علمی مراکز حوزہ ہائے علمیہ نجف اشرف، مشہد مقدس اور قم المقدسہ جہاں جید علماء و طلبہ انتہائی انہماک و ابتکار کے ساتھ تمام علوم اسلامی اور تحقیق و مطالعات میں سرگرم عمل ہیں وہاں صدیوں سے جلیل القدر مراجع عظام اور مجتہدین کرام نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ارشاد و ہدایت اور افادہ علوم آل محمد علیہم السلام کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے لیکن عملی طور پر کبھی کسی نے تشہد میں شہادت ثلاثہ نہیں پڑھی اور نہ ہی کسی مرجع شیعہ جہاں نے اپنے رسالہ عملیہ میں اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ یہی ثبوت ہی ان چند بے لگام، بدقسمت لوگوں کے دعویٰ کے باطل و عاقل ہونے کے لیے کافی ہے۔

ہم آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی برحق اور بارہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں جن پر خود اسلام کو فخر و ناز ہے۔ ان کا ہر فرمان اور عمل ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پیروکار کو اپنے نفوس کے شراروں سے بچنے کے لیے اپنے امام و پیشوا کی اتباع و پیروی کرنا ایک وجدانی امر بلکہ بدیہات میں سے ہے۔ جس طرح انہوں نے نماز تعلیم فرمائی ہے ہم اسی طرح نماز ادا کرنے کے مکلف ہیں۔ درد و غم میں ڈوبے ہوئے چند معروضات اپنی قوم کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بلاشبہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بعض لوگ بڑے طمطراق سے خود کو شیعہ جہاں حیدر کرار میں شمار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اغیار کے ہاتھوں کھلونا بن کر تمام اخلاقی و ادبی اقدار کو بے دردی سے پامال کرتے ہوئے خود ائمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے نائبین پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود کیا وہ شیعہ بھی کہلانے

کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ ذالک هو الخسران المبين۔ بقول ملا جامی ع

منکر مے بودن و ہمرنگ مستان زیستن

اللہ تعالیٰ نے آپس میں پھوٹ ڈالنے اور باہمی افتراق و تخریب کی شدید مذمت فرمائی ہے اور اس مہلک مرض کی ہلاکت آفرینیوں سے اپنے بندوں کو متنبہ کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۵) ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے اور صاف واضح احکام کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہوگا۔“

آج تاریخ کے جس نازک اور پُر آشوب دور سے ہم گزر رہے ہیں ہماری حالت زار کس قدر وحشت ناک ہے کہ ہمارے سر پر شیعہ دشمن طاقتوں کے جو خطرناک بادل گرج رہے ہیں ان کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لیے اس وقت ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ایسے عناصر کا سختی سے محاسبہ اور استیصال کریں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر نمازوں میں اضافے کی آڑ میں دراصل مرجعیت سے نفرت پیدا کرنے اور شب و روز ان کے خلاف راہ ہموار کر کے بڑی تیزی کے ساتھ موالیان اہل بیت علیہم السلام کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے درپے ہیں اور ملت تشیع کو ہمیشہ کے لیے نزاع اور اختلاف باہمی اور زوال و انحطاط کی بھیانک وادی میں دھکیلنے کے لیے پورے انہماک سے مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف دین کا درد رکھنے، فقہاء و مجتہدین کرام کی پیروی کرنے اور قوم کو اس خطرناک ترین افتراق سے بچانے والا سنجیدہ اور باشعور طبقہ اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ ان کے یہ گھناؤنے و منفی عزائم ناکام بنا دیئے جائیں۔ غم اور حزن و ملال کی کیفیت میں ڈوب کر ہر غیرت مند شیعہ کی آنکھوں میں بے ساختہ ایک

دریائے اشک موجزن ہو جاتا ہے۔

جس طرح اہل سنت مکتب فکر میں بریلوی اور دیوبندی کی شکل میں فرقوں نے جنم لیا اور امت اسلامیہ کو افتراق کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اس تفرق کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی اجتماعی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور دونوں مکاتب فکر آہستہ آہستہ نظریاتی اختلافات سے آگے بڑھ کر عبادات میں جدا جدا ہو گئے۔ مساجد و مدارس بھی الگ الگ، اب دونوں مکاتب تاحال باہم صف آرا ہیں۔ انتہائی افسوس ناک پہلو تو یہ ہے کہ آج بعض اسلام دشمن عناصر ملتِ جعفریہ کو بھی اس طرز کی تقسیم کا شکار کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ہمارے چودہ معصومین علیہم السلام کا ایک قول، ایک فعل پوری کائنات میں ممتاز و منفرد ہے اور ہمیں یہ خصوصی اعزاز و فخر حاصل ہے کہ ہم ان ائمہ اطہار علیہم السلام کے پیروکار ہیں جن کے قول و فعل میں قطعاً کوئی تضاد و تعارض نہیں ہے۔ بڑے بڑے منکر کو بھی آخر ایک دن حقیقت کے آگے سر جھکانا ہی پڑتا ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے کہ ملا محمد معین ٹھٹھوی شاگرد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے مقتدر حنفی عالم بھی گردن جھکائے بغیر نہ رہ سکے انہیں بھی یہ ماننا پڑا ہے کہ ﴿مذہب واحد منهم مذہب باقیہم﴾ ائمہ اہل بیتؑ میں سے جو نظریہ ایک امام کا ہو وہی نظریہ باقی ائمہ کا ہوتا ہے۔ (دراسات اللیب، صفحہ ۲۴۹، طبع قدیم، لاہور، سن طباعت ۱۸۶۸ء)

اسی وجہ سے گزشتہ چودہ سو سال سے ملتِ جعفریہ کسی قسم کی تفریق کا شکار نہیں ہوئی لیکن اب اس ملتِ واحدہ کو تقسیم کرنے کی خوفناک اور تباہ کن منصوبے پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

اس وقت سب سے بڑی ذمہ داری شیعہ مدارس کی بنتی ہے کہ وہ قرآن و حدیث اور فقہی علوم سے آراستہ شخصیات کو جنم دیں جو عوام کے اندر شعور و آگہی اجاگر

کر کے انہیں تعلیمات اہل بیتؑ سے روشناس کرائیں تو اس سے کافی حد تک ایسے فتنوں کا سد باب آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

تاریخ کے درتپے سے جھانکنے والا ہر دانشور جانتا ہے کہ تشیع کی سرخ تاریخ کا نقطہ اتصال کر بلا ہے لہذا منبر حسینؑ سے وابستہ خطباء و ذاکرین اور بنیان مجالس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس پاکیزہ منبر کے تقدس کو پامال ہونے سے بچائیں۔ بہت ہی احترام کے ساتھ منطقی انداز میں شیعہ کے بنیادی اصول و فروع کو مشن حسینیہ کی ترویج کا ذریعہ بنائیں اور ملت تشیع کو محض نعرہ بازی، داد و تحسین اور فضائل و مصائب آل محمدؑ کو قصہ گوئی کی حد تک محدود رکھنے کی بجائے علم و شعور اور فکر و عمل کی طرف رغبت دلائیں اور بے عملی و جہالت سے پاک قوم بنانے میں اپنا کردار ادا کیجئے۔ علاوہ ازیں شیعہ سرکردہ شخصیات، زعماء و اکابرین ملت کو چاہیے کہ وہ قوم کو ایسی خطرناک صورتحال سے آگاہ کریں کہ جن سے قوم کی اجتماعی وحدت پارہ پارہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو۔ آج رونا تو اس بات کا ہے کہ ولایت علیؑ اور شہادت ثلاثہ در تشہد کی آڑ میں ہمارے علمی مراکز اور مراجع عظام کو جن زہریلے تیرہائے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ جبکہ وہ افراد قوم کے سامنے بے نقاب ہو چکے ہیں ان کا محاسبہ کیا جائے۔ ایک دانشور نے بڑی عظیم بات کہی ہے کہ خنجر کو پکڑنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اس ہاتھ کو پکڑا جائے جس نے یہ خنجر اٹھا رکھا اور معاشرے کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ لہذا قومی وحدت اور تشیع کا وقار برقرار رکھنے، باہمی راوا داری اور غیر معمولی محبت و یگانگت کی فضا قائم کرنے کیلئے ہم سب کو مل جل کر تعاون و البر و التقویٰ پر عمل پیرا ہو کر اپنے اس مذہبی فریضہ سے عہدہ برآ ہونا چاہیے۔

عالی قدر قارئین!

کلیجہ منہ کو آتا ہے اس بات پر کہ آج چند غیر ذمہ دار لوگ جو نہ درجہ اجتہاد پر فائز ہیں اور نہ ہی اجتہاد کے مبادیات سے واقف، بلکہ خود کسی جامع الشرائط مجتہد کے مقلد بھی نہیں ہیں۔ بھلا جس شخص کو ابھی تک مجتہد کے مقام و مرتبہ ہی معلوم نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شتر بے مہار کی طرح اپنی رائے و قیاس سے لوگوں کو تقلید سے منحرف کرے اور اس کے خلاف ڈاڑھ خائی و ہرزہ سرائی کرے تاہم یہ لوگ شیعیت کے لہادے میں شیعہ دشمن طاقتوں کے ایماء پر نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ کی آڑ میں ذی قدر، رفیع الشان مراجع عظام کی شان اقدس میں انتہائی غلیظ اور گستاخانہ زبان استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے۔

ع آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین

اور بقول شاعر ۷

صرف میرے آشیاں کے چارتکوں کے لیے

برق کی زد پر گلستان کا گلستان رکھ دیا

ان نازک حالات میں مؤمنین کا فرض بنتا ہے کہ وہ ایسے افراد کی بے بنیاد

باتوں کو اہمیت نہ دیں ان کے استعماری و استبدادی ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیں۔ ہر

قسم کے پیش آمدہ شرعی مسائل کے لیے صرف اپنے مرجع (مجتہد اعظم) کے فتویٰ یا توضیح

المسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہم نے جو فتاویٰ کے عکس اس کتاب میں پیش کئے ہیں

ان پر اور ان مراجع عظام کی توضیح المسائل کے مطابق عمل کریں۔

تہت بالذی



ضمیمہ کتاب

حال ہی میں فقہاء دشمن عناصر کی طرف سے ایک کتاب ”شہادتِ ثالثہ کا جواز در تشہد نماز“ کے نام سے منظر عام پر آئی ہے اس کے مصنف کا نام علامہ تاج الدین الحیدری (سابق بریلوی سنی) تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مجتہدین و فقہاء کی عبارات کو انتہائی کذب بیانی اور ابلہ فریبی سے بیان کر کے عوام کو مغالطے میں مبتلا کرنے کی سعی مذموم کی گئی ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی کو دعاؤں میں پڑھنے کی اجازت کو شہادتِ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ دعا اور شہادتِ ثالثہ میں نمایاں فرق ہے نیز احادیث مبارکہ کی اپنی من پسند تاویلات کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ بنا بریں عوام کے گمراہ ہونے کے پیش نظر ہم نے اپنی اس کتاب میں قابل جواب عبارات کا مدلل جواب دے دیا گیا ہے اور اب ان کی فقہاء و مجتہدین کی شان میں نازیبا اور گستاخانہ جسارت کا جواب دینا انتہائی ضروری تھا جو کہ پیش خدمت ہے۔

محولہ بالا کتاب کے ناشر اور محرک ~~محمد رفیع الرحمن~~ نا عاقبت اندیش نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے یہاں تک شریعت کا مذاق اڑایا ہے کہ ”تشہد نماز میں بحث و جواب و عدم وجوب پر کریں نہ کہ جواز و استحباب پر۔“ (شہادتِ ثالثہ کا جواز در تشہد نماز، صفحہ ۱۷۴)۔ نیز تائبین امام، شیعہ فقہائے عظام کے بارے میں یوں جسارت کرتا ہے: ”مصنف (بندہ احقر) نے ابتدا ہی میں مولویوں، ریاکاروں اور نام نہاد حرام خوروں پر درود یوں لکھا ہے الصلات والسلام علی الفقہاء المجتہدین والمبلغین العاملین والمؤلفین الصالحین اب پندرہویں صدی میں جبریل امین کوئی شریعت لائے؟ شریعت محمدی منسوخ ہو گئی؟ علی ولی اللہ کو بدعت اور مبطل نماز کہنے والوں نے نیا درود و سلام ایجاد کر کے خود کو بدعتی اور دین ایمان کے چور ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔“ (شہادتِ ثالثہ کا جواز در تشہد نماز، صفحہ ۱۶۵)

جواب: مذہب شیعہ ہم تک مجتہدین، فقہائے عظام اور علماء کرام کے توسط سے ہی پہنچا ہے

جہاد پر
تہد کے
اس کو یہ
مخرف
لہ بادے
ذی قدر،
ل کرنے

بے بنیاد

لا دیں۔ ہر
توئی یا توضیح
ش کئے ہیں

اور آج بھی ان ہی کی کتب و آثار کے ذریعے سے ہم علوم آل محمد علیہم السلام سے کسب فیض کر رہے ہیں۔ حوزات علمیہ میں ہمارے مراجع ہی نائبین امام ہیں اور جو پوری دنیا میں تعلیمات آل محمد علیہم السلام کو لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں جس کی وجہ سے آج اسلام دشمن طاقتیں بھی سرگردان و پریشان ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن قوتیں غیر ذمہ دار، ان پڑھ لوگوں کو ڈالر دیکر شیعہ علماء اعلام کے خلاف زہر اگلوا رہی ہیں مذکورہ بالا گستاخی کا مرتکب شخص ہرگز شیعہ نہیں ہو سکتا اگرچہ بظاہر وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا ہے۔ مگر باطن میں انتہائی غلیظ اور شیعہ دشمن ہے جو اندر سے مذہب اہلبیت کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے لیے میدان عمل میں ہے حالانکہ ہمارا مذہب قرآن و سنت کے مطابق ہے یہ بد بخت شخص شیعہ عوام کو اپنے علمی مراکز علماء اعلام اور فقہاء عظام سے دور کرنا چاہتا ہے ہم پورے یقین و جزم کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ شیعہ دشمن عناصر اپنے ان غلیظ مقاصد اور مذموم عزائم میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہونے دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ حقیقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مذہب اہلبیت قربانیاں اور خون کے نذرانے دے کر پروان چڑھا ہے۔

حقیقی علماء اعلام انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں اور حضرات ائمہ اطہار علیہم السلام نے مجتہدین و فقہاء عظام کو دین اسلام کا محافظ اور الہی احکامات کا امین قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بشر المختبین بالجنة برید بن معاویة العجلی و ابا بصیر لیث بن البختری المرادی و محمد بن مسلم و زرارة اربعة نجباء امناء الله على حلاله و حرامه لو لا هؤلاء لانقطعت آثار النبوة و اندرست.

اللہ تعالیٰ کے جن نیک و عاجز بندوں کو جنت کی بشارت ہے وہ یہ ہیں (۱) برید بن معاویہ عجل۔ (۲) ابو بصیر لیث مرادی (۳) محمد بن مسلم (۴) اور زرارة بن اعین یہ چار نجباء اللہ کے حلال و حرام پر امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔

(رجال الکشی صفحہ ۱۵۲، تذکرہ ابو بصیر مرادی مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات کربلا)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ زرارة پر رحم کر فرمائے اگر زرارة اور

ان جیسے لوگ نہ ہوتے تو میرے والد (امام محمد باقرؑ) کی احادیث ختم ہو جاتیں۔ ایضاً صفحہ (۱۲۳)۔

اس سلسلے میں مذکورہ احادیث مبارکہ کی وثاقت کے بارے میں مشہور محقق آیت اللہ آقائے محسنی لکھتے ہیں و ہذہ الاحادیث... معتبرۃ سنداً ”یہ احادیث سند کے لحاظ سے معتبر ہیں“ (بحوث فی علم الرجال صفحہ ۴ طبع ایران)

ایک طویل الذیل حدیث کا تتمہ یوں ہے ہم مستودع سری... ہم نجوم شیعی احياء وامواتا یحیون ذکر ابی بہم یکشف اللہ کل بدعة ینفون عن هذا الدین انتحال المبطلین وتاویل الغالین۔ ثم بکی فقلت: من ہم؟ فقال: من علیہم صلوات اللہ ورحمته احياء وامواتا بريد العجلی و زرارة و ابو بصیر و محمد بن مسلم

(میرے اصحاب) میرے رازدان ہیں زندہ ہوں یا دنیا سے رخت سفر باندھ چکے ہوں میرے شیعوں کیلئے ستارے ہیں (جن سے ہمارے شیعہ رہنمائی لیتے ہیں) انہوں نے میرے والد بزرگوار کا ذکر زندہ کیا ہے ان ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بدعتوں کو مٹاتا ہے یہ لوگ اس دین سے باطل لوگوں کی دلیلوں اور غالیوں کی تاویلوں کی نفی کرتے ہیں پھر آپؐ نے گریہ فرمایا تو میں (راوی) نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جن پر زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات اور رحمت ہیں (وہ) بريد عجلی، زرارة، ابو بصیر اور محمد بن مسلم ہیں۔ (رجال کشی تذکرہ زرارة بن اعین صفحہ ۱۲۵، وسائل الشیعة جلد ۱۸ صفحہ ۱۰۵ طبع بیروت) اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب محمد بن ابی بکر کے لیے رحمہ اللہ و صلی علیہ کے الفاظ کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو رجال الکشی صفحہ ۶۱ تذکرہ محمد بن ابی بکر۔

یہی شیعہ فقہاء دشمن مزید یوں گوہر افشانی کرتا ہے ”محمد و آل محمد پر صلوٰۃ و سلام قرآن و حدیث سے ثابت ہے غیر آل محمد پر درود پڑھنے کا حکم کہاں سے آیا ہے؟ معصوم و غیر معصوم کو درود شریف میں مساوی لکھ کر پر لے درجے کی جہالت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ شیخ الطائفہ

طوسی کی وفات پر فقیہ عماد طبری نے کہا لو جازت علی غیر الانبیاء صلوة صلیت علیہ.. اگر غیر انبیاء (غیر معصوم) پر درود پڑھنا جائز ہوتا تو میں شیخ طوسی پر درود پڑھتا۔ (شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، جلد ۴، صفحہ ۱۲۶-۱۲۷) جب بانی حوزہ علیہ نجف اشرف شیخ طوسی پر درود پڑھنا جائز نہیں تو جہلاء درود کے سزاوار کیونکر؟ (ایضاً صفحہ ۱۶۵)

جواب: ہرزہ سرائی کرنے والا انتہائی ان پڑھ جاہل مرکب اور شریعت کے اسرار و رموز اور شرعی قواعد سے بالکل نا بلد ہے فقہاء و مجتہدین کے بغض و عناد میں اس قدر اندھا اور حواس باختہ ہو چکا ہے اسے یہ نہیں معلوم کہ کیا کہہ رہا ہوں اس کے اضافہ معلومات کے لئے عرض ہے کہ کسی عالم دین سے اچھی طرح سمجھ کر قرآن مجید پڑھ لیں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید میں کہاں کہاں مومنین پر صلوات بھیجی گئی ہے بعد ازاں ہم پر اعتراض وارد کریں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین پر صلوات و سلام بھیجا ہے چنانچہ ذکات ادا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں صلوات و سلام کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے: (۱) وصل علیہم ان صلواتک سکن لہم۔ (سورہ توبہ آیت ۱۰۳)۔ (۲) اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمہ۔

(سورہ بقرہ آیت ۱۵۷)۔ (۳) هو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بال مومنین رحیما۔ (سورہ احزاب آیت ۴۳)۔ (۴) سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ (سورہ رعد، آیت ۲۴)۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں نہایت واضح الفاظ کے ساتھ مومنین پر صلوات بھیجی گئی ہے لہذا ان نصوص صریحہ سے غیر معصوم پر صلوات بھیجنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اب ذرا تعلیمات آل محمد کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں انہوں نے کیا ارشادات فرمائے ہیں جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے طویل حدیث مروی ہے جس میں آپؑ نے اصحاب کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان پر صلوات و سلام بھیجا ہے۔ بنابرین برصغیر کے بطل جلیل متفق علی الاطلاق علامہ سید میر حامد حسینؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”استقصاء الافام فی رد منہی الکلام“ جلد اول صفحہ ۶۵۰ سے ۶۵۵ تک انبیاء و آئمہ علیہم السلام کے علاوہ دیگر شخصیات پر

صلوات و سلام کے جواز پر نہایت تفصیلی بحث فرمائی ہے جیسا کہ اپنی اس بیش بہا تصنیف کے صفحہ نمبر ۶۵۰ پر رجال الکشی کی وہ روایت کہ جس میں حضرت صادق آل محمد نے جناب محمد ابن ابوبکر کے لیے ”رحمہ اللہ و صلی علیہ“ کے جملے ارشاد فرمائے ہیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: بدانکہ در فرستادن صلواة بر محمد بن ابی بکر کہ از افاضل صحابہ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام و شیعیان مخلصین آنحضرت بودہ و آن ہم بطریق محض دعا و طلب رحمت نہ بطور شعار اصلا قباحتی و شناعتی نیست تا طعنی کہ مخاطب ایہام آن فرمودہ صورت اتجاہ داشته باشد.. در کلام الہی امر بفرستادن صلواة بر مودیان زکوٰۃ وارد شدہ قال اللہ تعالیٰ و صلی علیہم ان صلوتک سکن لہم.

اس عبارت کا لب لباب یہ ہے کہ محمد بن ابوبکر حضرت علیؑ کے فاضل صحابہؓ اور آپ کے مخلص شیعوں میں سے تھے ان پر صلوات بھیجنا بطور دعا اور طلب رحمت کے لئے ہے نہ کہ بطور شعار، لہذا مخاطب (حیدر علی فیض آبادی) کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ دینے والوں پر صلوات بھیجنے کا حکم آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔ (استقصاء الافہام، جلد ۱، صفحہ ۶۵۰، طبع لدھیانہ) شاید معترض کو نماز جنازہ تو یاد ہی ہوگا اگر وہ صرف سرسری نگاہ ہی کر لیتا تو ہرگز جہالت کا ارتکاب نہ کرتا۔ چونکہ نماز جنازہ میں یہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں صل علی جمیع الانبیاء والمرسلین والشهداء والصديقین وعباد اللہ الصالحین۔

رہی سنی فقیہ عماد طبری کا شیخ طوسی پر صلواة نہ پڑھنے کا بیان تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس فقیہ کا قول قرآن و سنت اور تعلیمات آل محمدؐ کے بالکل مخالف ہے اس لئے ان کے اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے علاوہ بریں ان کا یہ قول خود اہل سنت محققین کے نظریہ کے سراسر خلاف ہے عبدالحی بن عماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ کی کتاب شذرات الذہب فی اخبار من ذہب طبع مصر قدیم ہمارے پیش نظر ہے اس کی جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۲۷ بذیل عنوان ”سنتہ اربعین و خمس مائتہ“ میں مذکورہ بالا قول موجود ہے اس قول کی رو سے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی پر بھی صلوات بالاستقلال ہو یا بالتبع جائز نہیں قرار پاتا جبکہ شیعہ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء

کرام کے علاوہ آئمہ اہل بیت وغیرہ کے اسماء گرامی کے ساتھ بالاستقلال صلوات کا استعمال جائز ہے اور بہت سے اہل سنت محققین نے بھی اس کی تصریح کی ہے بلکہ اپنی کتابوں میں اسے استعمال بھی کیا ہے اور اس کے جواز کا حکم لگایا ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی نے یہاں تک لکھا ہے عامة اهل العلم متفقون علی جواز صلوات علی غیر النبی ﷺ عمومی اہل علم کا نبی کریم ﷺ کے علاوہ دیگر پر بھی صلوات پڑھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد ۲، صفحہ ۶۵، طبع دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر ۱۳۲۹ھ)

عماد طبری کی روایت پیش کرنے والے معترض کا یہ نظریہ شیعہ مکتب فکر بلکہ محققین اہل سنت کے نظریہ کے بھی سراسر خلاف ہے اس غیر تحقیقی مقولہ کی بنیاد شیعہ علماء و فقہاء کی توہین اور ان کی گستاخی کا مرتکب ہونا انصاف و دیانت کا خون کرنا ہے۔ حالانکہ قرآن و احادیث اور تعامل آئمہ اطہار سے مومنین و صالحین پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا جواز اور اثبات موجود ہے تو اس لحاظ سے بالتبع صلوٰۃ و سلام بھیجنا جائز ہوگا۔ ہم نے اپنی کتاب کے ابتدائی خطبے میں نیک و صالح علماء و فقہاء پر بالاستقلال نہیں بلکہ بالتبع ان پر درود و سلام تحریر کیا ہیں۔ مندرجہ بالا آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت غیر نبی غیر معصوم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ جو شخص صلوٰۃ کو انبیاء کے ساتھ مخصوص قرار دے وہ نصوص شرعیہ سے بالکل ناواقف ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تعلیمات آل محمد کے برخلاف ایسے غیر ذمہ دار افراد عوام کی بڑی تعداد کو مغالطوں میں مبتلا کر کے غلط راستے پر ڈال رہے ہیں البتہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہ السلام پر خود صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اس کا مفہوم جداگانہ ہوگا اور مومنین پر درود بھیجے تو اس کا مفہوم ان کی شان کے مطابق ہوگا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کسی پر درود (صلوٰۃ) بھیجتے ہیں تو اس کا مفہوم الگ ہوگا۔ اسی طرح ہم آئمہ اہل بیت علیہم السلام پر صلوٰۃ بھیجیں تو اس کا مطلب ان کی شان کے لائق ہوگا۔ عام مومنین کیلئے پڑھیں تو اس کا مفہوم و مراد ان کی حیثیت کے حساب سے ہوگا۔ لہذا صلوٰۃ کا ایک ہی مفہوم لے کر اسے معصوم کیلئے مخصوص کرنا نادانی اور شرعی نصوص سے نابلد ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اُصول حدیث کے قواعد سے جہالت:

چنانچہ یہ صاحب لکھتے ہیں ”اول تو فقہ کامل کی روایت ضعیف ہے ہی نہیں بفرض الحال اگر روایت ضعیف بھی ہو تو آیا ضعیف روایت مستحب ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے؟“
روایۃ ضعیفۃ تصلح سنداً للاستحبابہ۔ (شرح الممتعہ جلد ۲۔ صفحہ ۷۰ مطبوعہ قم المقدسہ)۔ (شہادت ثالثہ کا جواز در تشہد نماز صفحہ ۱۷۲)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب فقہ کامل کی علامہ تقی مجلسی کی طرف نسبت ہی مشکوک ہے، اسی وجہ سے فقہ کامل کے ہر عنوان پر یہی لکھا ہے کہ این کتابیست در فقہ امامیہ، منسوب از علامہ مجلسی طاب ثراہ و جعل الجنة مثواہ۔ اس کتاب کے متعلق ہم گزشتہ صفحات میں بڑی صراحت کے ساتھ بحث کر چکے ہیں کہ یہ کتاب ہماری اساسی کتابوں کے مقابلہ میں ثانوی درجے کی حیثیت رکھتی ہے اور نہ ہی اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود اور ناقابل قبول ہے۔ نیز یہ روایت حضرت ابو بصیرؓ سے مروی صحیح السند روایت سے متصادم ہے رہا یہ کہ شرح لمعہ میں ہے۔ روایۃ ضعیفۃ تصلح سنداً للاستحبابہ: تو یہاں شرح لمعہ کی عبارت نہ سمجھ پانے کی وجہ سے ادھوری عبارت نقل کر دی ہے جو ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔ اب لیجئے شرح لمعہ کی پوری عبارت یہ ہے۔

(ولا يشترط الشاهدان في النكاح الدائم مطلقاً ولا الولي في النكاح الرشيقة وان كانا افضل على الا شهر، خلافا لابن ابي عقيل حيث اشترط هما فيه استنادا الى رواية ضعيفة تصلح سنداً للاستحباب لا للشرطية) مطلقاً نکاح دائمی میں دو گواہ شرط نہیں ہے اور راشدہ لڑکی کے نکاح میں (اذن) ولی کی شرط بھی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ دونوں (دو گواہ اور اذن ولی) افضل ہیں مشہور قول یہی ہے۔ البتہ ابن ابی عقیل اس کے خلاف ہے۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے ان دونوں کی شرط لگائی ہے۔ (دو گواہ اور اذن ولی) ایک ایسی روایت سے استناد کرتے ہوئے جو سند سے ضعیف

ہے۔ استحباب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شرطیت کی نہیں۔ (ملاحظہ ہو: شرح لمعہ ج ۲، ص ۷۵، کتاب الفصل الثانی فی العقد والنکاح طبع قدیم ایران۔)

ثانیاً یہ کہ سند ہونے کے باوجود ان کے رواۃ ضعیف ہونے کے باعث تمام فقہاء نے ان پر عمل نہیں کیا۔ البتہ ان روایت کے طرق متعدد ہونے کی بنا پر استحباب سمجھا گیا ہے۔ جبکہ فقہ کامل کی صرف ایک روایت اور وہ بھی بلا سند ہے لہذا اسکا معاملہ الگ ہے۔ کتاب فقہ کامل بھی مشکوک و بلا سند ہے اور اس کتاب میں مروی روایت بھی بلا سند و مشکوک ہے اب اس کا فیصلہ بالانصاف قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

صدائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے
ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ:

یہ عناصر ~~اور اسی قبیل کے دیگر غیر ذمہ دار افراد عوام کو مغالطے میں مبتلا~~ کرنے کیلئے یہ شوشہ پھیلاتے ہیں کہ رہبر عالم اسلام حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؑ کا نماز جنازہ آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانیؑ نے پڑھایا تو انہوں نے اس میں اشہد ان امیر المومنین علیاً و اولادہ الائمة الاحد عشر حجج اللہ پڑھا۔ بعد ازاں لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ”آپ کی توضیح میں جنازہ اس طرح نہیں لکھا تو انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کی نظروں میں جنازہ میں پڑھا رہا تھا، دراصل میں خود کسی ہستی کی اقتداء میں جنازہ پڑھا رہا تھا۔“ آیۃ اللہ گلپایگانیؑ پر بہت بڑا افتراء اور جھوٹ باندھا گیا ہے جبکہ انہوں نے خود اپنی زندگی ہی میں شدید الفاظ میں اس کی مذمت کر دی تھی۔ اگر اس بات میں کوئی سچائی ہوتی تو وہ اس واقعہ کے بعد اپنی توضیح المسائل میں ضرور اس گواہی کو درج کر دیتے جبکہ ان سے شہادتِ ثالثہ در تشہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے قطعی طور پر پڑھنے سے منع فرمایا۔ ثانیاً یہ کہ نماز پنجگانہ اور نماز جنازہ میں نمایاں فرق ہے۔ جس کی وضاحت ہم نے اسی کتاب کے گذشتہ صفحات میں کر دی ہے۔

اتنی نہ بڑھا پا کی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قباد

فرصت کے لمحات میں ٹھنڈے دل و دماغ سے اس بات پر غور کیا جائے کہ مذہبِ اہل بیتؑ اور جلیل القدر مراجع عظام و علماء کرام کیخلاف غیر مہذبانہ طرزِ تفکر کا اتنا زیادہ تکرار اور اصرار سے پروپیگنڈہ آخر کیوں کیا جا رہا ہے تو فوراً یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ دراصل اس کے پس منظر میں سامراجی مقاصد کارفرما ہیں۔
تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

